سیرت

حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہم

حضرت امام حسن حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم

ترتیب و تشکیل

محمد الیاس عادل

Marfat.com

سیرت

حسنین

رضی اللہ تعالیٰ عنہم

حضرت امام حسن حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم

نواسۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم، جگر گوشۂ بتول، نوجوانانِ جنّت کے سردار حضرت امام حسن و حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی حیات طیبہ کا مستند و جامع تذکرہ۔

ترتیب و تشکیل

محمد الیاس عادل

مشتاق بک کارنر، الکریم مارکیٹ، اردو بازار، لاہور

Marfat.com

297.9127
ح۔ 15
145428

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب	سیرت حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہم (امام حسن، امام حسین رضی اللہ عنہم)
ترتیب وتشکیل	محمد الیاس عادل
ناشر	مشتاق احمد
باہتمام	سلمان خالد
پرنٹرز	اسد نیئر پرنٹرز، لاہور
کمپوزنگ	گل، گرافکس
قیمت	180 روپے

استدعا

پروردگار عالم کے فضل، کرم اور مہربانی سے، انسانی طاقت اور بساط کے مطابق کمپوزنگ، طباعت، صحیح اور جلد سازی میں پوری پوری احتیاط کی گئی ہے۔
بشری تقاضے سے اگر کوئی غلطی نظر آئے یا صفحات درست نہ ہوں تو ازراہ کرم مطلع فرما دیں۔ ان شاءاللہ ازالہ کیا جائے گا۔ نشاندہی کے لیے ہم آپ کے بے حد مشکور ہوں گے۔ (ناشر)

Marfat.com

فہرست

عنوان	صفحہ
عرضِ مؤلف	9
اہل بیت رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے فضائل	10
اسلام کا آغاز و اختتام	10
ایمان کی نشانی	10
اہل بیعت کو دوست رکھو	11
اہل بیت سے محبت	11
دُعا کی قبولیت	11
سب سے پہلی شفاعت	12
نصاریٰ سے مباہلہ	12
شفاعت سے محرومی	15
نیک بختی کی علامت	15
حضرات حسنین رضی اللہ عنہم سے محبت	16
خلافت پر اہل بیت کا دعویٰ	17

عنوان	صفحہ
تین گروہ	18
حضرت علی رضی اللہ عنہ بن ابوطالب	21
حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مناقب	21
عظیم انسان	22
رشتۂ مؤاخات	23
ابوتراب	23
غزوہ تبوک کے موقع پر	24
خلافت کا منصب	24
خارجیوں کی مخالفت	26
خارجیوں سے جنگ	26
خوارج کی سازش اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت	27
مؤرخین کی غلطی	30

Marfat.com

عنوان	صفحہ
شخصی حکومت کی بنیاد	30
اوصاف وکمالات	31
قوت فیصلہ کی مضبوطی	33
مخالفین پر مہربانی	34
محاسبے کی کیفیت	35
حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ	37
سب سے زیادہ محبت	37
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیشن گوئی	38
اہل کوفہ کی بیعت	38
جنگ کا خطرہ	39
امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر حملہ	40
صلح کے لیے کوشش	40
خلافت سے دستبرداری اور صلح کی شرائط	42
صلح نامہ	43
امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دور اندیشی	44
قیس بن سعد کا انکار	45
صلح کے بعد	46

عنوان	صفحہ
صلح کی وجہ	47
امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کوفہ میں آمد	47
اہل کوفہ کی مخالفت	50
حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل واخلاق	52
اچھا سوار اور اچھی سواری	52
خوش کلامی	52
تحمل وبرداشت	53
صبر کا مظاہرہ	54
حق گوئی	54
حلیم وبردبار	54
اخلاقی خوبی	55
حسن سلوک	56
سائل کی قدر	57
ایک شخص کی گواہی	59
امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت	60

Marfat.com

عنوان	صفحہ
خواب کی تعبیر	60
حضرت محمد بن حنفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ	
کے تاثرات	63
امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ	65
دُور اندیشی	66
شہادت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے بعد	66
مدینہ طیبہ میں آمد	68
تحمل مزاجی	70
حکمت عملی	70
یزید کو ولی عہد بنانا	72
مخالفت	73
یزید کی حمایت کے لیے کوشش	74
یزید کی سرکشی	74
یزید کی وصیتیں	75
حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن	
علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	78
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت	78

عنوان	صفحہ
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دُعا	79
حسنین رضی اللہ عنہم سے پیار	79
حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی عقیدت	80
جہاد میں شرکت	81
جرأت و دلیری	82
جنگوں میں حصہ	83
والد محترم کی وصیت	84
یزید بن معاویہ	86
یزید کی نااہلی	86
یزید کا خط	87
حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا جواب	88
کوفہ سے بُلاوا	90
عمال اور جاسوسوں کی کوششیں	90
اہل کوفہ کی خفیہ میٹنگ	91
اہل کوفہ کا خط	92
امام حسین رضی اللہ عنہ کا جوابی خط	93
حاکم کوفہ کی تقریر	94

Marfat.com

عنوان	صفحہ
یزید بن مسعود کی تقریر	95
ابنِ زیاد کا جاسوس	99
ابن زیاد کی تقرری	100
ابن زیاد کی تقریر	101
مسلم بن عقیل کی تلاش	102
حدیث پر عمل	104
ہانی بن عروہ سے تفتیش	105
ہانی بن عروہ کا اعتراف	106
ہانی بن عروہ پر تشدد	107
مُسلم بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت	109
اہل کوفہ کو دھمکیاں	110
پناہ کی تلاش	110
گھر گھر تلاشی	112
گرفتاری	113
ابن زیاد کے محل میں	114
مسلم رضی اللہ عنہ کی وصیت	115
ابن زیاد سے تلخی	116
ہانی بن عروہ کا قتل	117
یزید کے نام خط	118
یزید کا جوابی خط	119
مسلم بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیٹوں کی شہادت	120
بے سروسامانی کا عالم	121
یتیم بچے نیک دل عورت کی پناہ میں	122
نیک دل عورت کا لالچی خاوند	124
لالچی ظالم کا ظلم	125
ظالم لالچی کا انجام	127
کوفہ کو روانگی	129
روانگی کا مصمم ارادہ	129
روکنے کی کوششیں	130
عبداللہ بن جعفر کا خط	131
قیس کی گرفتاری	133
زہیر کی وفاداری	134
مسلم بن عقیل کی شہادت کی خبر	135

Marfat.com

عنوان	صفحہ
قافلہ چلتا رہا	136
راستوں کی ناکہ بندی	137
اور جب دونوں لشکر آمنے سامنے ہوئے	139
حُر کا لشکر	140
حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور حُر کا مقابلہ	141
حُر کی تجویز	142
بیضہ کے مقام پر خطبہ	142
اہل کوفہ کے حالات کی اطلاع	144
نینوا میں پڑاؤ	147
ابن زیاد کا خط	147
میدان کربلا میں	148
ابن زیاد کی ڈھٹائی	149
پانی بند کرنے کا حکم	150
شمر کا مشورہ	151
جنگ کی تیاریاں	153
ابن سعد کا الٹی میٹم	153
حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا خطبہ	155
ساتھیوں کا اظہار وفاداری	156
مقابلے کی تیاری کا حکم	157
کرب وبلا	159
دشمن سے خطاب	159
لشکر یزید سے پھر خطاب	162
ابن سعد کی ضد	162
حُر بن یزید	163
حُر کی توبہ	164
عبداللہ بن عمیر کلبی رضی اللہ عنہ کی جرأت وبہادری	165
اُم وہب کی دلیری	167
ابن جوزہ کی بدبختی	168
کربلا کے پہلے شہید	169
خیموں کو آگ لگانے کا حکم	171
صلوٰۃ خوف	172
حبیب بن مظاہر کی شہادت	173
نافع کی شہادت	174

Marfat.com

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ
دو بھائیوں کی شہادت	175	سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی جرأت	206
عابس کی شہادت	177	زین العابدین رضی اللہ عنہ کی جرأت	207
دیگر جانثاروں کی شہادت	178	یزید کے دربار میں	209
حضرت علی اکبر رضی اللہ عنہ کی شہادت	180	یزید سے بحث	211
حضرت عبداللہ کی شہادت	185	مدینہ طیبہ میں شہادت کی خبر	213
عون و محمد کی شہادت	186	یزید کا مزید ظلم و ستم	214
حضرت قاسم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت	187	مدینہ منورہ پر یزیدی فوج کا حملہ	217
جنگی حکمت عملی	191	مکہ مکرمہ پر حملہ اور بیت اللہ کی بے حرمتی	221
حضرت عباس علمدار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت	194	یزید کا انجام	222
آخری وصیت	195	معاویہ بن یزید	225
حضرت عباس علمدار میدان جنگ میں	196	دیگر قاتلانِ حسین کا انجام	226
دریائے فرات کے کنارے	197	عبیداللہ بن زیاد کا انجام	228
امام حسین رضی اللہ عنہ پر حملہ	198	وحدتِ اسلامی کی اپیل	231
سر مبارک کاٹ دیا گیا	200	اختتام	232
آخری شہید	200		
کربلا سے کوفہ کی طرف	202		
ابن زیاد کے دربار میں	205		

Marfat.com

عرضِ مؤلّف

تمہید لکھنے سے پہلے میں نے دیر تک اس امر پر غور کیا کہ آیا میں کتاب کے موضوعات اور طریقہ وتالیف پر تفصیل سے روشنی ڈالوں یا نہیں؟ آخر یہی فیصلہ کیا کہ تمہید میں تفصیل وتشریح سے کام نہ لوں بلکہ قارئین کو موقع دوں کہ وہ اصل کتاب پڑھیں اور حضرات حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے حالات زندگی سے جو سبق حاصل ہوتے ہیں ان پر عمل پیرا ہونے کی کوشش کریں۔

اگر میں تمہید میں تفصیل سے کام لیتا ہوں تو اُس کا لازم نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ مجھے قدیم مؤلفین ومصنفین پر بحث وتنقید کرنی پڑتی اور بتانا پڑتا کہ اُن مصنفین اور مؤلفین نے اپنی تالیفات کو کس طرح ترتیب دیا ہے اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دردناک شہادت کے متعلق انھوں نے کن خیالات کا اظہار کیا ہے لیکن یہ کام آسان نہ تھا ہر مؤلف اور مصنف نے اس بارے میں اپنے لیے علیحدہ راستہ تلاش کیا ہے اور اپنے اپنے عقیدہ ومذہب کے مطابق حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات زندگی بیان کرکے واقعہ شہادت کے اسباب پر روشنی ڈالی ہے ان میں سے بعض نے واقعی اعتدال پسندی سے کام لیا ہے لیکن بعض افراط اور تفریط کی طرف بھی چلے گئے ہیں۔ اگر میں ان سب کتابوں پر بحث وتنقید کرنے بیٹھ جاتا تو جس مقصد کے لیے یہ کتاب تالیف کی گئی ہے وہ فوت ہو جاتا اور غیر ضروری مباحث میں اُلجھ کر رہ جاتا جو بے نتیجہ بھی ہوتے اور شاید بعض طبائع کے خلاف بھی۔

میں نے اِس امر کی پوری کوشش کی ہے کہ وہی واقعات درج کروں جن کی تائید ثقہ مؤرخین اور مشہور ومعروف مؤلفین نے کی ہے اور اُنھیں اپنی کتابوں میں بیان کیا ہے خدا کرے میں اپنی کوشش میں کامیاب رہوں۔

مؤلف کتاب ہذا

Marfat.com

اہل بیت رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے فضائل

اسلام کا آغاز واختتام:

حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مروی ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا:

''اللہ تعالیٰ نے میرے اہل بیت سے اسلام کا آغاز کیا اور ہم نے ہی لوگوں کو عبادت کا طریقہ سکھایا اور ہم پر ہی دنیا کا اختتام ہوگا۔''

ایک اور مقام پر ارشاد نبوی ہوتا ہے۔

''دنیا اس وقت تک ختم نہ ہوگی جب تک میرے اہل بیت میں سے ایک ایسا شخص اس کا حکمران نہ بن جائے جس کا نام میرے نام پر ہوگا۔''

ایمان کی نشانی:

ایک روایت میں آتا ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے فرمایا:

''یادرکھو تم اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتے جب تک مجھ سے محبت نہ کرو اور تم اس وقت تک میری محبت میں پورے نہیں اتر سکتے جب تک میرے اہل بیت سے محبت نہ کرو جس طرح تم مجھے اپنی اولاد، اپنے اہل وعیال سے زیادہ عزیز رکھتے ہو اسی طرح تم میرے اہل بیت کو (بھی) اپنے اہل وعیال سے عزیز تر رکھو۔''

Marfat.com

اہل بیعت کو دوست رکھو:

حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:

''اللہ تعالیٰ کو دوست رکھو اس نے تم لوگوں کو بے شمار نعمتیں دی ہیں۔ مجھے دوست رکھو تا کہ اللہ تعالیٰ تم کو دوست رکھے میرے اہل بیت کو دوست رکھو تا کہ میں تم سے محبت کرنے لگوں۔''

ایک اور مقام پر ارشاد ہوتا ہے:

''اگر انسان ایک ہزار سال تک رکن ابراہیم کے درمیان عبادت کرتا رہے لیکن اس کا دل اہل بیت کی محبت سے خالی ہو تو اللہ تعالیٰ اسے جہنم میں ڈالے گا۔''

اہل بیت سے محبت:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

''ہر ایک کی ولایت ہوتی ہے اور ہر بیٹے کی نسبت اس کے باپ سے ہوتی ہے مگر میری بیٹی فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کے بیٹوں کی نسبت میرے ساتھ ہے۔ میں ہی ان کا ولی ہوں میں ہی ان کا باپ ہوں اور وہ میرے اہل بیت ہیں وہ میرا خون ہیں میرا جگر ہیں۔ افسوس ہے ان لوگوں پر جو ان کی نسبت پر دروغ گوئی کرتے ہیں جو ان سے (اہل بیت سے) محبت کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے محبت کرے گا جو ان سے دشمنی کرے گا وہ میرا دشمن ہوگا۔''

دُعا کی قبولیت:

حضرت عمران بن الحصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

Marfat.com

''میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تھی کہ اے اللہ! میرے اہل بیت کے ہاں آگ داخل نہ کرنا۔ اللہ تعالیٰ نے میری اس دعا کو قبول فرمالیا تھا۔''

سب سے پہلی شفاعت:

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ:

''سب سے پہلے جس شخص کی میں شفاعت کروں گا وہ اہل بیت سے ہوگا پھر جو اس کے نزدیک تر ہوگا پھر دوستوں کی شفاعت کروں گا اور جو شخص ان کے نزدیک ہوگا پھر وہ لوگ جو ایمان لائیں گے پھر وہ لوگ جو یمن سے میری اتباع کریں گے پھر وہ لوگ جو عرب کی سرزمین سے تعلق رکھتے ہوں گے پھر وہ لوگ جو عجم سے تعلق رکھتے ہوں گے۔''

نصاریٰ سے مباہلہ:

ہجرت کے دسویں سال کا واقعہ ہے کہ جب حضور سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مختلف ممالک کے سربراہان کو اسلام کی دعوت دینے کے لیے نامہ مبارک ارسال فرمائے۔ ایسا ہی ایک نامہ مبارک نصاریٰ نجران کو بھی بھیجا گیا اس دعوت کو دیکھتے ہوئے اس قوم نے آپس میں مشورہ کیا اور مشورہ کرنے کے بعد اپنی قوم میں سے قابل ترین چودہ افراد کو منتخب کر کے مدینہ طیبہ بھیجا۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ یہ افراد حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں ٹھیک طرح سے تحقیق کر کے اطلاع پہنچائیں تاکہ اس پر مزید غور و فکر کیا جا سکے۔ ان افراد کا سردار عبدالمسیح تھا جس کا لقب عاقب تھا۔ اس کا تعلق بنی کندہ سے تھا۔ یہ بڑا ہوشیار اور دانا شخص تھا اس کے ساتھ ایک اور دانا شخص ابوالحارث علقمہ تھا جس کا تعلق بنی ربیعہ سے تھا۔ ابوالحارث کا ایک بھائی کرز بن علقمہ بھی ان کے ساتھ تھا یہ بھی عقلمندوں میں شمار کیا جاتا تھا۔

عیسائیوں کا یہ وفد مدینہ منورہ میں حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت

Marfat.com

اقدس میں حاضر ہوا پھر جب آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کے ساتھ گفتگو فرمائی اور ان کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دی تو ان لوگوں نے اس دعوت کو قبول نہ کیا اور بحث وتکرار کرتے رہے۔ پھر انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں سوال کیا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بندے تھے اور اس کے برگزیدہ پیغمبر تھے۔ ان لوگوں میں سے ایک شخص اسقف نے سوال کیا کہ کیا آپ کو معلوم ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا باپ تھا جس سے وہ پیدا ہوئے؟ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا' نہیں۔ اسقف کہنے لگا کہ پھر آپ نے یہ کیسے فرمایا ہے کہ وہ بندہ اور مخلوق ہے حالانکہ کوئی بندہ اور مخلوق ایسا نہیں ہے کہ جس کا باپ نہ ہو۔ حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ میں آج اس کا جواب نہیں دیتا اس شہر میں قیام کرو تاکہ تمہیں اپنے سوال کا جواب ملے۔ دوسرے دن اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک کی آیت مبارکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں نازل فرمائی جس کا ترجمہ یہ ہے:

"ان لوگوں نے یہ بات کفر کی کہی ہے کہ جو یہ کہتے ہیں کہ مسیح ابن مریم خدا ہیں۔"

پھر ارشاد ہوا:

"بے شک حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی حضرت آدم علیہ السلام کی طرح انسان ہی تھے اور وہ بھی مٹی سے بنے تھے۔"

حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان نجرانی عیسائیوں کو طلب کیا اور قرآن پاک کی آیت مبارکہ ان کو سنائی مگر انہوں نے تسلیم نہ کیا اور اپنے موقف پر ڈٹے رہے۔ جب حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دیکھا کہ یہ لوگ کسی بھی طرح نہیں مان رہے تو آپ نے ارشاد فرمایا جب تم تسلیم نہیں کرتے تو پھر آؤ ایک دوسرے کے ساتھ مباہلہ کریں یعنی ایک دوسرے کے حق میں دعا کریں اور یہ کہیں کہ جھوٹوں پر لعنت ہو۔

ان سب لوگوں نے یہ بات سن کر کہا کہ ہمیں کچھ مہلت دیں تاکہ ہم جا کر اس معاملے میں آپس میں غور وفکر اور مشورہ کریں اور کل آ کر مباہلہ کریں گے چنانچہ وہ گئے اور

Marfat.com

اپنے سردار عبدالمسیح کے ساتھ مشورہ کیا اور اس سے پوچھا کہ اس بارے میں آپ کا کیا مشورہ ہے؟ عبدالمسیح نے ان لوگوں کو جواب دیا کہ میں تو اس معاملے میں یہ کہتا ہوں کہ خدا کی قسم! تم یقیناً یہ جانتے ہو کہ محمد (علیہ الصلوٰۃ والسلام) اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور ہمارے پیغمبر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس بارے میں ظاہر اور روشن دلیل لائے ہیں تم ہرگز مباہلہ نہ کرنا خدا کی قسم! جس قوم نے بھی کسی نبی کے ساتھ مباہلہ کیا ہے وہ ہلاک ہوئی ہے اور اگر تم لوگ بھی محمد (علیہ الصلوٰۃ والسلام) سے مباہلہ کرو گے تو یقیناً ہلاکت سے نہیں بچو گے۔ جب تم یہ پسند کرتے ہو کہ اپنے دین پر قائم رہو تو پھر اس سے بہتر اور اچھی کوئی چیز نہیں کہ ان کے ساتھ مصالحت کر لو اور جزیہ قبول کرو اور اپنے ملک میں واپس چلے جاؤ۔

جب اگلے دن کا سورج طلوع ہوا تو حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے حجرہ مبارک سے مباہلہ کی غرض سے باہر تشریف لائے۔ آپ کے ہمراہ حضرت علیؓ حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی تھیں۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے اہل بیت کے ہمراہ مباہلہ کے لیے روانہ ہوئے اور ارشاد فرمایا کہ جب میں دعا کروں تو تم آمین کہنا۔ نصاریٰ نجران نے جب یہ منظر دیکھا تو وہ ڈر گئے وہ کسی نتیجہ پر نہیں پہنچ رہے تھے ان میں سے ایک دانا اور عقلمند شخص ابوالحارث آگے بڑھا اور اپنے ساتھیوں سے کہنے لگا۔ اے میرے ساتھیو میں آج جو یہ مقدس چہرے دیکھ رہا ہوں مجھے کامل یقین ہے کہ اگر وہ اللہ تعالیٰ سے یہ درخواست کریں کہ پہاڑ کو جگہ سے ہٹا دے تو وہ یقیناً ان کے لیے ایسا کرے گا اس لیے میرا مشورہ ہے کہ ہرگز ان کے ساتھ مباہلہ نہ کرنا ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے اور روئے زمین پر کوئی نصرانی باقی نہ رہے گا۔

اپنے ساتھی کی باتیں سن کر نصاریٰ نجران کے دلوں پر خوف طاری ہو گیا اور وہ کہنے لگے اے محمد (علیہ الصلوٰۃ والسلام) ہم آپ کے ساتھ مباہلہ نہیں کرتے۔ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تو پھر اسلام قبول کر لو انہوں نے کہا کہ ہم یہ نہیں کر سکتے۔ آپ نے فرمایا تو پھر جنگ کے لیے تیار ہو جاؤ۔ وہ کہنے لگے کہ ہم میں اتنی طاقت وقوت نہیں کہ ہم عربوں کے ساتھ جنگ کر سکیں۔ ہم آپ کے ساتھ مصالحت کرنا چاہتے ہیں اور ہم آپ

Marfat.com

کو ہر سال دو ہزار حلہ دیں گے۔ ایک ہزار حلہ تو ماہ صفر میں دیں گے جبکہ ایک ہزار حلہ رجب کے مہینہ میں دیں گے اور ہر حلہ کی قیمت چالیس درہم ہوگی اور آپ کے جو قاصد ہمارے ملک سے گزریں گے ان کی مہمان داری کریں گے لیکن شرط یہ ہے کہ آپ ہمیں اپنے دین پر رہنے دیں اور اپنی حفاظت اور ذمہ داری میں لے لیں اور ہمارے ساتھ جنگ نہ کریں۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ نصاریٰ نجران نے کہا کہ ہم تیس اونٹ، تیس گھوڑے، تیس نیزے اور تیس زرہ دیں گے۔ چنانچہ اس کے بعد مسلمانوں اور نصاریٰ کے درمیان صلح ہوگئی اور صلح نامہ تحریر میں لایا گیا۔

ایک روایت میں آتا ہے اس مباہلہ والی صورت حال کے بارے میں حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ مجھے اس اللہ کی قسم ہے جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر نصاریٰ نجران مباہلہ کرتے تو ہلاک ہو جاتے۔ اللہ تعالیٰ ان کو خنزیروں کی شکل میں تبدیل کر دیتا اور ان کی وادی پر آگ برستی اور تمام اہل نجران اپنی بنیادوں سے اکھڑ جاتے جس طرح کہ پرندے درختوں کی ٹہنیوں پر ہلاک ہو جاتے ہیں اور ایک سال بھی نہ گزرنے پاتا کہ تمام نصاریٰ ہلاک ہو جاتے۔

شفاعت سے محرومی:

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

> ”جو میرے اہل بیت کو ناراض کرے گا وہ مجھے ناراض کرے گا جو مجھے ناراض کرے گا وہ اللہ تعالیٰ کو ناراض کرے گا جو شخص اس ناراضگی میں ان کی اعانت کرے گا یا دشمنوں سے دوستی کرے گا وہ اللہ سے جنگ کرے گا اور رسول اللہ (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کی شفاعت نہ پا سکے گا۔“

نیک بختی کی علامت:

امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی والدہ ماجدہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے

Marfat.com

روایت کرتے ہیں کہ ایک دن حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لائے اور ارشاد فرمایا۔

''اللہ تعالیٰ تم لوگوں پر اپنا کرم فرماتا ہے اور اپنی بخشش کر رہا ہے میں اس کا پیغمبر ہوں اپنی قوم سے نہیں ڈرتا نہ دوستوں سے ڈرتا ہوں نہ رشتہ داروں سے۔ جبرئیل (علیہ السلام) نے مجھے خبر دی ہے کہ نیک بخت وہ ہے جو علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے محبت کرتا ہے۔ میری زندگی میں اور میری زندگی کے بعد بھی۔''

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ ارشاد فرمایا:

''ہمارے اہل بیت کو تو صرف مومن ہی دوست بنا سکتا ہے اور دشمنی منافق بد بخت ہی کر سکتا ہے۔''

حضرات حسنین رضی اللہ عنہم سے محبت:

حضرت عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد محترم کی وساطت سے یہ حدیث مبارک بیان فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام منبر مبارک پر تشریف فرما تھے کہ اسی دوران حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم جو ابھی بچے تھے مسجد نبوی میں آ گئے اور اپنے نانا محترم کی طرف گرتے پڑتے بڑھ رہے تھے۔ اس بات سے بے خبر تھے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام قوم کو خطاب فرما رہے ہیں۔ حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خطبہ بند فرمایا اور منبر مبارک سے نیچے اترے ۔دونوں کو گود میں اٹھایا اور پھر منبر مبارک پر بیٹھ کر اپنے پاس بٹھا لیا اور ارشاد فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے سچ کہا ہے کہ تمہارا اموال اور اولاد فتنہ ہیں یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آزمائش اور ابتلاء کی نشانیاں ہیں۔ میں نے ان بچوں کو گرتا پڑتا دیکھا تو رہ نہ سکا میں نے خطبہ روک دیا اور ان کو اٹھا لیا۔ (محبت و پیار سے)

Marfat.com

خلافت پر اہل بیت کا دعویٰ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد مسلمانوں کو سب سے پہلے جس مسئلے کا سامنا کرنا پڑا وہ خلافت کا مسئلہ تھا۔ یہ مسئلہ بالاتفاق حل نہ ہو سکا بلکہ مختلف طبقات کے درمیان اختلاف کا ایک ذریعہ بن گیا۔ ان میں سے ہر طبقہ اپنے آپ کو خلافت کا جائز مستحق سمجھتا تھا اور اس بارے میں دوسرے کا حق تسلیم کرنے کے لیے تیار نہ تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی میں بطور خود کسی شخص کو اپنے بعد خلافت کے لیے نامزد نہ فرمایا تھا۔ آپ کی وفات کے معاً بعد مسلمانوں کو ایک ایسے وجود کی ضرورت کا احساس ہوا جو حکومت کا انتظام و انصرام ہاتھ میں لے سکے اور ملت اسلامیہ کا شیرازہ بکھرنے نہ دے خلافت کی اہمیت اور ضرورت پر تو تمام مسلمان متفق ہو گئے لیکن خلیفہ کے بارے میں اتفاق نہ ہو سکا۔ انصار کہتے تھے کہ خلیفہ ان میں سے ہونا چاہیے۔ مہاجرین کا کہنا تھا کہ یہ حق اُنہیں ملنا چاہیے۔ بنو ہاشم کا دعویٰ تھا کہ خلافت صرف اہل نسبیت کا حق ہے۔

انصار کی دلیل یہ تھی کہ انہوں نے نہایت آڑے وقت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کی اور آپ کے ساتھ تمام غزوات میں شریک رہے یہاں تک کہ سارا ملک عرب آپ کا مطیع ہو گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی وفات کے وقت اُن سے نہایت خوش تھے۔

انصار کے مقابلے پر مہاجرین اپنے دعوے کی تائید میں یہ دلیل پیش کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سب سے پہلے جو لوگ ایمان لائے وہ مہاجر ہی تھے۔ اُنھوں نے آپ کے ساتھ مکہ میں کافروں کے ہاتھوں شدید ترین مظالم برداشت کیے لیکن

Marfat.com

اُف تک نہ کی وہ تھوڑے تھے لیکن اس کے باوجود اُنھوں نے کبھی صبر کا دامن ہاتھ سے نہ جانے دیا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم قوم اور ہم قبیلہ تھے۔ وہ قریش میں سے ہیں۔ اہل عرب اگر مطیع ہو سکتے ہیں تو صرف اُنھیں کے سامنے اس لیے وہی خلافت کے حق دار ہیں۔

جب انصار کی طرف سے یہ تجویز پیش کی گئی کہ ایک امیر انصار میں سے ہو جائے اور ایک مہاجرین میں سے تو مہاجرین نے اس کی سخت مخالفت کی اور کسی طرح اس تجویز پر راضی نہ ہوئے تھوڑی دیر تک سقیفہ بنی ساعدہ میں بحث ومباحثہ کا بازار گرم رہا۔ آخر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت پر دونوں فریق متفق ہو گئے اور مہاجرین وانصار کے درمیان خلافت کا جھگڑا ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ختم ہو گیا۔

تین گروہ:

امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کے بعد اُمت مسلمہ تین بڑے گروہوں میں منقسم ہو گئی۔ پہلا گروہ اُن لوگوں کا تھا جو شام میں بنو اُمیہ کے گرد جمع ہو گئے تھے اور اُن کی خلافت اور سیادت کو تسلیم کر لیا تھا۔ دوسری جماعت اُن لوگوں کی تھی جو بنو ہاشم کے گرد اکٹھے ہو گئے تھے ان کے سردار حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے ان دونوں کے علاوہ ایک تیسرا گروہ بھی تھا جو مذکورہ بالا دونوں گروہوں کا مخالف تھا' ان دونوں کو دین اسلام سے خارج سمجھتا تھا۔ یہ گروہ خوارج کا تھا۔ ان کا نظریہ یہ تھا کہ خلافت کسی قبیلے یا خاندان کا موروثی حق نہیں بلکہ اس کا انحصار مسلمانوں کے باہمی مشورے پر ہے مسلمان مشورہ کر کے جس شخص کو خلیفہ چن لیں وہی شخص خلافت کا مستحق ہے۔

ان تین گروہوں میں کبھی مفاہمت نہ ہو سکی اور ان کے درمیان مناقشات کا ایک لامتناہی سلسلہ جاری رہا۔ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور یزید کی وفات کے بعد حضرت عبداللہ بن زبیر کی خلافت کا مسئلہ بھی پیدا ہو گیا اور مسلمانوں کے درمیان ایک نئی خانہ جنگی شروع ہو گئی۔ یہ خانہ جنگی کچھ عرصے تک جاری رہی جس میں بالآخر امویوں کو فتح نصیب

Marfat.com

ہوئی اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا۔ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کربلا کے میدان میں شہید کر کے اہل بیت کی خلافت کا دعوے کرنے والوں کو بظاہر خاموش کر دیا گیا لیکن دلوں میں جو آگ سلگ رہی تھی اُسے بجھانا امویوں کے بس کی بات نہ تھی۔ بالآخر اسی آگ نے بھڑک کر بنوامیہ کی سلطنت کو تباہ کر دیا۔

حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان لوگوں میں سے نہ تھے جو خلافت کو عزت اور وجاہت حاصل کرنے کا ذریعہ سمجھتے تھے۔ عامتہ المسلمین نے آپ کی بیعت کرنے پر اصرار کیا اور آپ نے یہ دیکھ کر کہ یزید خلافت کا ہرگز اہل نہیں' اُن کی یہ درخواست منظور کر لی۔ آپ کی بیعت کرنے میں اہل عراق اور بالخصوص اہل کوفہ پیش پیش تھے۔ انہوں نے آپ کو لکھا کہ آپ عراق تشریف لے آیئے۔ ہم ہر طرح آپ کی مدد کریں گے اور اگر دشمن سے لڑنا بھی پڑا تو آپ کے دوش بدوش جنگ میں حصہ لیں گے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا ایک آدمی مزید تحقیق احوال کے لیے کوفہ بھیجا۔ اُس نے وہاں جا کر صورتِ حال کا جائزہ لیا اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لکھ بھیجا کہ واقعی یہاں کے باشندے آپ کے ساتھ ہیں آپ بلا توقف یہاں تشریف لے آئیں۔ چنانچہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے اہل وعیال اور چند ساتھیوں کے ساتھ عراق تشریف لے آئے۔

آپ عراق جا کر اپنے مخالفوں سے جنگ چھیڑنا چاہتے تھے اگر آپ کا مقصد یہی ہوتا تو آپ کبھی اپنے ساتھ اپنے اہل وعیال کو نہ لے جاتے۔ اگر آپ درحقیقت اختلاف اور انشقاق پیدا کرنا چاہتے تھے تو آپ عراق جانے میں اتنی جلدی بھی نہ کرتے بلکہ مکہ ہی میں بیٹھ کر اپنے آدمیوں کے ذریعے سے مملکت اسلامیہ میں (نعوذ باللہ) فتنہ فساد کی آگ بھڑکا کر لوگوں کو بغاوت پر اُکساتے رہتے اور اس طرح اپنا مقصد آسانی اور خوش اسلوبی سے حاصل کر لیتے۔

آپ نے کوفہ کا قصد صرف اس لیے کیا کہ آپ کو یقین تھا' تمام اہل عراق آپ کے ساتھ ہیں۔ اُنھوں نے آپ سے بیعت کر لی تھی اور قسم کھائی تھی کہ ہم ہر حال میں آپ

Marfat.com

کی مدد کریں گے لیکن جب آپ کو راستے میں معلوم ہوا کہ کوفہ والوں نے غداری کی ہے اور وہ آپ کا ساتھ چھوڑ کر ابن زیاد سے مل گئے ہیں تو آپ نے واپس مکہ جانے کا ارادہ کیا اور اپنے مخالفین سے فرمایا۔

"تم نے میری مدد سے دست کشی اختیار کر لی اور میری بیعت توڑ دی اس لیے اب میں تمھیں چھوڑ کر واپس جاتا ہوں کیونکہ میرے لیے یہ مناسب نہیں کہ میں تم جیسے لوگوں کو دوبارہ اپنی بیعت کی دعوت دوں اور تم سے اپنی تائید اور مدد کے لیے درخواست کروں"

اس واقعے سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ امن وامان کے کتنے خواہش مند تھے اور فتنہ فساد سے کس طرح دور رہنا چاہتے تھے۔ اگر آپ کی طرح آپ کا دشمن بھی امن وسلامتی کی راہ اختیار کرتا اور فتنہ فساد سے دور رہتا تو حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ واپس مکہ تشریف لے آتے اور کبھی اپنے مخالفوں سے تعرض نہ کرتے لیکن آپ کے مخالفین کی غرض ہی یہ تھی کہ کسی طرح حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آپ کے ساتھیوں کو شہید کر دیا جائے اور اس طرح یزید کی نظروں میں سرخروئی حاصل کی جائے۔ اس لیے اُنھوں نے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مصالحانہ پیش کش کو ٹھکرا دیا اور کربلا کا واقعہ پیش آیا۔

Marfat.com

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن ابو طالب

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لقب مبارک مرتضیٰ اور اسد اللہ ہے جبکہ آپ کی کنیت ابوتراب اور ابوالحسن ہے۔ آپ کا شجرہ نسب اس طرح سے ہے۔ علی بن ابی طالب بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی۔ آپ کی والدہ ماجدہ کا اسم مبارک فاطمہ بنت اسد بن ہاشم بن عبد مناف ہے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت خانہ کعبہ میں ہوئی تھی۔ آپ کا شمار عشرہ مبشرہ میں ہوتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تیرہ برس کی عمر میں مسلمان ہوئے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مناقب:

یہ غزوہ خیبر کا واقعہ ہے۔ بخاری شریف میں حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا میں کل اس شخص کو جھنڈا دوں گا جس کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ فتح عنایت فرمائے گا وہ شخص اللہ اور اس کے رسول کو دوست رکھتا ہے اور اللہ اور اس کا رسول بھی اس سے راضی ہے۔ ساری رات لوگ اس بارے میں باتیں کرتے رہے کہ جھنڈا کسے دیا جاتا ہے جب صبح ہوئی تو سب لوگ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے ہر ایک کی یہی خواہش تھی کہ جھنڈا اسے دیا جائے۔ جب تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم جمع ہو گئے تو حضور سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا علی بن ابی طالب کہاں ہیں؟ لوگوں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! انہیں آنکھوں میں تکلیف ہے۔ اس لیے خدمت اقدس

Marfat.com

میں حاضر نہیں ہوئے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا نہیں پیغام بھیجو اور انہیں لاؤ۔ جب وہ تشریف لائے تو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی آنکھوں پر اپنا لعاب دھن مبارک لگایا اور ان کے لیے دعا فرمائی تو ان کی آنکھیں فوراً ٹھیک ہوگئیں۔ آپ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جھنڈا مرحمت فرمایا۔ (اور اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھ پر خیبر میں فتح نصیب فرمائی)۔

حضرت ابو ہریرہ' حضرت زید بن ارقم' حضرت براء بن عاذب' حضرت جابر اور حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ''غدیر خم'' کے دن ارشاد فرمایا جس کا میں مولیٰ ہوں اس کا علی مولیٰ ہے' اے اللہ! جو علی سے محبت کرے تو بھی اس سے محبت کر جو علی سے دشمن کرے تو اس سے دشمنی کر۔

عظیم انسان:

حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دو ہجری میں حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے آپ کا نکاح کیا اور فرمایا' اے فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) میں نے تیرا نکاح دنیا اور آخرت کے سردار سے کیا ہے اور وہ میرا پہلا صحابی ہے جو علم میں سب سے بڑھ کر اور حلم میں عظیم انسان ہے۔ ترمذی شریف میں حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے چار آدمیوں سے محبت رکھنے کا حکم دیا ہے اور مجھے یہ خبر بھی دی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ بھی ان سے محبت رکھتا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمیں ان کے نام بتا دیجئے۔ آپ نے ارشاد فرمایا ان میں سے ایک علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ہیں۔

احمد نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی ہے کہ فرماتی ہیں میں نے حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو فرماتے ہوئے سنا کہ جس نے علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو برا کہا اس نے مجھے برا کہا۔

طبرانی نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی ہے کہ حضور نبی کریم

۱۲۵۶۲۸

Marfat.com

علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ جس نے علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو محبوب رکھا اس نے مجھے محبوب رکھا اور جس نے مجھے محبوب رکھا اس نے گویا اللہ تعالیٰ کو محبوب رکھا اور جس نے علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے) سے دشمنی رکھی اس نے گویا مجھ سے دشمنی رکھی اور جس نے مجھ سے دشمنی رکھی اس نے گویا اللہ تعالیٰ سے دشمنی رکھی۔

رشتہ مؤاخات:

ترمذی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ جب حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انصار و مہاجرین میں بھائی چارہ بنایا تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! آپ نے تمام صحابہ کرام کے درمیان مواخات کا رشتہ قائم فرمایا مگر میں یوں ہی رہ گیا۔ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ تم دنیا اور آخرت میں میرے بھائی ہو۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا' میں اللہ کا بندہ ہوں اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بھائی ہوں۔ میرے سوا یہ بات اور کوئی نہیں کہہ سکتا مگر وہ جھوٹا ہوگا۔

ابوتراب:

بخاری شریف میں حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنا نام (یعنی کنیت) ابوتراب بہت پسند تھی اور جب کوئی آپ کو اس نام سے پکارتا تھا تو آپ بہت خوش ہوتے تھے اور آپ کی اس خوشی کا سبب یہ تھا کہ یہ کنیت آپ کو حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عنایت فرمائی تھی۔ اس کنیت کے رکھنے کا واقعہ اس طرح سے ہے کہ آپ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کسی بات پر ناراض ہو کر مسجد میں آکر لیٹ گئے تھے اور آپ کے جسم پر کچھ مٹی لگ گئی تھی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام آپ کو بلانے کے لیے خود مسجد میں تشریف لائے۔ آپ کے جسم سے مٹی

Marfat.com

جھاڑتے ہوئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا' اے ابوتراب (مٹی کے باپ) اٹھو۔ (چنانچہ اسی دن سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کنیت ابوتراب مشہور ہوگئی)۔

غزوہ تبوک کے موقع پر:

بخاری و مسلم میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ غزوہ تبوک میں جب حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مدینہ طیبہ میں رہنے کا حکم دیا تو آپ نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! آپ مجھے یہاں بچوں اور عورتوں پر اپنا خلیفہ بنا کر چھوڑے جاتے ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کیا تم اس بات سے راضی نہیں ہو کہ میں تمہیں اس طرح چھوڑے جاتا ہوں جس طرح موسیٰ علیہ السلام حضرت ہارون علیہ السلام کو چھوڑ گئے تھے۔ بس صرف اتنا فرق ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔

خلافت کا منصب:

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیعت کی چند صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے آپ سے بیعت نہ کی جن میں حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم شامل تھے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو بیعت کرنے پر مجبور نہ کیا۔ جمادی الاخر 36ھ میں حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اپنے ساتھ لے کر مسلمانوں کی ایک جمعیت کے ساتھ مکہ مکرمہ سے ہوتے ہوئے بصرہ پہنچے اور یہاں پہنچ کر حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خون کا مطالبہ کیا۔ جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس بات کی خبر ہوئی تو آپ بھی ان کے پیچھے ایک لشکر لے کر روانہ ہوئے۔ عراق میں دونوں اسلامی لشکروں کی آپس میں لڑائی ہوئی جو کہ جنگ جمل کے نام سے مشہور ہے۔ حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس جنگ میں شہید ہوگئے جبکہ دونوں طرف کے اسلامی لشکروں کے تقریباً تیرہ ہزار مسلمان

Marfat.com

بھی جنگ میں کام آئے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ چند دن بصرہ میں ٹھہرنے کے بعد کوفہ تشریف لے گئے جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آپ کے آنے کی اطلاع ہوئی تو وہ ایک لشکر کے ساتھ نکلے اور صفین کے مقام پر ماہ صفر 37 ہجری میں مسلمانوں کے درمیان خونی معرکہ ہوا۔ کئی دنوں تک لڑائی ہوتی رہی۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لشکر میں تھے۔ انہوں نے اپنے لشکریوں سے کہا کہ وہ قرآن پاک نیزوں پر بلند کریں تاکہ لڑائی کچھ دیر کے لیے رک جائے چنانچہ آپ کے مشورہ سے شامیوں نے ایسا ہی کیا اور لڑائی روک دی گئی۔ پھر دونوں لشکروں کی طرف سے ایک ایک منصف مقرر کیا گیا یعنی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے اور دونوں کے درمیان یہ طے پایا کہ ازرح کے مقام پر آئندہ سال جید صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اکٹھے ہوں گے اور جو بھی اچھائی امت مسلمہ کے بارے میں ہوگی اس پر اتفاق کیا جائے فی الوقت مسلمانوں کو آپس میں لڑنے سے باز رکھا جائے چنانچہ اس معاہدے کے بعد دونوں اسلامی لشکر اپنے اپنے شہروں کی طرف روانہ ہو گئے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوفہ تشریف لے گئے جبکہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ شام کی طرف تشریف لے گئے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب کوفہ میں واپس آئے تو آپ کے ساتھیوں میں سے ایک جماعت جنہیں خارجی کہا جاتا ہے اس معاہدے کی وجہ سے آپ کے خلاف ہو گئے۔ انہوں نے آپ کا ساتھ چھوڑ دیا اور وجہ یہ بیان کی کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کا حکم نہیں ہے یعنی خوارج نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اطاعت سے انکار کر دیا۔ انہوں نے آپ کو اور آپ کے ساتھیوں کو کفر کی طرف منسوب کیا کیونکہ جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مابین تحکیم کا فیصلہ ہوا اور آپ نے اس فیصلہ پر رضامندی کا اظہار کیا تو خوارج کی جماعت اس امر پر راضی نہ ہوئی۔

Marfat.com

خارجیوں کی مخالفت:

خارجیوں نے برملا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ اے علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! آپ نے اللہ کے دین میں لوگوں کو حاکم تسلیم کیا ہے حالانکہ حاکمیت صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے اور قرآن پاک میں ہے "ان الحکم الا اللّٰہ" اس وجہ کی بناء پر خارجیوں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقابلہ پر اپنا ایک لشکر تیار کر لیا۔ خارجیوں نے اصل میں مسلمانوں کے اتحاد کو پارہ پارہ کرنے اور آپس میں جھگڑے فساد کا بیج بونے میں کوئی کسر نہ چھوڑی تھی۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان خارجیوں کے باغیانہ رویے کے باوجود تحمل سے کام لیا اور اپنے چند ساتھیوں کے ہمراہ ان کے پاس گئے اور انہیں اپنے رویے پر نظر ثانی کرنے کے لئے کہا مگر وہ لوگ اپنی ضد پر اڑے رہے اور جنگ وجدال کے سوا کسی بھی بات پر رضامندی ظاہر نہ کی اور موضع بحرورا میں اپنا لشکر اکٹھا کر لیا تاکہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لڑائی کریں۔

خارجیوں سے جنگ:

موقع کی نزاکت کو دیکھتے ہوئے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خارجیوں کو سبق سکھانے کے لیے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سرکردگی میں ایک لشکر روانہ کیا۔ طرفین میں زبردست جنگ ہوئی جنگ کے بعد کچھ لوگ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لشکر میں آ گئے جبکہ ان خارجیوں کی اکثریت شکست کھا کر نہروان چلی گئی۔ یہ لوگ بدستور اپنے عقیدے پر ڈٹے رہے۔ نہروان پہنچ کر انہوں نے لوٹ مار کی کارروائیاں کرنا شروع کر دیں جب یہ لوگ حد سے بڑھ گئے تو بالآخر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نہروان میں پہنچ کر ان سے جنگ کی اور ان کو شکست فاش دی۔ اس جنگ میں خارجیوں کی بہت بڑی تعداد ماری گئی۔ ان میں سے چند لوگ باقی بچے ان کو عبدالرحمٰن بن ابی ملجم مرادی نے جمع کر کے ایک سازش تیار کی جس کا ذکر آگے آئے گا۔

38ھ میں معاہدہ کے مطابق اذرح کے مقام پر حضرت ابوموسیٰ اشعری اور

Marfat.com

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اکٹھے ہوئے اور زبانی طور پر اس معاملے میں بحث مباحثہ ہوا۔ حضرت عمرو بن العاص نے اپنے زور خطابت سے کام لیتے ہوئے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قائل کرلیا چنانچہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلافت کے منصب سے معزول کردیا۔ اس کے ساتھ ہی حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلافت پر فائز کر کے ان سے خلافت پر بیعت کرلی۔

بہت سے لوگوں نے اس فیصلے پر زبردست اختلاف کیا۔ کچھ لوگ اِدھر ہوگئے کچھ اُدھر ہوگئے۔ بہت سے لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہی خلیفہ تسلیم کیا اور بدستور آپ کی خلافت کو قائم رکھنے کے لیے آواز بلند کی۔

خوارج کی سازش اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت:

جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خارجیوں کو شکست دی۔ بہت سے خارجی مارے گئے جبکہ ان میں سے جو لوگ باقی بچے انہوں نے ایک سازش تیار کی جو یہ تھی کہ حضرت علی، حضرت امیر معاویہ اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو قتل کردیا جائے تاکہ جن افراد کی وجہ سے یہ نوبت آئی ہے ان کا قصہ ہی ختم ہوجائے۔ خارجیوں کا یہ گروہ مکہ مکرمہ میں بیٹھ کر سازش کے عملی پہلوؤں کا جائزہ لینے کے لیے جمع ہوگیا ان لوگوں نے جید صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے قتل کے لیے تین بدبختوں کو تیار کیا۔ ان میں سے عبدالرحمٰن بن ملجم کے ذمہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قتل کرنا تھا جبکہ عمرو بن بکیر کے ذمہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قتل تھا اور برک نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قتل کرنے کا عہد کیا۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قتل کرنے کے ارادے سے ابن ملجم کوفہ پہنچا اس نے ایک ہزار درہم سے تلوار خریدی اور اسے زہر میں ڈبو کر تیز کیا اس نے کوفہ پہنچ کر دوسرے خارجیوں سے بھی رابطہ قائم کیا اور انہیں بتایا کہ وہ کس مقصد کے لیے آیا ہے اور

Marfat.com

اس نے کہا کہ وہ سترہ رمضان المبارک 40ھ کو جمعہ کی شب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کردے گا۔

ابن ملجم بد بخت کوفہ میں رہ کر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بھی آیا جایا کرتا تھا اور اس دوران حالات کا جائزہ لیتا رہتا تھا۔ آپ سے سوال بھی کرتا اور کئی چیزیں ضرورت کی مانگ بھی لیا کرتا تھا جو کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسے دے دیا کرتے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کسی نے کہا کہ ابن ملجم اپنی تلوار کو زہر آلود کررہا ہے اور کہتا ہے کہ وہ بہت جلد اس تلوار سے قتل کرے گا جسے لوگ یاد کریں گے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے بلوایا اور اس سے پوچھا کہ تو نے اپنی تلوار کو زہر آلود کیوں کیا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ اپنے اور آپ کے دشمن کے لیے۔ یہ جواب سن کر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے جانے دیا اور ارشاد فرمایا کہ ابھی تک اس نے مجھے قتل نہیں کیا (یعنی ابھی اس نے جرم کا ارتکاب ہی نہیں کیا تو پھر اسے سزا کیسی)۔

یہ سترہ رمضان المبارک 40ھ کی سحر کا واقعہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیدار ہوکر حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ رات میں نے خواب میں حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت کی تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! میں نے آپ کی امت سے بہت زحمت اٹھائی ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ ان پر اللہ تعالیٰ سے دعا کریں چنانچہ میں نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ اقدس میں اس طرح دعا کی کہ اے اللہ! تو مجھے ان لوگوں کے بدلے اچھے لوگ بدل دے اور ان کے لیے میرے بدلے وہ شخص بدل دے جو مجھ سے بدتر ہو۔

روایات میں آتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابھی اپنا خواب حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیان فرما ہی رہے تھے کہ اسی اثناء میں ابن نباح موذن تشریف لائے اور آپ سے نماز پڑھانے کے لیے عرض کیا۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز پڑھانے کی غرض سے اپنے گھر سے نکلے۔ راستے میں آپ اپنی عادت کے مطابق لوگوں کو

Marfat.com

آوازیں دے کر نماز کے لیے جگاتے جاتے تھے۔ راستے میں ابن ملجم نے اچانک آپ پر تلوار سے بھرپور وار کیا جو کہ آپ کی پیشانی پر پڑا اور تلوار دماغ پر جا کر رک گئی۔ یہ صبح کی نماز کا وقت تھا لوگ نماز کی ادائیگی کے لیے مسجد کی طرف جا رہے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر اس اچانک حملے کو دیکھ کر چاروں طرف سے لوگ بھاگے ہوئے آئے۔ ابن ملجم بدبخت کو گھیرے میں لے لیا اور اسے قابو میں کر لیا۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لگنے والا زخم بہت کاری تھا۔ حضرت عبداللہ بن مالک فرماتے ہیں کہ جس دن حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ زخمی ہوئے تو چند اطباء کرام جمع ہوئے ان میں سب سے بڑا طبیب اثیر بن عمرو سکولی تھا جو کسریٰ کا خاص طبیب تھا اور اس کا علاج کیا کرتا تھا اس نے اپنے تجربہ کے مطابق حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زخم کا بغور معائنہ کرنے کے بعد کہا' اے امیر المومنین! مجھے یہی سمجھ آتی ہے کہ آپ اس زخم سے بچ نہیں سکیں گے۔ روایات میں آتا ہے کہ ایسا ہی ہوا اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جمعہ اور ہفتہ تک حیات رہے اور اتوار کی شام اس فانی دنیا سے کوچ فرما گئے۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب ابن ملجم بدبخت کو دیکھا کرتے تھے تو فرماتے کہ میں اس کی زندگی چاہتا ہوں اور وہ میرے قتل کا ارادہ کرتا ہے اور بکثرت یہ فرمایا کرتے تھے کہ بدبخت اس بات کا منتظر ہے کہ وہ (میری) داڑھی کو سر کے خون سے رنگے۔ طبری نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ ساری دنیا میں دو شخص سب سے زیادہ بدبخت ہیں ایک وہ جس نے حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کو ہلاک کیا تھا دوسرا وہ جو تمہارے سر پر تلوار مارے گا۔ پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنا دست اقدس سر مبارک پر رکھا اور فرمایا حتیٰ کہ داڑھی کو سر کے خون سے رنگ دے گا۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت امام حسن' حضرت امام حسین اور حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے آپ کو غسل دیا جبکہ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ شہادت کے وقت حضرت علی رضی اللہ

Marfat.com

تعالیٰ عنہ کی عمر مبارک تریسٹھ برس تھی۔ بعض نے چونسٹھ برس بیان کی ہے جبکہ بعض کا کہنا ہے کہ عمر مبارک 65 سال تھی۔ بعض کے نزدیک 57 برس اور بعض کے نزدیک 58 سال تھی۔ (واللہ اعلم بالصواب)۔

مؤرخین کی غلطی:

مؤرخین نے صریح غلطی سے کام لیتے ہوئے خلافت کے دائرے کو نہایت وسیع کر دیا اُن بادشاہوں کو بھی خلیفہ کا لقب دے دیا جو خلفائے راشدین کے بعد بنوامیہ اور بنو عباس میں ہوئے خلافت کے لیے ضروری ہے کہ وہ مسلمانوں کے باہمی مشورے سے طے پائے اور صرف اس شخص کو تفویض کی جائے جو تقوئی اور طہارت کے اعلیٰ معیار پر پہنچا ہوا ہو۔ وہ عدل انصاف کو قائم رکھے' کسی شخص کی ناجائز رعایت کا اُس کے دل میں خیال تک نہ آئے وہ مملکت کے خزانے کو اپنا مال نہ سمجھے بلکہ رعایا کا مال خیال کرے اور اسے اسی کے فائدے کے لیے خرچ کرے۔ اس کا ہر عمل اس بات کا آئینہ دار ہو کہ وہ انتہائی مخلص' صادق اور عدل وانصاف کے تقاضوں کو بخوبی پورا کرنے والا ہے۔

ان امور کو مدنظر رکھتے ہوئے جب ہم شاہان بنوامیہ کو دیکھتے ہیں تو ان میں کوئی خوبی بھی ایسی نہیں پائی جاتی جس کی بنا پر انہیں خلیفہ کے مقدس خطاب سے نوزا جا سکے۔ انھوں نے خلافت مسلمانوں کے باہمی مشورے سے حاصل نہ کی بلکہ دیگر بادشاہوں کی طرح موروثی حاصل کی جو باپ کے بعد بیٹے کی طرف اور بھائی کے بعد بھائی کی طرف منتقل ہو رہی ہے۔ سیاست کا جو راستہ انہوں نے اپنے لیے متعین کیا تھا اور اُس راستے سے بالکل مختلف تھا جس پر خلفاء راشدین گامزن تھے۔

شخصی حکومت کی بنیاد:

شخصی حکومت کی بنیاد سب سے پہلے امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رکھی اور اس کے خطوط بھی اُنہیں نے متعین کیے' حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مخالفت بھی اسی سیاست کا نتیجہ تھی جو امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے لیے

Marfat.com

اختیار کی تھی۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جو دنیاوی کامیابی حاصل ہوئی وہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نصیب نہ ہوسکی۔ قبائل عرب کی بڑی تعداد نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو چھوڑ کر امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اطاعت قبول کر لی حالانکہ امام الوقت اور خلیفہ المسلمین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی تھے اس کی وجہ تھی کہ اسلامی فتوحات کی کثرت اور مغلوب قوموں کی ساری دولت عرب کے خزانوں میں منتقل ہونے کے بعد یہ قبائل عیش و آرام کی زندگی گزارنا اور رنگ رلیوں میں وقت صرف کرنا چاہتے تھے لیکن ان کی خواہشوں اور ارادوں کے راستے میں سب سے بڑی روک حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ عیش و آرام سے وہ کوسوں دور بھاگتے تھے اور رنگ رلیوں سے انہیں کسی قسم کا واسطہ نہ تھا۔ وہ انتہائی محنتی شخص اور بڑے منصف مزاج حاکم تھے۔ اُن کا بڑا مقصد حق اور انصاف کی اعلیٰ روایات قائم کرنا تھا۔ کوئی ضعیف اور کمزور شخص آپ کی عدالت سے اپنا حق لیے بغیر واپس نہ جاتا تھا اور کسی بڑے آدمی کی مجال نہ تھی کہ وہ اپنی بڑائی کی وجہ سے کسی بدعنوانی کا مرتکب ہو سکے۔ آپ کا یہ سلوک صرف دوسروں ہی سے نہ تھا بلکہ اپنے بیٹوں رشتہ داروں، مددگاروں اور دوستوں سے بھی یہی سلوک تھا۔ آپ کے سگے بھائی عقیل کا واقعہ کون نہیں جانتا۔ جب اُنہوں نے بیت المال سے کچھ مال جس پر اُن کا حق نہ تھا مانگا تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صاف انکار کر دیا۔ اس پر وہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو چھوڑ کر امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جا ملے اُنھوں نے عقیل کو تین لاکھ دینار دینے کا حکم دیا اس موقع پر عقیل نے اپنا یہ مشہور فقرہ کہا۔

"ان اخی خیرلی فی دینی   ومعاویته خیر لی فی دنیای"

(دینی لحاظ سے میرے لیے میرا بھائی سب سے بہتر ہے اور دنیوی لحاظ سے میرے لیے معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہتر ہے)

اوصاف وکمالات:

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تقویٰ و طہارت میں اسلام کا مکمل نمونہ، احکام

Marfat.com

شریعت کے حد درجہ پابند اور دینی لحاظ سے انتہائی بلند مرتبہ شخص تھے۔ فقہ اور دینی امور میں آپ کو کمال حاصل تھا۔ آپ کے ہر عمل میں خواہ وہ حکومت سے تعلق رکھتا ہو یا جنگوں سے 'دینی پہلو غالب رہتا تھا۔ آپ دینوی خواہشات کو کبھی حق وانصاف پر غالب نہ آنے دیتے تھے شہوات نفسانی سے دور بھاگتے تھے اور حرص ولالچ کبھی آپ کے پاس بھی نہ پھٹکتی تھی۔ لیکن ایک سیاست دان کو جن ہتھیاروں کی ضرورت ہوتی ہے وہ آپ کے یہاں موجود نہ تھے۔ سیاست نام ہے جھوٹ اور فریب کا اور کامیاب سیاست دان وہی ہو سکتا ہے جو ہر جائز و ناجائز حربہ استعمال کر کے مخالف کو زیر کر سکے۔ لیکن حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں یہ بات کہاں تھی؟ آپ ایک دینی مصلح تھے۔ دنیا کا ہر کام وہ اللہ کی رضا کے لیے کرتے تھے' بندوں کی خوشنودی کے لیے نہیں۔ آپ کے اخلاق کی بہترین تصویر وہ ہے جو عدی بن حاتم نے امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے ان الفاظ میں کھینچی تھی:

''علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حق وانصاف پر مبنی بات کہتے ہیں اور جو فیصلہ دیتے ہیں وہ قطعی اور عدل وانصاف پر مبنی ہوتا ہے۔ حکمت اُن کے پہلوؤں سے اور علم اُن کے چاروں اطراف سے پھوٹ کر نکلتا ہے۔ دنیا اور اس کی خوش نمائی سے اُنہیں وحشت اور گھبراہٹ ہوتی ہے۔ رات کی تاریکی میں اُنہیں سکون ملتا ہے وہ بے انتہا آنسو بہانے والے اور بے حد غور فکر کرنے والے آدمی ہیں۔ تنہائی میں اپنے نفس کا محاسبہ کرتے ہیں۔ سادہ لباس اور روکھی سوکھی روٹی کے دلدادہ ہیں۔ اپنے لیے کوئی اعزاز پسند نہیں کرتے۔ لوگوں سے ملتے تو عام آدمی کی طرح ملتے۔ اہل دین کی بڑی تعظیم کرتے ہیں مساکین سے محبت کرتے ہیں۔ کوئی بڑا آدمی کسی کمزور پر ظلم کر کے آپ کی سزا سے نہیں بچ سکتا اور کوئی ضعیف اور کمزور آدمی آپ کے انصاف سے مایوس نہیں ہوتا واللہ! میں نے انھیں ایک رات مسجد میں دیکھا۔ رات خاصی بیت چکی تھی مگر وہ محراب میں کھڑے تھے۔ اُن کی آنکھوں سے آنسو گر کر داڑھی کو تر کر رہے تھے۔ اُن کی بے قراری کی کوئی حد نہ تھی۔ وہ کسی انتہائی غمگین وحزین انسان کی مانند رو رہے تھے اور کہہ رہے تھے اے دنیا! کیا تو میرے قریب آسکتی ہے؟ ہرگز نہیں میں نے تجھے تین طلاقیں دے دیں۔ اب تو میرے پاس کسی

Marfat.com

طرح راہ نہیں پا سکتی۔

قوت فیصلہ کی مضبوطی:

جس طرح آپ ہر وقت اپنے نفس کے محاسبے میں لگے رہتے تھے اسی طرح آپ اپنے کارندوں کا بھی سختی سے محاسبہ کرتے تھے اسی وجہ سے اُن میں سے بیشتر آپ سے ناراض ہو کر آپ کی مدد سے دست کش ہو گئے۔ ان لوگوں میں مصلقہ بن ھبیرہ شیبانی اور آپ کے چچیرے بھائی عبداللہ بن عباس مشہور ہیں شروع میں یہ دونوں آپ کے بڑے حامیوں اور مددگاروں میں سے تھے لیکن بعد میں آپ کی حمایت سے علیحدہ ہو گئے۔ اسی طرح آپ نے حضرت زبیر اور حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی ناراض کر لیا تھا۔ حالانکہ اگر آپ کچھ نرمی سے کام لیتے تو انہیں اپنے ساتھ رکھ سکتے تھے۔ ابن عباس اور مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کو مشورہ دیا کہ آپ معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقرر کیے ہوئے دوسرے کارندوں کو اُس وقت تک بدستور اُن کے عہدوں پر برقرار رکھیں جب تک وہ آپ کی بیعت نہ کر لیں اور موجودہ شورش واضطراب ختم ہو کر امن وسکون کی حالت پیدا نہ ہو جائے' اس کے بعد آپ جسے چاہیں معزول کر دیں اور جسے چاہیں برقرار رکھیں۔ لیکن آپ نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا اور فرمایا۔

''نہ میں دین کے راستے میں رکاوٹ پیدا کروں گا اور نہ اپنے معاملات میں کسی بے راہ روی کا روادار ہوں گا۔''

ان دونوں نے کہا ''اگر آپ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقرر کیئے ہوئے عمال کو برطرف ہی کرنا چاہتے ہیں تو کم از کم معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو باقی رہنے دیں کیونکہ معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طاقت بڑی زبردست ہے اور اہل شام ان کے پوری طرح مطیع ہیں۔ اس میں آپ کے لیے کسی اعتراض کی گنجائش بھی نہیں کیونکہ آپ سے پہلے عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن الخطاب انہیں شام کا عامل مقرر کر چکے ہیں۔''

لیکن حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں برقرار رکھنے سے صاف انکار کر دیا

Marfat.com

اور فرمایا:

''واللہ! میں دو دن کے لیے بھی معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو برسر اقتدار نہ رہنے دوں گا۔''

مخالفین پر مہربانی:

فریب کاری اور حیلہ جوئی کو آپ کے مذہب میں مطلق دخل نہ تھا ہمیشہ حق بات کہتے تھے اور اس بات کی پرواہ نہ کرتے تھے کہ کوئی ناراض ہوتا ہے یا خوش ایک خطرناک جنگ کے بعد، جس میں آپ کے لشکر نے مخالفین کو شکست فاش دے دی' آپ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا:

''خبردار دشمنوں میں سے کسی کو قیدی نہ بنانا کسی زخمی پر ہاتھ نہ اٹھانا اور کسی کا مال نہ چھیننا۔''

آپ کے لشکر نے ان ہدایات پر پوری طرح عمل کیا نہ کسی کو قیدی بنایا نہ کسی زخمی پر ہاتھ اٹھایا اور نہ کسی کا مال چھینا۔ جب آپ سے ایک شخص نے دریافت کیا کہ امیر المومنین جب آپ نے اُنہیں قیدی بنانے اور اُن کا مال لینے سے منع فرما دیا ہے' پھر ہمارے لیے ان لوگوں سے لڑنا کس طرح جائز ہوا؟ تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب میں فرمایا۔

''موحدین اور کلمہ گویوں کو نہ قیدی بنایا جا سکتا ہے اور نہ اُن کے اموال سے کسی قسم کی غنیمت حاصل کی جا سکتی ہے۔ البتہ اگر وہ سرکشی کریں تو اُن سے لڑنا جائز ہے اس لیے تم ان باتوں کو' جن کا تمھیں پتا نہیں' چھوڑ دو اور جو کچھ تمہیں حکم دیا گیا ہے اس پر کاربند رہو

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اپنے دشمنوں پر مہربانی کی ایک نہیں سینکڑوں مثالیں موجود ہیں صفین میں جہاں آپ کی فوجوں کی مڈبھیڑ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فوجوں سے ہوئی تھی' امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فوجوں نے پانی پر قبضہ کر لیا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فوج کو پانی لینے کی اجازت دینے سے صاف انکار کر دیا تھا۔ لیکن جب بعد میں پانی پر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فوجوں کا قبضہ ہو گیا تو آپ نے امیر

Marfat.com

معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرح اُن کی فوج کو پانی لینے سے نہ روکا بلکہ اجازت دے دی کہ جو چاہے دریا سے پانی لے سکتا ہے۔

ایک مرتبہ آپ کو یہ خبر ملی کہ حجر بن عدی اور عمرو بن الحمق امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو برا بھلا کہتے اور اہل شام پر لعن طعن کرتے ہیں تو آپ نے ان دونوں کو بُلا بھیجا اور ان سے اس حرکت کا سبب پوچھا انہوں نے کہا۔

''یا امیر المومنین! کیا ہم حق پر اور وہ باطل پر نہیں؟''

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا بے شک ہم حق پر ہیں لیکن مجھے یہ بات سخت ناپسند ہے کہ تمھارا شمار گالیاں دینے والوں اور لعنت ملامت کرنے والوں میں کیا جائے تم لعنت ملامت کرنے کی بجائے یہ دعا کرو کہ اے اللہ! ہمارے درمیان جو خون ریزی ہو رہی ہے اسے بند کر دے۔ ہمیں آپس میں صلح صفائی سے رہنے کی توفیق عطا فرما۔ انہیں ہدایت دے کہ وہ جہالت چھوڑ کر حق کی طرف متوجہ ہوں۔ اور سرکشی کی راہ ترک کر کے صراط مستقیم پر گام زن ہو جائیں۔''

محاسبے کی کیفیت:

ان تمام باتوں کے علاوہ آپ اپنے نفس اور اپنے عمال کا محاسبہ کرنے میں بھی بڑی سختی سے کام لیتے تھے۔ جہاں تک اپنے نفس کا محاسبہ کرنے کا سوال ہے اس میں کسی کو مطلق شبہ نہیں ہو سکتا' عمال کے محاسبے کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ آپ کے دو ممتاز عامل' مسقلہ بن ہبیرہ شیبانی اور یزید بن حجمہ تمیمی آپ کی سخت گیری کی تاب نہ لا کر آپ کو چھوڑ کر امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مل گئے۔ یزید بن حجمہ کو آپ نے رے کا حاکم بنایا تھا۔ اُس نے خراج کے بیس ہزار درہم غبن کر لیے۔ جب آپ کو غبن کا پتہ چلا تو آپ نے اُسے طلب فرمایا اور پوچھا:

''جو مال تو نے غبن کیا ہے وہ کہاں ہے؟''

اُس نے جواب میں کہا ''میں نے کوئی غبن نہیں کیا۔''

Marfat.com

اس پر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُسے دُرّوں سے مارا اور قید کر دیا۔ وہ کسی طرح قید سے نکل کر امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس جا پہنچا۔ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کی بڑی خاطر داری کی اور اُس کی جو تنخواہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مقرر کر رکھی تھی وہی شام میں مقرر کر دی یزید جمہ مدت دراز تک امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس شام میں رہا۔ جب امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عراق فتح کیا تو وہ بھی ساتھ تھا۔ اُنھوں نے اُسے عراق کا حاکم بنا دیا۔

مندرجہ بالا حالات و واقعات بیان کرنے سے ہمارا مقصد اس سیاست کا چہرہ دکھانا تھا جس پر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ گامزن تھے۔ ان امور سے پتا چلتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی سیاست اور عادات واطوار کے لحاظ سے واقعی اس قابل تھے کہ آپ کو خلافت کی ذمہ داریاں سونپی جاتیں اور سلطنت کی نگہداشت آپ کے سپرد کی جاتی۔

Marfat.com

حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت باسعادت مدینہ منورہ میں ہجرت کے تیسرے سال نصف رمضان المبارک کو ہوئی آپ کی کنیت ابومحمد اور لقب تقی اور سید ہے۔

ولادت باسعادت کے ساتویں دن حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آپ کا عقیقہ کیا اور ایک مینڈھا ذبح فرمایا اور اسی دن آپ کے سر کے بال مبارک اتارے گئے اور حضور سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق بالوں کے وزن کے برابر چاندی صدقہ کی گئی۔ آپ کا اسم مبارک حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حسن (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) رکھا کہا جاتا ہے کہ اس سے پہلے کسی کا نام بھی یہ نہیں تھا۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بہت زیادہ مشابہت رکھتے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سینہ اطہر سے سر مبارک تک حسن (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مشابہہ تھے۔ (بخاری شریف)

سب سے زیادہ محبت:

حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شمار حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اہل بیت میں ہوتا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ کسی شخص نے حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پوچھا کہ یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! آپ کو اپنے اہل بیت میں سب سے زیادہ محبت کس سے ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا حسن اور حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) سے۔ (ترمذی شریف)

Marfat.com

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیشن گوئی:

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ فرماتے ہیں۔ میں نے حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو منبر پر اس طرح جلوہ افروز پایا کہ آپ کے پہلو میں حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف فرما تھے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کبھی تو لوگوں کی طرف دیکھتے اور کبھی حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف اور ارشاد فرماتے کہ میرا یہ بیٹا سید ہے۔ اس کی وجہ سے مسلمانوں کی دو جماعتوں کے اختلافات ختم ہوں گے اور مسلمانوں میں صلح ہو گی۔ (بخاری شریف)

اہل کوفہ کی بیعت:

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مبارک بہت جلد پورا ہو گیا۔ جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہو گئے تو تقریباً چالیس ہزار افراد نے حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی اور عہد کیا کہ مرنے تک آپ کی بیعت سے پیچھے نہیں ہٹیں گے وہ سب لوگ امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے انتہائی تابعدار تھے۔

سب سے پہلے حضرت قیس ابن سعد نے حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دست مبارک پر بیعت کے لیے اپنا ہاتھ بڑھایا اس کے بعد دیگر لوگوں نے بھی مختلف اوقات میں آ کر بیعت کی بیعت کے وقت حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ لوگوں سے یہ اقرار لیتے تھے کہ:

> ''میرے حکم پر عمل کرنا' میں جس سے جنگ کروں تم بھی جنگ کرنا اور میں جس سے صلح کروں اس سے تم بھی صلح کرنا۔''

بیعت کے ان الفاظ سے اہل کوفہ باہم سرگوشیاں کرنے لگے کہ ان کا ارادہ جنگ کرنے کا نہیں معلوم ہوتا۔ اہل کوفہ کو اپنی اس بات کو ایک دوسرے کے ساتھ کرنے کا موقع اس وقت ملا جب حضرت قیس بن سعد نے حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دست مبارک پر بیعت کے لیے اپنا ہاتھ بڑھایا تو کہا کہ میں قرآن حکیم اور سنت رسول اللہ صلی اللہ

Marfat.com

تعالیٰ علیہ وسلم نیز ملحدین سے جہاد کرنے پر بیعت کرتا ہوں۔ اس پر حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے فرمایا کہ قتال و جہاد وغیرہ سب کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ میں شامل ہیں ان کے الگ نام لینے کی ضرورت نہیں۔

جنگ کا خطرہ:

حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس جواب سے اہل کوفہ شبہ میں مبتلا ہو گئے کہ آپ کا ارادہ جنگ کرنے کا نہیں ہے۔ دوسری طرف حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس سے قبل اہل شام سے بیعت خلافت لے چکے تھے مگر اب دوبارہ تجدید بیعت کے لیے سرگرم تھے اس کام سے فارغ ہو کر تقریباً ساٹھ ہزار کے لشکر کے ساتھ دمشق سے کوفہ کی طرف بڑھے اور چونکہ ان کو حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سرگرمیوں کے بارے میں تمام خبریں پہنچ رہی تھیں اس لیے حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس پیغام بھیجا کہ صلح جنگ سے بہتر ہے اور مناسب یہی ہے کہ آپ مجھے خلیفہ وقت تسلیم کر لیں اور میرے ہاتھ پر بیعت کر لیں۔

حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے لشکر کی پیش قدمی کا سنا تو چالیس ہزار کے لشکر کے ساتھ کوفہ سے باہر نکلے اور نہائیت تیزی سے سفر کرتے ہوئے جب مقام دیر عبدالرحمٰن میں پہنچے تو جناب قیس بن سعد کو بارہ ہزار کا لشکر دے کر مقدمۃ الجیش کے طور پر آگے بڑھنے کا حکم دیا۔ ساباط مدائن میں پہنچ کر لشکر نے پڑاؤ ڈالا تو کسی نے یہ افواہ اُڑا دی کہ جناب قیس بن سعد قتل کر دیئے گئے ہیں۔ اس مقام پر حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک دن قیام کیا تا کہ سواری کے جانوروں کو آرام کرنے کا موقع مل جائے۔ اس جگہ پر آپ نے اپنے لشکر کے لوگوں سے خطاب کیا اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کے بعد فرمایا'

''لوگو! میرے ہاتھ پر تم نے اس شرط پر بیعت کی ہے کہ خواہ صلح ہو یا جنگ تم میری متابعت کرو گے۔ میں اللہ رب العزت کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ مجھے کسی سے بغض و

Marfat.com

عداوت نہیں۔ مشرق سے مغرب تک ایک شخص بھی مجھے ایسا نظر نہیں آتا کہ میرے دل میں اُس کی طرف سے رنج و ملال اور نفرت و کراہت ہو' اتفاق و اتحاد' محبت و سلامتی اور صلح و اصلاح کو میں نا اتفاقی اور دشمنی سے بہر حال بہتر خیال کرتا ہوں۔''

حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس خطاب کو سن کر منافقین اور خوارج کی ایک بہت بڑی تعداد نے مخالفت کی آواز بلند کر دی جس سے لشکر میں ہلچل مچ گئی کچھ لوگ حصرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خیمے میں گھس گئے اس پر ہر جانب افراتفری پھیل گئی لوگوں نے آپ کے خیمے میں لوٹ مار شروع کر دی اور ہر چیز لوٹ کر لے گئے آپ کو لباس سے پکڑ کر بھی بہت سے لوگوں نے کھینچا جس سے آپ کا لباس مبارک تار تار ہو گیا حتیٰ کہ آپ کے کاندھے پر سے چادر بھی چھین کر لے گئے۔

امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر حملہ:

صورت حال کی نزاکت کا احساس کرتے ہوئے حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ فوری طور پر اپنے گھوڑے پر سوار ہوئے اور قبیلہ ربیعہ اور ہمدان کو آواز دی ان قبیلوں کے لوگ آپ کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے چاروں طرف سے آ کر آپ کی حفاظت کے لیے مستعد ہو گئے اور شر پسندوں کو مار بھگایا۔ اس کے بعد آپ مدائن کی طرف روانہ ہوئے اثنائے راہ میں ایک خارجی جراح بن قبیصہ نے موقع تاک کر آپ پر خنجر یا نیزہ سے وار کیا جس سے آپ کی ران پر گہرا زخم آیا آپ کو اُٹھا کر مدائن کے سفید محل میں لایا گیا جسے قصرا بیض کہا جاتا تھا یہ ایک وسیع اور محفوظ مکان تھا آپ اس مکان میں مقیم ہو گئے۔ جراح بن قبیصہ خارجی کو عبداللہ بن فلیان اور عبداللہ بن حنظل نے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ مدائن میں حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زخم کا علاج جراحوں سے کرایا گیا جس سے زخم جلد ہی اچھا ہو گیا۔

صلح کے لیے کوشش:

اس دوران حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے جناب قیس بن سعد

Marfat.com

بارہ ہزار کے لشکر کے ساتھ مقام انبار تک پہنچ چکے تھے اور وہاں پر مقیم تھے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی دوسری طرف سے روانہ ہو کر وہاں پہنچ گئے تھے اور ان کا محاصرہ کر لیا تھا۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عبداللہ بن عامر کو ایک لشکر کے ساتھ مقدمۃ الجیش کے طور پر مدائن کی طرف روانہ کیا تا کہ وہ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو صلح کے لیے آمادہ کریں۔ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے لشکر کے معاملات واختلافات دیکھ کر صورت حال کا ادراک کر کے پہلے ہی صلح کا ارادہ کر چکے تھے۔ اس خط میں واضح کیا گیا تھا کہ میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں خلافت سے دستبردار ہوتا ہوں لیکن شرط یہ ہے کہ مدینہ منورہ، حجاز اور عراق کے باشندوں سے مزید کوئی ٹیکس نہیں لیا جائے گا بلکہ صرف وہی ٹیکس وصول کیا جائے گا جو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ سے لیا جا رہا ہے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس شرط کو فوری طور پر منظور کر لیا مگر ایک شرط اپنی بھی رکھی کہ میں دس اشخاص کو امن نہیں دوں گا۔ امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس شرط کو قبول نہ کیا اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دوبارہ خط لکھا اور اس معاملے میں اپنا موقف ظاہر کیا۔ اس پر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا کہ میں نے قسم کھائی ہے کہ اگر میں قیس بن سعد پر کامیاب ہو گیا تو اس کی زبان اور ہاتھ کاٹ دوں گا۔ امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا کہ اگر آپ حضرت قیس بن سعد سے کوئی مطالبہ کریں گے تو پھر میں ہرگز آپ کی بیعت نہیں کروں گا چنانچہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک سفید کاغذ حضرت امام حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف اس پیغام کے ساتھ بھیجا کہ آپ جو چاہتے ہیں اس پر لکھ دیں مین لکھے ہوئے پر پابند رہوں گا۔ اس پر دونوں فریقین صلح پر آمادہ ہو گئے اور مندرجہ ذیل شرائط آپس میں طے ہوئیں کہ فی الوقت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلافت کے منصب پر فائز کیا جاتا ہے لیکن شرط یہ ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے انتقال کے بعد خلافت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے ہوگی۔ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذمہ جو قرض ہے اس کی تمام تر ادائیگی امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کریں گے۔ اس کے

Marfat.com

علاوہ مدینہ منورہ، حجاز اور عراق والوں سے کسی چیز کا مطالبہ نہ کیا جائے گا۔ ان شرائط کو حضرت امام حسن اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے قبول کر لیا اور مسلمانوں کی دونوں جماعتوں کے مابین صلح ہوگئی۔

خلافت سے دستبرداری اور صلح کی شرائط:

ایک روایت میں آتا ہے کہ عبداللہ بن عامر جن کو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک لشکر کے ساتھ مدائن کی طرف روانہ کیا تھا مدائن کے نزدیک پہنچے تو حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے وفادار ساتھیوں کے ایک لشکر کے ہمراہ مقابلے کے لیے نکلے عبداللہ بن عامر نے جب اس لشکر کو مقابلے کے لیے بڑھتے ہوئے دیکھا تو قریب پہنچ کر اہل عراق سے مخاطب ہوا کہ میں ہرگز لڑنے کے لیے نہیں آیا ہوں۔ میں امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے بھیجا گیا ہوں جبکہ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک بڑے لشکر کے ساتھ انبار میں مقیم ہیں۔ تم لوگ امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں میرا سلام پہنچاؤ اور عرض کرو کہ عبداللہ آپ کو اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر کہتا ہے کہ لڑائی کے ارادے سے باز آجائیں تاکہ ہلاکت وخونریزی سے بچ سکیں۔

امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ بات سن کر واپس مدائن میں چلے آئے اور عبداللہ بن عامر کے پاس پیغام بھیجا کہ میں امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ صلح کرنے اور خلافت سے دستبردار ہونے کے لیے تیار ہوں۔ لیکن اس کے لیے میری کچھ شرائط ہیں جن میں سب سے پہلی شرط یہ ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کتاب وسنت پر عمل کرنے اور سابقہ مخالفتوں کو فراموش کر کے کسی کی جان و مال سے درگزر کرنے اور ہمارے حمائیتیوں کی جان کی امان کا وعدہ کریں۔ عبداللہ بن عامر حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شرائط کو سن کر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس گئے اور ان سے کہا کہ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خلافت سے دستبرداری کے لیے چند شرائط رکھی ہیں۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا کہ وہ کون سی شرائط ہیں؟

Marfat.com

عبداللہ بن عامر نے کہا کہ پہلی شرط یہ ہے کہ جب آپ کا انتقال ہو جائے تو آپ کے بعد خلافت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ملے دوسری شرط یہ ہے کہ جب تک آپ کی زندگی ہے بیت المال سے پانچ لاکھ درہم ہر سال امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بھیجتے رہیں اور تیسری شرط یہ ہے کہ اہواز اور فارس کے علاقوں کا خراج حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیا جائے گا۔ عبداللہ بن عامر نے اپنے اختیارات سے تجاوز کرتے ہوئے خود ہی حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے ان تین شرائط کو پیش کیا جب دیکھا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان شرائط کو تسلیم کرنے پر آمادہ ہیں تو پھر وہ شرائط جو کہ خالصتاً حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صلح کے لیے عبداللہ بن عامر سے کہہ کر بھجوائی تھیں عبداللہ بن عامر نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے پیش کیں۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان تمام شرائط کو منظور کر لیا اور کہا کہ ان شرائط کے علاوہ بھی اگر کوئی شرط حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیش کریں گے تو وہ بھی منظور ہے کیونکہ مجھے ان کی نیت اچھی معلوم ہوتی ہے اور وہ مسلمانوں میں صلح و امن کے خواہاں دکھائی دیتے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک سفید کاغذ پر اپنی مہر اور دستخط کر کے عبداللہ بن عامر کو دے دیا اور کہا کہ یہ کاغذ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس لے جاؤ اور ان سے کہو کہ آپ جو شرائط چاہتے ہیں اس کاغذ پر تحریر کر لیں میں تمام شرائط کو منظور کرنے کے لے تیار ہوں۔

صلح نامہ:

اس کے بعد عبداللہ بن عامر حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس واپس آئے اور تمام صورت حال سے آگاہ کیا حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ساری بات سن کر فرمایا کہ میں ہرگز اس شرط کو پسند نہیں کرتا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد مجھے خلیفہ بنایا جائے اس لیے کہ اگر میں خلافت کا خواہاں ہوتا تو پھر میں اسی وقت کیوں اس سے دستبردار ہونے کے لیے تیار ہوتا۔ پھر تھوڑی دیر بعد آپ نے صلح نامہ لکھنے کی غرض سے اپنے کاتب کو بلایا جس نے آپ کے فرمان کے مطابق اس طرح سے صلح نامہ کی

Marfat.com

عبارت تحریر کی۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

"یہ صلح نامہ حسن بن علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور معاویہ بن ابوسفیان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے درمیان تحریر کیا جاتا ہے دونوں درج ذیل شرائط پر متفقہ طور پر رضامند ہیں۔ خلافت کی ذمہ داری معاویہ بن سفیان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے سپرد کی گئی۔ معاویہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے ہاتھ اور زبان سے تمام مسلمان محفوظ و مامون رہیں گے اور معاویہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سب کے ساتھ اچھا برتاؤ کریں گے۔ حسن بن علی (رضی اللہ عنہ) اور حسین بن علی (رضی اللہ عنہ) اور ان کے ساتھیوں کو امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) کوئی نقصان نہ پہنچائیں گے اور یہ دونوں بھائی اور ان کے متعلقین جس شہر اور جس علاقے میں سکونت اختیار کرنا چاہیں گے۔ امیر معاویہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور ان کے عاملوں کو یہ حق حاصل نہ ہوگا کہ وہ ان کو اپنا محکوم سمجھ کر اپنے کسی ذاتی حکم کی تعمیل کے لیے مجبور کریں۔ امیر معاویہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) صوبہ اہواز کا خراج حسن بن علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو پہنچاتے رہیں گے۔ کوفہ کے بیت المال اس وقت جس قدر رقم موجود ہے اس کو امام حسن بن علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے تصرف میں دی جائے گی اور وہ اپنے اختیار سے جس طرح چاہیں گے تصرف کریں گے۔ امیر معاویہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بنی ہاشم کو انعام وعطیہ میں دوسروں پر مقدم رکھیں گے۔"

امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دوراندیشی:

اس بات کا علم جب حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہوا کہ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ صلح کرنے پر آمادہ ہیں تو وہ ان کے پاس آئے اور اصرار کیا کہ اپنے اس ارادے سے باز آجائیں مگر حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کے مشورے اور رائے کو قبول نہ کیا کیونکہ آپ زیادہ دوراندیشی سے کام لے رہے تھے اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے سے کوفہ اور اہل عراق کو

Marfat.com

دیکھ رہے تھے اور پھر دوسری طرف حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ملکی انتظام کی مضبوطی بھی آپ کے سامنے تھی علاوہ ازیں آپ یہ قطعاً نہیں چاہتے تھے کہ مسلمانوں کے درمیان خونریزی ہو اس لیے موقع کے مطابق صلح کا فیصلہ ہی آپ نے مناسب سمجھا۔

حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے کاتب سے جب صلح نامہ کی عبارت لکھوائی تو اس پر گواہ اور ضامن کے طور پر عبداللہ بن الحارث بن نوفل اور عمر بن ابوسلمہ کے علاوہ دیگر کئی اکابرین نے دستخط کیئے اس صلح نامہ کو مقام انبار میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بھیج دیا گیا۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ صلح نامہ کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور جناب قیس بن سعد اور ان کے لشکر کا محاصرہ ختم کر دیا اس کے بعد کوفہ کی طرف روانگی اختیار کی۔ قیس بن سعد بھی اپنے ساتھیوں کے ہمراہ اسی روز شام کے وقت کوفہ میں پہنچ گئے۔

قیس بن سعد کا انکار:

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوفہ میں پہنچ کر جامع مسجد کوفہ میں آئے اور حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اہل کوفہ سے بیعت لی۔ اس موقع پر جناب قیس بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیعت سے انکار کیا اور جامع مسجد میں نہ آئے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حکمت عملی کے تحت کام لیتے ہوئے ایک سادہ کاغذ پر اپنی مہر لگائی اور دستخط کر کے یہ کاغذ جناب قیس بن سعد کو بھیج دیا اور ساتھ ہی یہ پیغام بھی بھیجا کہ تمہاری جو شرائط ہیں اس پر لکھ دو مجھے منظور ہوں گی۔ چنانچہ جناب قیس بن سعد نے صرف ایک شرط لکھی کہ ان کو اور ان کے ساتھیوں کو کسی قسم کا جانی نقصان نہ پہنچایا جائے۔ اس کے علاوہ انہوں نے مال و دولت دیے جانے کی کوئی شرط نہ لکھی۔ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کی شرط کو فوری طور پر منظور کر لیا اس پر جناب قیس بن سعد اور ان کے ساتھی آئے اور ان سب نے بیعت کر لی۔ اس موقع پر حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیعت کے لیے نہ آئے اور بیعت کرنے سے انکار کیا۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اصرار کیا

Marfat.com

کہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی بیعت کی غرض سے تشریف لائیں اس پر حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ آپ اس بات کے لیے اصرار نہ کریں آپ کی بیعت کے مقابلے میں اُن کو اپنا فخر عزیز ہے۔ یہ بات سن کر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ چپ ہو گئے لیکن بعد میں حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیعت کر لی تھی۔

صلح کے بعد:

کہا جاتا ہے کہ صلح کی شرائط پر اتفاق رائے ہونے کے بعد حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ ان کی طاقت کمزور اور ان کا رعب و دبدبہ ختم ہو چکا ہے۔ اس لیے وہ صلح کر رہے ہیں۔ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا کہ چالیس ہزار افراد نے ان سے موت پر بیعت کی ہے۔ اللہ کی قسم! وہ ہرگز قتل نہ ہوں گے حتیٰ کہ ان کے برابر اتنے ہی شامی قتل ہو جائیں گے اور پھر ان حالات کے ہوتے ہوئے زندہ رہنے میں کوئی بھلائی نہیں۔

حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے صلح کر لی تو آپ کے بعض ساتھیوں نے آپ سے کہا کہ اے حسن (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! آپ مومنوں کی عار (شرمندگی) بن گئے ہیں۔ آپ نے فرمایا' یہ عار نار (یعنی آگ) سے بہتر ہے۔

جناب عبداللہ بن عمر بن اسحاق ذکر کرتے ہیں کہ حضرت ابوالغریف نے ان سے بیان کیا کہ ہم بارہ ہزار افراد حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لشکر کے مقدمہ میں تھے اور شامیوں سے لڑنے کے لیے ہماری تلواریں بے چین ہو رہی تھیں کہ اچانک ہمیں صلح نامہ کی خبر ملی۔ اس پر ہماری کمریں ٹوٹ گئیں۔ پھر حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوفہ میں واپس تشریف لائے تو ہم میں سے ایک شخص ابو عامر سفیان بن ابی لیلیٰ ان کے پاس آئے اور کہا' اے مومنوں کو رسوا کرنے والے! السلام علیکم! حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے

Marfat.com

جواب میں فرمایا' اے ابو عامر! ایسی بات نہ کہو میں نے مومنوں کو رسوا نہیں کیا بلکہ ملک کی طلب میں انہیں خونریزی سے بچالیا۔

صلح کی وجہ:

کہا جاتا ہے کہ امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ ربیع الاول کے مہینے میں 41ھ کو جبکہ بعض کے بقول ماہ ربیع الثانی 41ھ میں اور بعض کے بقول جمادی الاول کے نصف میں 41ھ کو خلافت سے دستبردار ہو گئے تو لوگوں نے امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیعت کر لی۔ اس وقت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عمر دو ماہ کم 66 سال تھی۔ یہ حقیقت تھی کہ امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ملک کے لیے مسلمانوں کو جنگ و جدال اور خونریزی سے بچانے کے لیے صلح کی تھی حالانکہ آپ خلافت کے زیادہ حقدار تھے۔

خلافت سے دستبردار ہونے کے کچھ مدت بعد امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوفہ سے مدینہ منورہ چلے گئے اور پھر وہیں پر قیام پذیر ہو گئے۔ حاکم نے حضرت جبیر بن نفیر کی زبانی لکھا ہے کہ میں نے امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک دن کہا کہ لوگ کہتے ہیں کہ آپ پھر خلافت کے خواستگار ہیں۔ یہ سن کر آپ نے ارشاد فرمایا کہ جس وقت عربوں کے سر میرے ہاتھ میں تھے (یعنی وہ میری بیعت کر چکے تھے) تو اس وقت میں جس سے چاہتا ان کو لڑا دیتا اور جس سے چاہتا صلح کرا دیتا مگر میں نے اس وقت صرف اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کو حاصل کرنے کی خاطر خلافت کو چھوڑ دیا اور حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی امت کی خونریزی کی خاطر دستبردار ہو گیا ہوں میں اب اس کو حجاز کے لوگوں کی خوشنودی کے لیے کیا دوبارہ حاصل کرنے کی کوشش کروں گا یہ کس طرح مناسب ہو گا۔

امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کوفہ میں آمد:

کہا جاتا ہے کہ جب امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوفہ آئے تو اس وقت حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابھی کوفہ میں ہی تھے۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مشورہ دیا کہ امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہیں کہ وہ

Marfat.com

کوفہ والوں کو حالات سے آگاہ کرنے کے لیے ایک تقریر کریں مگر امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ اس کی کوئی ضرورت نہیں۔ اس پر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجبور کیا تو بادل نخواستہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے درخواست کی۔ کہ آپ لوگوں کو حالات سے روشناس فرماتے ہوئے تقریر کریں چنانچہ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اُٹھے اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کے بعد فرمایا۔

''اے لوگو! جس شخص نے مجھے پہچانا اس نے اپنے آپ کو بھی پہچان لیا جس نے مجھے نہیں پہچانا تو اسے بتادوں کہ میں حسن بن علی بن ابو طالب ہوں۔ میں رسول اللہ کا بیٹا ہوں میں اللہ کے نبی کا بیٹا ہوں میں اس پیغمبر کا بیٹا ہوں جو لوگوں کو جنت کی بشارت دیتا ہے اور جہنم سے ڈراتا ہے میں سراج منیر کا بیٹا ہوں۔ میں رحمت اللعالمین کا بیٹا ہوں میں اس کا بیٹا ہوں جو جن وانس کی طرف پیغمبر بنا کر بھیجا گیا تھا میں اس کا بیٹا ہوں جس کی قیادت میں فرشتوں نے جنگ لڑی۔ میں اس کا بیٹا ہوں جس کے لیے ساری زمین کو مسجد بنا دیا گیا اور ساری زمین کو سجدے کے لیے پاک کر دیا گیا میں اس کا بیٹا ہوں جس کے خاندان کو اللہ تعالیٰ نے تمام نجاستوں سے پاک کر دیا ہے۔''

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب یہ تقریر سنی تو ان کے دل میں کھٹکا پیدا ہوا کہ کہیں اس تقریر سے خلافت معاویہ پر کوئی اثر نہ پڑ جائے چنانچہ وہ اٹھے اور حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے خوش اسلوبی کے ساتھ فرمایا کہ آپ کا فرمان بالکل درست ہے اب اس بات کو ختم کریں اور ہمارے حق میں بھی کوئی تعریفی کلمات فرمائیں حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا یہ کونسا موقع ہے کہ آپ کی صفت بیان کی جائے۔ گرمی کھجور کو پکاتی ہے رات کی ٹھنڈک اسے ٹھنڈا کرتی ہے۔ ہوائیں درختوں کو صفائی عطا کرتی ہیں۔ یہ بات کر کے آپ پھر لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا۔

''میں اس کا بیٹا ہوں جس کی دعا قبول ہوتی ہے۔ میں اس کا بیٹا ہوں جو قیامت کے دن شفاعت کرے گا اور اللہ تعالیٰ اس کی شفاعت کو قبول

Marfat.com

فرمائے گا میں اس کا بیٹا ہوں جو تمام مخلوق سے پہلے سر اٹھائے گا اور بہشت میں داخل ہو کر دعوت عام دے گا۔ میں اس کا بیٹا ہوں جس کی رضا رب تعالیٰ کی رضا ہے۔ میں اس کا بیٹا ہوں جس کا غصہ اللہ تعالیٰ کا غصہ ہے۔ میں اس کا بیٹا ہوں جس کے مقابلہ میں کوئی شخص سخاوت اور کرم نہیں کر سکتا۔ اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے ہم سے پہلے کے ذریعہ تمہیں ہدایت دی اور ہماری آخر کے ذریعہ خون محفوظ کئے۔ خلافت ایک مدت کے لیے ہے اور دنیا اِدھر اُدھر پھرنے والی ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے نبی! فرما دیجئے کہ میں نہیں جانتا تمہارا وعدہ قریب ہے یا دور ہے وہ تمہاری ظاہری باتیں جانتا ہے اور تمہاری خفیہ باتیں بھی جانتا ہے۔ میں نہیں جانتا شاید اس میں تمہارا امتحان ہے اور مقررہ وقت تک تم نے نفع حاصل کرنا ہے۔"

جب حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تقریر یہاں تک پہنچی تو اس موقع پر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مداخلت کی اور معاملے کی نزاکت کو اپنے حق میں ٹھیک نہ سمجھتے ہوئے حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا' اے حسن (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! آپ تشریف رکھیں چنانچہ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی تقریر کو مختصر کرتے ہوئے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

"اے معاویہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خلافت اور جانشینی کا مطلب یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اطاعت اور اتباع کی جائے۔ خلافت اس چیز کا نام نہیں کہ ظلم وستم کو جاری کر دیا جائے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنتوں کو نظر انداز کر دیا جائے۔ دنیا کو اپنا باپ اور ماں نہ بنا لیا جائے بلکہ یہ تو ایک سلطنت ہے جو کسی بھی وقت ختم ہو سکتی ہے اور صرف اس کے برے اثرات باقی رہ جاتے ہیں۔"

Marfat.com

اس کے بعد فرمایا'

مسلمانو! میں فتنے کو بہت مکروہ رکھتا ہوں۔ اپنے جدِ امجد کی اُمت میں سے فساد اور فتنے کو دور کرنے اور مسلمانوں کی جان و مال کو محفوظ رکھنے کے لیے میں نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے صلح کی اور ان کو امیر اور خلیفہ تسلیم کیا۔ اگر امارت اور خلافت ان کا حق تھا تو ان کو پہنچ گیا اور اگر یہ میرا حق تھا تو میں نے ان کو بخش دیا'

ان کلمات کی ادائیگی کے ساتھ ہی حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ منبر سے نیچے اُتر آئے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے خطاب سے بہت متاثر ہوئے اور بے ساختہ مخاطب ہو کر فرمایا'

''ابو محمد! آج آپ نے اس طرح کی جوانمردی اور بہادری دکھائی ہے کہ ایسی جوانمردی اور بہادری آج تک کسی نے نہیں دکھائی۔''

جب صلح کے تمام معاملات مکمل ہو گئے تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوفہ سے دمشق واپس چلے گئے اور پھر جب تک حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زندگی رہی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سلوک آپ کے ساتھ نہائیت اچھا رہا وہ صلح کی شرائط کے مطابق برابر روپیہ آپ کو بھیجتے رہے اور کسی قسم کا کوئی تعرض نہیں کیا۔

اہل کوفہ کی مخالفت:

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب کوفہ سے دمشق چلے گئے تو اہل کوفہ سے باہم مشورے کرنے شروع کر دیے اور اس بات کا شور مچایا کہ صوبہ اہواز کے خراج پر ہمارا حق ہے کیونکہ یہ مال غنیمت ہے اس لیے ہمیں ملنا چاہیے امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اس پر کوئی حق نہیں ہے لہٰذا یہ مال ہم حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہرگز نہیں لینے دیں گے۔ جب اس بات کا خوب چرچا ہوا اور قریب تھا کہ ایک نیا فتنہ کھڑا ہو جاتا حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کوفہ والوں کو اکٹھا کیا اور ان سے خطاب فرمایا'

''اے اہل عراق! میں بہت مرتبہ تم سے درگزر کر چکا ہوں تم نے میرے

Marfat.com

والد کو شہید کیا۔ میرے گھر کو لوٹا' مجھے نیزہ مار کر زخمی کیا۔ تم دو طرح کے مقتولین کو یاد رکھتے ہو' ایک وہ لوگ جو صفین میں قتل ہوئے۔ دوسرے وہ جو نہروان کے مقتولین کا معاوضہ طلب کر رہے ہیں' معاویہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے تم سے جو معاملہ کیا ہے اس میں تمہاری کوئی عزت بھی نہیں اور انصاف کا تقاضہ بھی یہی ہے۔ پس اگر تم موت پر راضی ہو تو میں اس صلح کو فسخ کر دیتا ہوں اور تلوار کے ذریعہ فیصلہ طلب کرتا ہوں اور اگر تم زندگی کو عزیز رکھتے ہو تو پھر میں اس صلح پر قائم رہتا ہوں۔"

آپ کی اس بات کو سن کر ہر طرف سے شور مچ گیا کہ آپ صلح کو قائم رکھیں' صلح کو قائم رکھیں۔ یہ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی معاملہ فہمی' عقلمندی اور حکمت عملی تھی کہ آپ کوفہ والوں کی عادت کو بخوبی طور پر جانتے تھے آپ کو علم تھا کہ اہل کوفہ کی یہ کم ہمتی اور بے وقوفی ہے کہ وہ اس طرح کی باتیں کرتے ہیں چنانچہ آپ نے اپنے مؤقف کو سخت رکھتے ہوئے اہل کوفہ کو اختیار دیا کہ وہ جس طرح چاہتے ہیں میں اسی طرح کرنے کو تیار ہوں مگر چونکہ اہل کوفہ کو اپنی زندگیاں زیادہ عزیز تھیں اس لیے فوراً کہنے لگے کہ آپ صلح کو ہی قائم رکھیں۔

حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کے بعد کچھ دن کوفہ میں قیام پذیر رہے پھر کوفہ سے ترک سکونت کر کے اپنے تمام متعلقین کے ہمراہ مدینہ طیبہ تشریف لے گئے مدینہ طیبہ میں ہی آپ نے اپنا قیام مستقل طور پر رکھا اور اس کے بعد کبھی کسی اور شہر کی طرف نہیں گئے۔

Marfat.com

حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل واخلاق

حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بہت ہی زیادہ پیار تھا۔ ابن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بہت زیادہ محبت کا اظہار فرمایا کرتے تھے۔ میں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سجدے میں ہوتے تھے اور حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کی گردن مبارک یا کمر مبارک پر آ کر بیٹھ جاتے تھے اور جب تک وہ خود نہیں اترتے تھے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کو نہیں اتارتے تھے۔ میں نے یہ بھی دیکھا ہے کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رکوع کی حالت میں ہیں اور حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پائے اطہر کے اندر سے ہو کر دوسری طرف کو نکل گئے۔

اچھا سوار اور اچھی سواری:

اسی طرح کا ایک واقعہ حاکم نے اپنی مستدرک میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے دوش مبارک پر اٹھائے ہوئے تھے۔ کسی نے یہ دیکھا تو حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا' اے صاحبزادے! تمہاری سواری کتنی اچھی ہے۔ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ سن کر فرمایا کہ سوار بھی کتنا اچھا ہے۔

خوش کلامی:

ابن سعد نے حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اعلیٰ اخلاق کا بیان کرتے

Marfat.com

ہوئے یہ روایت کی ہے کہ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خوش کلامی کا یہ عالم تھا کہ جب آپ کسی سے گفتگو فرماتے تو دل چاہتا کہ بس آپ اسی طرح گفتگو فرماتے رہیں اور خاموش نہ ہوں۔ راوی کے حوالے سے بیان فرماتے ہیں کہ میں نے آپ کی زبان مبارک سے کبھی کوئی فحش بات نہیں سنی۔ سوائے اس ایک مرتبہ کے کہ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمرو بن عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے درمیان زمین کے سلسلہ میں کچھ تنازعہ تھا۔ آپ نے ان سے تصفیہ کے سلسلہ میں کوئی بات کہی جسے انہوں نے قبول نہ کیا۔ جس پر آپ غضب ناک ہوئے اور صرف ایک جملہ ارشاد فرمایا ''تمہاری ناک خاک آلود ہو۔'' بس یہی ایک فحش کلمہ تھا جسے میں نے آپ کی زبان مبارک سے سنا۔

تحمل و برداشت:

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ ایک اعرابی حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس کوفہ میں آیا اور انتہائی بدتمیزی اور بے ہودہ پن سے آپ کے ساتھ گفتگو کرنے لگا جب آپ کی طرف سے کوئی جواب نہ ملا تو وہ اور دلیر ہو گیا اور اس حد تک بڑھا کہ آپ کے آباؤ اجداد کی شان میں بھی نازیبا کلمات کہنا شروع ہو گیا۔ اس پر حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صبر کا مظاہرہ کرتے ہوئے انتہائی خوش اخلاقی سے اسے فرمایا کہ اے اعرابی! معلوم ہوتا ہے کہ تمہیں بھوک نے ستایا ہے یا پیاسے ہو یا پھر تمہیں کوئی تکلیف پہنچی ہوئی ہے۔ اعرابی نے یہ سنا تو وہ زیادہ سیخ پا ہو گیا اور سخت کلامی کی انتہا کرتے ہوئے آپ کی والدہ اور والد محترم کے بارے میں بھی نازیبا کلمات کہنے لگا۔ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خادم کو حکم دیا کہ اندر سے چاندی کا کوزہ لائے وہ لایا تو آپ نے وہ چاندی کا کوزہ اس اعرابی کو دیتے ہوئے ارشاد فرمایا 'اے اعرابی! معاف کرو اس وقت ہمارے پاس یہی تھا ورنہ کچھ اور بھی تمہاری خدمت کرتا۔ اعرابی نے جب یہ حسن سلوک دیکھا تو بے اختیار پکار اٹھا ''میں گواہی دیتا ہوں کہ بے شک آپ ابن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں اور میں صرف آپ کے حلم واخلاق کے تجربہ کے لیے حاضر ہوا تھا۔

Marfat.com

صبر کا مظاہرہ:

ابن سعد عمر بن اسحاق سے روایت کرتے ہیں کہ جب مردان حاکم تھا تو وہ منبر پر بیٹھ کر صاف صاف حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں گستاخیاں کیا کرتا تھا اور حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ سب کچھ انتہائی صبر کے ساتھ برداشت کیا کرتے اور خاموش رہا کرتے تھے۔ ایک دن مروان نے ایک شخص کو حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بھیجا جس نے مروان کی طرف سے حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بارے میں انتہائی نازیبا اور گستاخانہ کلمات کہے جو کہ برداشت سے باہر تھے مگر حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مروان کے بھیجے ہوئے اس پیغامبر کی باتیں سن کر انتہائی صبر و برداشت کا مظاہرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ جاؤ اور مروان سے کہہ دینا کہ تمہاری یہ باتیں مجھے یاد رہیں گی حالانکہ تمہیں یقین تھا کہ میں تمہاری گالیوں کے جواب میں تمہیں بھی گالیاں دوں گا مگر میں صبر کرتا ہوں قیامت آنے والی ہے اگر تم سچے ہو تو اللہ تعالیٰ کا انتقام اور اس کی پکڑ بڑی ہی سخت ہے۔

حق گوئی:

ایک اور مقام پر ابن سعد نے زریق بن سوار سے روایت کی ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور مروان کے مابین کسی معاملے میں گفتگو ہو رہی تھی کہ مروان نے آپ کے سامنے ہی آپ کی شان میں گستاخی شروع کر دی اور گالیاں دینے لگا۔ آپ نے صبر و برداشت سے کام لیا اور خاموشی اختیار کی۔ اسی اثناء میں مروان نے اپنے دائیں ہاتھ سے اپنی ناک صاف کی حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھا تو اسی وقت اس نے فرمایا کس قدر افسوس کی بات ہے کہ تجھے یہ بھی نہیں معلوم کہ دایاں ہاتھ دھونے کے لیے اور بایاں بول و براز کے مقامات کے لیے ہے۔ مروان نے یہ سنا تو خاموش ہو گیا۔

حلیم و بردبار:

حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صبر و برداشت کا اعتراف مروان نے

Marfat.com

خود بھی کیا ہے چنانچہ ابن عساکر نے لکھا ہے کہ جب امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کیا گیا تو آپ کے جنازے میں مروان بھی تھا اس نے جب رونا شروع کیا تو امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مروان سے کہا کہ تو اب آنسو بہاتا ہے جبکہ آپ کی زندگی میں تو نے ان کے ساتھ کیا کیا سلوک نہیں کیا۔ یہ سن کر مروان نے جواب دیا کہ میں ایسا سلوک اس شخص کے ساتھ کرتا تھا جو اس پہاڑ (پہاڑ کی جانب اشارہ کرتے ہوئے) بھی زیادہ حلیم و بردبار تھا۔

اخلاقی خوبی:

حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اخلاقی خوبی کا ذکر کرتے ہوئے ابن سعد نے اشعث بن سوار سے اور انہوں نے ایک اور شخص سے روایت کی ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ایک شخص آ کر بیٹھا تو آپ نے اس سے فرمایا کہ تم ایسے وقت میں میرے پاس آ کر بیٹھے ہو جب کہ میرے اٹھنے کا وقت ہے۔ اگر تم اجازت دو تو میں چلا جاؤں۔

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ بہت نرم دل، حلیم الطبع، نیک خو اور بے حد پرہیزگار تھے۔ طبیعت میں بڑا ٹھہراؤ تھا۔ نہایت باوقار اور جاہ وجلال والے تھے۔ بے حد سخی تھے۔ ہر کوئی ان کی تعریف کرتا تھا۔ صلح جوئی کو بہت پسند کرتے تھے۔ فتنہ انگیزی اور خوں ریزی سے سخت نفرت کرتے تھے۔ ان کی زبان سے کسی نے بھی کوئی بری بات نہیں سنی۔ البتہ ان کی بیویاں بہت تھیں اور طلاقیں بھی بہت دیا کرتے تھے۔ انہوں نے جتنی عورتوں کو چھوڑا ان میں سے کوئی ایسی نہ تھی جو ان سے محبت نہ کرتی ہو۔ ان کے والد محترم حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہیں کثرت سے طلاقیں دینے سے منع کرتے تھے۔ اور اس کے نتائج کو اچھا نہیں سمجھتے تھے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے کے بارے میں فرمایا! ''کوفے والو! تم حسن (رضی اللہ عنہ) کو رشتے نہ دینا۔ کیونکہ یہ بہت طلاقیں دینے والے ہیں۔'' اس پر ہمدان کے ایک شخص نے کہا۔'' خدا کی قسم ہم انہیں ضرور رشتے دیں گے۔ وہ جس پر خوش

Marfat.com

ہوں گے اسے رکھ لیں گے اور جسے ناپسند کریں گے اسے طلاق ہو جائے گی۔"

حضرت ابن سعد نے جعفر بن محمد سے اور انہوں نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا حضرت سیدنا حسن رضی اللہ عنہ اتنی شادیاں کرتے اور اتنی طلاقیں دیتے کہ ہمیں دھڑ کا رہنے لگا تھا کہ بہت سے قبیلوں کی دشمنی ہمیں ورثے میں دے جائیں گے۔

حُسنِ سلوک:

ایک مرتبہ حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن جعفرؓ حج کے لیے جا رہے تھے کہ راستے میں انہیں سخت بھوک پیاس نے آلیا۔ اور اتنے نڈھال ہو گئے کہ سامان اٹھا کر چلنے کی بھی ہمت نہ رہی۔ اتنے میں انہیں صحرا میں ایک جھونپڑی دکھائی دی۔ وہاں پہنچے تو ایک بڑھیا بیٹھی تھی۔ تینوں حضرات نے اس سے دریافت کیا کہ پینے کے لیے کچھ ہے اس نے کہا "جی ہاں' آیئے بیٹھیے" تینوں وہاں بیٹھ گئے انہوں نے دیکھا کہ اس گھر میں ایک بکری کے سوا کچھ نہ تھا بڑھیا کہنے لگی۔ "اس بکری کا دودھ دوہ کر پی لیجئے۔" انہوں نے دودھ پی لیا۔ پھر ان حضرات نے اس سے پوچھا کھانے کو بھی کچھ ہے؟ اس نے جواب دیا میرے پاس بکری کے سوا کچھ نہیں۔ سو میں آپ کو اللہ کی قسم دیتی ہوں کہ اس کو ذبح کیجئے تا کہ میں آپ کو پکا دوں۔ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ بڑھیا نے آگ جلا کر گوشت پکایا اور انہیں کھلایا یہاں تک کہ تینوں سیر ہو گئے۔ جب یہ حضرات رخصت ہونے لگے تو اس سے کہا "ہم خاندان قریش سے ہیں۔ ہم حج کر کے بخیریت واپس پہنچ جائیں تو تو بھی ہمیں کسی کام کے لیے کہنا خدا نے چاہا تو ہم حسن سلوک کریں گے۔"

ان کے چلے جانے کے بعد اس بڑھیا کا شوہر آیا تو اس نے اسے سارا ماجرا کہہ سنایا اس پر وہ سخت برہم ہوا اور کہا تیرا برا ہو تو نے ان لوگوں کے لیے جنہیں ہم جانتے تک نہ تھے بکری ذبح کر دی اور اوپر سے یہ کہتی ہے کہ وہ خاندان قریش سے تھے۔

اس واقعہ کے طویل عرصہ بعد میاں بیوی پر سخت مصیبت کا وقت آ گیا اور وہ غربت کے ہاتھوں تنگ آ کر مدینہ منورہ روانہ ہو گئے۔ دونوں راستے میں مینگنیاں چنتے

Marfat.com

ہوئے مدینہ میں داخل ہوئے۔ بڑھیا مدینہ منورہ کی ایک گلی سے اس حال میں گزر رہی تھی کہ مینگنیوں والا تھیلا اس کے ہاتھ میں تھا۔ اتفاق سے حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی گلی میں اپنے مکان کے دروازے پر بیٹھے تھے انہوں نے بڑھیا کو دیکھتے ہی پہچان لیا۔ اسے آواز دے کر بلایا اور فرمایا۔

''اے اللہ کی بندی کیا تو نے ہمیں پہچانا؟ اس نے کہا ''نہیں'' آپ نے فرمایا۔ اتنا عرصہ قبل فلاں سال' فلاں دن' فلاں جگہ تمہارے ہاں کچھ مہمان آئے تھے۔ میں انہیں میں سے ایک ہوں۔'' بڑھیا نے کہا ''میرے ماں باپ قربان ہوں میں نے تو آپ کو اب بھی نہیں پہچانا۔'' فرمایا تو نے نہیں پہچانا تو کیا ہوا۔ میں تو تجھے پہچانتا ہوں۔'' جب آپ کو اس کا حال معلوم ہوا تو آپ نے اپنے غلام کو حکم دیا کہ صدقہ کی بکریوں کے ریوڑ میں سے ایک ہزار بکریاں خرید کر بڑھیا کو دے دے۔ آپ نے اس کے علاوہ ایک ہزار دینار بھی بڑھیا کو عطا کیے اور یہ سب کچھ دے کر اپنے غلام کے ہمراہ بڑھیا کو اپنے بھائی حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاں بھیج دیا۔

جب غلام اس بڑھیا کو لے کر حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاں پہنچا تو انہوں نے بھی اس کو پہچان لیا۔ اور اس غلام سے پوچھا ''میرے بھائی حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے ساتھ کیا برتاؤ کیا ہے؟ غلام نے یہ بتایا کہ بکریاں اور ایک ہزار دینار دیئے ہیں۔ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اتنی ہی بکریاں اور اتنا ہی روپیہ دینے کا حکم دیا۔ پھر بڑھیا کو غلام کے ہمراہ حضرت عبداللہ بن جعفرؓ کے ہاں بھیجا۔ جب وہ ان کے پاس پہنچی تو انہوں نے بھی اس کو پہچان لیا۔ حضرات حسن و حسین رضی اللہ عنہم نے جو کچھ اس بڑھیا کو دیا تھا غلام نے اس کی تفصیل بتائی انہوں نے فرمایا بخدا اگر میرے پاس پہلے آجاتی تو ان دونوں کو کچھ بھی دینا نہ پڑتا۔ آپ نے اس کو بکریاں اور دو ہزار دینار عطا کیے۔ اس طرح جب وہ مدینہ منورہ سے واپس ہوئی تو سب سے زیادہ دولت مند تھی۔

سائل کی قدر:

ایک مرتبہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا آپ خود فاقہ سے

Marfat.com

ہوں تو بھی کبھی سائل کو خالی نہیں لوٹاتے' اس کی کیا وجہ ہے؟ آپؓ نے فرمایا میں خود خدائے قدوس کا سائل ہوں اور چاہتا ہوں کہ وہ مجھے جی بھر کے دے اب یہ کیسے مناسب ہے کہ خود سائل ہوتے ہوئے کسی سائل کو خالی لوٹا دوں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے میرے ساتھ ایک بات طے کر رکھی ہے' اس نے یہ قاعدہ بنالیا ہے کہ وہ اپنی نعمتیں جی بھر کے مجھے دیتا ہے اور میں نے یہ عادت بنالی ہے کہ میں لوگوں کو جی بھر کے دیتا ہوں۔ سو میں اس سے ڈرتا ہوں کہ اگر میں لوگوں سے حسن سلوک کی عادت کو چھوڑ دوں تو کہیں وہ میرے ساتھ فیاضی کی عادت کو نہ چھوڑ دے۔ اس کے بعد آپ نے دو شعر ارشاد فرمائے جن کا مفہوم ہے کہ:

"میرے ہاں جب بھی کوئی سائل آتا ہے۔ میں اسے خوش آمدید کہتا ہوں کیونکہ اسے عطا کرنا اور جھولی بھر دینا مجھ پر لازم آتا ہے۔
ایک وہ رحیم و کریم بھی ہے کہ اس کی نوازش تمام عطا کرنے والوں سے زیادہ ہوتی ہے۔
اور یاد رکھو کسی شخص کی زندگی کا وہی دور بہترین ہے جب لوگ حاجت روائی کے لیے اس کے پاس آتے ہوں۔"

ایک مرتبہ ایک سائل آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور صدقہ طلب کیا۔ اتفاق سے اس وقت آپ کے پاس کوئی ایسی چیز نہ تھی جو دے کر اس شخص کی حاجت روائی کرتے۔ اس کے باوجود آپ کو اس کا ناکام چلے جانا گوارا نہ ہوا۔ آپ نے فرمایا کیا میں تمہیں ایسی بات نہ بتاؤں جس سے تمہیں فائدہ حاصل ہو۔ اس نے کہا۔ بے شک' فرمایئے وہ کیا بات ہے؟ آپ نے کہا' تم حاکم کے پاس چلے جاؤ۔ اس کی بیٹی فوت ہوگئی ہے۔ اور اب تک کسی شخص نے اس سے تعزیت نہیں کی۔ تم اس کے پاس چلے جاؤ اور یوں جا کر کہو! "اس اللہ کا شکر ہے جس نے آپ کو اپنی بیٹی کی قبر پر بٹھا کر اسے پردہ پوش کیا ہے اور اسے آپ کی قبر پر بٹھا کر اس کی ہتک نہیں کی۔" وہ شخص یہ جملہ یاد کر کے حاکم کے پاس چلا گیا۔ اور جب یہ بات جا کر کہی تو اس کا دکھ دور ہو گیا۔ حاکم نے اسے کچھ رقم دینے کا حکم دے دیا۔ پھر حاکم نے پوچھا۔ "کیا یہ جملہ تمہارا اپنا ہی ہے؟" اس نے کہا نہیں' بلکہ یہ حضرت سیدنا حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے سکھایا تھا۔ حاکم نے کہا۔ "تو نے سچ کہا' حضرت سیدنا حسن رضی اللہ

Marfat.com

تعالیٰ عنہ واقعی فصیح گفتگو کے بادشاہ ہیں۔ پھر اس نے اس سائل کو مزید رقم دینے کی ہدایت کی۔

ایک شخص کی گواہی:

حاکم نے زہیر بن ارقم کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ ایک دن حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے کہ ایک شخص کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو گود میں لیے ہوئے فرما رہے تھے کہ مجھ سے محبت کرنے والے کو چاہیے کہ ان سے بھی محبت کرے اور جو لوگ یہاں موجود ہیں وہ میری بات ان لوگوں تک پہنچا دیں جو موجود نہیں ہیں۔ یہ کہہ کر اس شخص نے کہا کہ اگر مجھے حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرمان کی اطاعت منظور نہ ہوتی تو میں یہ بات کبھی نہ کہتا۔

بخاری اور مسلم نے حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس حالت میں دیکھا کہ آپ اپنے دوش مبارک پر حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اٹھائے ہوئے فرما رہے ہیں کہ اے اللہ! میں اس سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبت فرما۔

امام ابوسعید عبدالملک بن عثمان لکھتے ہیں کہ ایک روایت میں آتا ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد کسی کو وہ شرف وفضیلت حاصل نہ تھی جو حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تھی۔ آپ اپنے گھر کے سامنے اپنا فرش بچھاتے اور اس پر تشریف فرما ہوتے تو لوگ ادب کے تقاضوں کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے ادھر سے گزرنے سے احتراز کرتے۔ جب لوگوں کو یہ معلوم ہوتا کہ آپ گھر کے اندر تشریف لے گئے ہیں تو پھر اس راستہ سے گزرتے۔ ایک روز مکہ مکرمہ کی راہ میں حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی سواری کے نیچے اترے اور پیدل چلنے لگے۔ یہ دیکھ کر وہاں پر کوئی سوار ایسا نہ تھا جو اپنی سواری سے ادباً نیچے نہ اترا۔ حتیٰ کہ حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اپنی سواری سے اتر کر حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پیچھے پیچھے پیدل تشریف لے جا رہے تھے۔

Marfat.com

امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت

خواب کی تعبیر:

ابن سعد نے عمران بن عبداللہ کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ شہادت سے چند یوم قبل حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک خواب دیکھا کہ ان کی دونوں آنکھوں کے درمیان قل ھو اللّٰہ احد لکھا ہوا ہے۔ آپ نے یہ خواب اپنے گھر والوں کو سنایا تو گھر والے بہت خوش ہوئے مگر جب حضرت سعید بن میسب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ خواب سنا تو انہوں نے اس کی یہ تعبیر نکالی کہ اگر آپ کا یہ خواب سچا ہے تو پھر آپ کی زندگی کے چند دن باقی رہ گئے ہیں چنانچہ خواب کی یہ تعبیر پوری ہوئی اور آپ خواب دیکھنے کے چند ہی دنوں بعد زہر دے کر شہید کر دیئے گئے۔

آپ کی شہادت مدینہ منورہ میں ہوئی۔ آپ کی شہادت کے دن کے بارے میں مختلف روایات ہیں۔ بعض کا کہنا ہے کہ آپ کی شہادت 5 ربیع الاول 50ھ کو ہوئی بعض 49ھ بتاتے ہیں۔ بعض نے 11 ربیع الاول 50ھ بیان کیا ہے جبکہ بعض کے نزدیک یہ واقعہ 51ھ کو پیش آیا۔

روایات میں آتا ہے کہ جب حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو زہر دیا گیا تو حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے پاس تشریف لائے اور پوچھا کہ اے میرے بھائی! آپ کو کس نے زہر دیا ہے؟ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا' یہ پوچھنے کا مقصد کیا ہے؟ کیا آپ ان سے جنگ کریں گے؟ میں انہیں اللہ تعالیٰ کے حوالے کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ سخت انتقام لینے والا ہے کوئی شخص محض میرے گمان کی بناء پر کیوں قتل ہو۔

Marfat.com

شہادت کے وقت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عمر مبارک چھیالیس برس تھی بعض نے لکھا ہے کہ عمر مبارک 48 برس تھی ۔ بوقت شہادت وصال سے قبل آپ نے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ اے میرے بھائی! جب حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وصال ہوا تو خلافت کے منصب پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فائز ہوئے ان کے انتقال کے بعد حضرت عمر فاروق منتخب ہو گئے ۔ جب عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال کا وقت قریب آیا تو انہوں نے خلافت کے تقرر کا معاملہ مجلس شوری کے سپرد کر دیا۔ مجلس شوری میں یقین تھا کہ خلافت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ملے گی لیکن مجلس شوری نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلافت کے لیے منتخب کر لیا اور ان کی شہادت کے بعد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلیفہ بنایا گیا پھر تلواریں نکل آئیں اس پر جھگڑا ہوا اور معاملہ بہت دور تک جا پہنچا اور ہم نے خلافت کو چھوڑ دیا۔ اب مجھے دکھائی دے رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ اہل بیت میں نبوت اور خلافت کو اکٹھا نہ کرے گا اور مجھے اس بات کا بھی یقین ہے کہ کوفہ کے بیوقوف لوگ تمہارے ہاتھ پر بیعت کریں گے اور پھر تمہیں ذلیل کریں گے اور باہر نکال دیں گے۔

اس کے بعد حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بات کو آگے بڑھاتے ہوئے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ میں نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے اپنی اس خواہش کا اظہار کیا تھا کہ وہ مجھے حجرہ مبارک میں حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پہلو میں دفن ہونے کی اجازت دے دیں تو انہوں نے مجھے اجازت دے دی تھی معلوم نہیں کہ شاید شرم وحیا کی وجہ سے انہوں نے مجھے اجازت دی ہو۔ اس لیے میری شہادت کے بعد ان سے دوبارہ اس بات کی اجازت حاصل کر لینا اگر وہ بخوشی اس بات کی اجازت دے دیں تو مجھے روضہ اطہر میں دفن کر دینا میرا خیال ہے کہ دوبارہ اجازت حاصل کرنے پر کچھ لوگ میرے یہاں دفن ہونے کی مخالفت کریں گے مگر تم پھر ان سے مزاحم نہ ہونا اور اصرار نہ کرنا چنانچہ جب حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہا وصال فرما گئے تو حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

Marfat.com

کے پاس اجازت لینے کی غرض سے گئے۔ آپ نے برضا ورغبت اجازت دے دی مگر جب مروان کو اس بات کی اطلاع ہوئی تو آ کر مزاحم ہوا اور لڑنے پر تیار ہو گیا۔ قریب تھا کہ جھگڑا طول پکڑتا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کسی نے اس کی خبر دے دی وہ فوراً تشریف لائے اور فرمایا یہ بڑے ہی ظلم کی بات ہے کہ بیٹے کو باپ کے پاس دفن کرنے سے روکا جائے۔ اللہ کی قسم! حسن جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بیٹے تھے۔ اس کے بعد حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مخاطب ہوئے اور فرمایا کہ آپ کے بھائی نے کہا نہ تھا کہ اگر روضہ اطہر میں میرے دفن کرنے پر لوگ مزاحم ہوں تو پھر مجھے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کر دینا چنانچہ معاملے کی نزاکت کو محسوس کرتے ہوئے حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جنت البقیع میں آپ کی والدہ ماجدہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پہلو میں دفن کر دیا گیا۔

Marfat.com

حضرت محمد بن حنفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تاثرات

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ جب دفن ہو چکے تو آپ کے بھائی محمد بن حنفیہؒ نے ان کی قبر پر کھڑے ہو کر کہا:

''آپ کی زندگی نے جو علم بلند کیا تھا آپ کی موت نے وہ گرا دیا اور کتنی اچھی ہے وہ روح جو آپ کے کفن مبارک میں لپٹی ہے؟ کتنا اچھا ہے وہ کفن جس نے آپ کے جسد مبارک کو اپنے اندر لپیٹا؟ اور یہ کیونکر نہ ہوتا جب کہ آپ رہنمایان وادی ہدایت اور اہل تقویٰ کے خلف تھے اور آل عباء میں سے چوتھے۔ آپ نے تقویٰ کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنایا اور حق کو اپنے لیے کافی سمجھا۔ آپ کو ایمان والی ماں نے دودھ پلایا اور اسلام کی گود میں پلے اس لیے زندگی اور موت دونوں حالتوں میں پاکیزہ ہیں۔ کاش ہماری جانیں آپ کے فراق پر قربان ہو سکتیں۔ اے ابو محمد! آپ پر اللہ کی رحمتیں ہوں۔''

ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت محمد بن حنفیہؒ نے ان کی قبر پر کھڑے ہو کر کہا:

''اے ابو محمد! اگر آپ کی زندگی نے خوش کیا تو آپ کی موت نے غمگین کر دیا اور ایسا کیونکر نہ ہوتا۔ جب کہ آپ آل عبا (چادر والوں) میں سے چوتھے ہیں اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور امیر المومنین علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ اور فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے بیٹے اور پاکیزہ نسب کے مالک ہیں۔''

Marfat.com

اس کے بعد انہوں نے ذیل کے اشعار کہے:

ترجمہ: ''آپ کا مبارک چہرہ مٹی کے اندر مدفون ہے اور آپ کو ہم سے چھین لیا گیا ہے اس حالت میں ہمارے لئے کب مناسب ہے کہ اپنے سروں میں تیل ڈالیں یا ہماری مجلسوں میں خوشبوئیں ہوں۔

ہمارے جگر میں آپ کی رحلت نے آگ لگا دی ہے۔ اب ہمیں کیسے زیب دیتا ہے کہ ٹھنڈا اور صاف پانی پئیں۔

جب تک حجاز میں کوئی ٹہنی جھومتی رہے گی اور جب تک درخت پر کبوتری آوازیں دیتی رہے گی۔ میں آپ کے لیے روتا رہوں گا۔

اب ہم بھی مسافر ہیں اور ہمیں حجاز کی حدود نے گھیر رکھا ہے۔ اور ہر مسافر کو آخر مٹی تلے جانا ہے۔''

ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب کی اولاد میں سے ایک شخص حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے مرقد پر گیا اور کھڑے ہو کر کہا:

''آپ کی منزل پلٹ گئی۔ آپ اللہ کے دوست ہیں' آپ کا جسم پاک قبر کو لے جایا گیا ہے تا کہ آپ اللہ کے رسول ﷺ کو اپنی آمد کی خوشخبری دیں۔

آپ کی روح کے لیے آسمان کے دروازے کھول دیے گئے ہیں اور اہل جنت آپ کی ملاقات سے مسرور ہیں۔ دینداری کے مشتاق لوگ آپ کے چلے جانے سے پریشان ہیں۔ آپ پر اللہ کی ان گنت رحمتیں ہوں۔''

Marfat.com

امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

بنو ہاشم کو نبوت کا شرف حاصل ہوا تھا۔ عرب کے کسی دوسرے قبیلے کے لیے یہ ممکن نہ تھا کہ وہ یہ شرف حاصل کر سکتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوائے نبوت کے بعد مکہ کے تمام روسا نے آپ کی مخالفت پر کمر باندھی اور پوری کوشش کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مشن کامیاب نہ ہونے پائے لیکن اللہ نے اُن کی کوششوں کو ناکام کیا اور وہ اسلام کو پھولنے پھلنے سے نہ روک سکے اور اُن صنادید عرب کو جو اسلام کی مخالفت میں پیش پیش تھے، خود اسلام کی آغوش میں آنا پڑا۔ اُنھیں لوگوں میں ابوسفیان اور ان کے بیٹے بھی تھے۔

یزید بن ابی سفیان نے اسلامی جنگوں میں جو کارہائے نمایاں انجام دیے اُن کے صلے میں اُنھیں شام کی ولایت تفویض کی گئی۔ ان کی وفات کے بعد شام کی عنان حکومت اُن کے بھائی امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن ابی سفیان کے ہاتھ میں آئی۔ اُنھوں نے وہاں کا انتظام نہایت خوش اسلوبی سے کیا اور اُسے پورے طور پر قابو میں کر لیا۔ وہ وہاں کے حاکم مطلق تھے جو حکم چاہتے دیتے تھے۔ کسی کو دم مارنے کی مجال نہ تھی۔ شام پر امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اقتدار اتنا وسیع ہو گیا کہ اگرچہ وہ مملکت اسلامیہ کا ایک حصہ اور صوبہ شمار ہوتا تھا لیکن اس کا تعلق دوسری طرف ولایات اور دارالخلافہ سے برائے نام رہ گیا تھا۔ اس طرح گو بنو اُمیہ نبوت کا شرف تو حاصل نہ کر سکے مگر دنیوی جاہ عزت اور حکومت کا منصب اُنھیں ضرور حاصل ہو گیا۔ بنو اُمیہ نے شام ہی کو اپنا مسکن بنا لیا اور وہ جوق در جوق شام میں جا کر آباد ہو گئے۔

Marfat.com

دُوراندیشی:

امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہایت عقل مند دوراندیش، حوادث سے سبق حاصل کرنے والے اور ناگہانی آفات کا پہلے ہی بچاؤ کر لینے والے شخص تھے۔ اُنھوں نے فراست سے بھانپ لیا تھا کہ ایک وقت ایسا ضرور آئے گا جب اُنھیں شام کی ولایت سے معزول کرنے کی کوششیں کی جائیں گی، ان کے اقتدار کو چیلنج کیا جائے گا اور ان کے عمال کا محاسبہ کیا جائے گا انھوں نے ایسی صورتحال پیدا ہونے سے پہلے ہی پیش بندیاں شروع کر دیں بنوکلب ایک نہایت طاقتور قبیلہ تھا جو شام میں آباد تھا اُنھوں نے اس قبیلے کو ہاتھ میں لینے اور اس کے ذریعے سے سلطنت کو مضبوط کرنے کے لیے ان کی ایک لڑکی سے شادی کر لی۔ اُس لڑکی کے بطن سے یزید پیدا ہوا۔

شہادت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے بعد:

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیعت کی گئی تو امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فوراً بھانپ لیا کہ جس وقت کا دھڑکا تھا وہ آ گیا آخر۔ اُنہیں یقین ہو گیا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کبھی شام کی ولایت پر نہ رہنے دیں گے بلکہ اُنہیں ہٹا کر کسی ایسے آدمی کو مقرر کریں گے جس پر انہیں کامل بھروسہ ہوگا۔ اِس لیے اُنہیں اپنی عافیت اسی میں نظر آئی کہ وہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف بغاوت کر دیں اور اُن سے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قصاص طلب کر کے اپنے لیے راہ ہموار کریں۔ اگر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہیں شام کی ولایت پر برقرار رہنے دیتے اور اُن سے کوئی تعرض نہ کرتے تو یقیناً امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کو تسلیم کر لیتے۔ اُنہیں اس سے غرض نہ تھی کہ خلیفہ کون ہوتا ہے۔ وہ تو یہ چاہتے تھے کہ اُنہیں شام کی ولایت سے نہ ہٹایا جائے۔ لیکن جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُنہیں معزول کرنے اور آئندہ کوئی عہدہ نہ دینے کا فیصلہ کیا تو امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن العاص سے مل کر ان کے خلاف بغاوت کر دی اور

Marfat.com

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مطالبہ انتقام کے ساتھ ساتھ ان پر یہ الزام بھی لگایا کہ انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مدد کرنے میں کوتاہی کی اور اپنے طرز عمل سے باغیوں کی حوصلہ افزائی کی۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خون آلودہ قمیض اور حضرت نائلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خون آلود انگلیوں کو دمشق کی جامع مسجد میں لٹکا دیا گیا۔ جس سے سارے شام میں نالہ و شیون برپا ہو گیا۔ لوگ جوق در جوق مسجد میں آتے اور یہ چیزیں دیکھ کر دھاڑیں مار مار کر روتے۔ اس طرح امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اہل شام اور عامتہ العرب کو بڑی کامیابی سے اپنی طرف مائل کر لیا۔

جب امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس طرح لوگوں کو اپنی طرف مائل کر کے اپنی قوت کے بارے میں مطمئن ہو گئے تو اُنھوں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اپنے مخالفین کو زیر کرنا چاہا۔ ان کا سب سے بڑا ہتھیار، جس کے ذریعے سے وہ مخالفین اور قبائل عرب کو زیر کرتے تھے۔ ابدل و عطا تھا۔ وہ لوگوں کو گرویدہ کرنے کے لیے کثرت سے روپیہ اور مال اسباب خرچ کرتے تھے طبری نے اس ضمن میں ایک واقعہ اپنی کتاب میں درج کیا ہے جس سے پتا چلتا ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرداران قبائل کو روپے پیسے کے ذریعے سے گرویدہ کرنے کا کتنا اچھا ملکہ رکھتے تھے طبری نے لکھا ہے کہ "امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تمیم کے ایک مشہور سردار ابو منازل کو ایک موقع پر ستر ہزار درہم دیے ساتھ ہی بعض ایسے سرداروں کو، جن کا مرتبہ ابو منازل سے کم تھا۔ ایک ایک لاکھ دیے۔ ابو منازل نے یہ دیکھ کر امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا۔

"آپ نے مجھے دوسرے لوگوں کے مقابلے میں تھوڑی رقم دے، کر قبیلہ تمیم میں ذلیل کر دیا میں صحیح النسب نہیں؟ کیا میں بہ لحاظ عمر کے دوسرے لوگوں سے ممتاز نہیں؟ کیا میں اپنے قبیلے میں معزز ترین فرد نہیں؟"

امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا "بے شک ہے"

ابو منازل نے کہا "پھر آپ نے دوسرے لوگوں کے مقابلے میں مجھے تھوڑی رقم

Marfat.com

کیوں دی؟"

امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا "میں نے رقم دے کر اُن لوگوں کا دین خرید لیا ہے لیکن تم چونکہ دین دار ہو اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق اچھی رائے رکھتے ہو اس لیے میں نے تمھیں تمھارے دین ہی کے سپرد کر دیا ہے۔"

ابو منازل نے جواب دیا "آپ مجھ سے بھی میرا دین خرید لیں۔"

امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے بھی ایک لاکھ درہم دینے کا حکم دے دیا۔

امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیدائشی سیاست دان، طبعاً فیاض اور بخشش کرنے والے تھے۔ ایک شاعر ابو الجہم ان کی صفات کا تذکرہ اس طرح کرتا ہے۔

ثمیل علیٰ جرانبه کانا   اذا ملنا ثمیل علیٰ ابینا

نقلبه لینجبر حالتیه   فنحبر منهما کرماً ولینا

(جب ہم ان (امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی جانب متوجہ ہوتے ہیں تو اس طرح متوجہ ہوتے ہیں گویا وہ ہمارے باپ ہیں اور جب ہم اُن کے اخلاق و عادات کو دیکھتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ وہ انتہائی سخی اور نرم دل ہیں)

مدینہ طیبہ میں آمد:

تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہادت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد مدینہ میں آئے تو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر بھی گئے اُنہیں دیکھ کر حضرت عثمان کی بیٹی رونے لگی اور بلند آواز سے پکارنے لگی (ہائے ابا جان) یہ دیکھ کر امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔

"اے میری بھتیجی! لوگوں نے ہمیں امان دی اور ہم نے اُنہیں امان دی ہم نے اُن کے لیے ایسا علم ظاہر کیا جس کے نیچے غیظ و غضب پنہاں ہے۔ اُنہوں نے ہماری ایسی اطاعت قبول کی جس میں کینہ چھپا ہوا ہے۔ ہر انسان کے ساتھ اُسکی تلوار لگی ہوتی ہے اور وہ

Marfat.com

اپنے مددگاروں کی تلاش میں ہے۔ اگر ہم ان سے عہد شکنی کریں گے تو وہ بھی ہم سے یہی برتاؤ کریں گے پھر پتا نہیں ہم غالب آئیں گے یا وہ۔ بھتیجی! تمھارے لیے امیر المومنین کی بیٹی ہونا زیادہ اچھا ہے بہ نسبت اس کے کہ تمھارا شمار ایسی عورتوں میں ہو جو مسلمانوں کی عزت و ناموس کے درپے ہیں۔"

اس گفتگو سے امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سیاست اور آپ کے رجحانات کا بخوبی پتا چل جاتا ہے۔ لیکن آپ کے اخلاق و عادات، سیاست اور طریق کار کی اس سے بھی واضح تصویر آپ کے اس قول سے نمایاں ہوتی ہے۔

میں اپنی تلوار اُس جگہ نہیں اٹھاتا جہاں میرا کوڑا کام دیتا ہے۔ اور میں اپنا کوڑا اس جگہ نہیں اٹھاتا جہاں میری زبان کام دے جاتی ہے۔ اگر میرے اور دوسرے لوگوں کے درمیان ایک دھاگا ہو تو وہ دھاگا کبھی نہیں ٹوٹ سکتا۔"

جب آپ سے پوچھا گیا یہ کیوں کر؟ تو آپ نے جواب دیا۔

جب دوسرے لوگ وہ دھاگا کھینچیں گے تو میں اُسے ڈھیلا چھوڑ دوں گا اور اگر دوسرے لوگ اسے ڈھیلا چھوڑ دیں گے تو میں اُسے کھینچ لوں گا۔"

آپ کے اس قول سے واضح ہوتا ہے کہ آپ کس قدر حلیم، سیاست کے ماہر اور پُر سکون طبیعت کے مالک تھے۔ جب آپ پر مشکلات نازل ہوتی تھیں اور مصائب کی گھنگھور گھٹائیں چھانے لگتی تھیں تو آپ نہ صرف اپنے اعصاب پر قابو پا کر ان مشکلات اور مصائب سے بچ نکلنے کے طریقے دریافت کر لیتے تھے بلکہ اُلٹا اپنے دشمنوں کو نت نئی مشکلات اور مصائب میں مبتلا کر دیا کرتے تھے۔ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سیاسی زندگی میں جس طریقے سے کام کیا اس کے بارے میں شعبی کا مندرجہ ذیل قول حقیقت پر مبنی ہے۔

"معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اصیل اونٹ کے مانند ہیں کہ اُسے کچھ کہا نہ جائے تو وہ برابر چلتا رہتا ہے لیکن جب اس پر سختی کی جائے تو وہ ٹھہر جاتا ہے اور ایک قدم بھی آگے نہیں

Marfat.com

بڑھاتا۔

تحمل مزاجی:

سیاست دان عام طور سے حلیم نہیں ہوتا کیوں کہ سیاست اور حلیم کا کوئی جوڑ نہیں سیاست دان کو بسا اوقات کام نکالنے کے لیے ایسی ایسی باتیں کرنی پڑتی ہیں جو حلم کے سراسر منافی ہوتی ہیں۔ لیکن امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ کمال تھا کہ وہ بیک وقت اعلیٰ درجے کے سیاست دان بھی تھے اور انتہا درجے کے حلیم بھی۔ اس کی بہترین مثال حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلافت سے دست برداری پر آمادہ کرنے کا واقعہ ہے۔ آپ نے اُنہیں خط لکھا کہ تقوے اور طہارت کے لحاظ سے آپ سے بہتر اور کوئی شخص موزوں نہیں اور اگر مجھے یقین ہوتا کہ آپ امور خلافت کو بھی احسن طریقے سے چلالیں گے اور امت کو ہر قسم کی مشکلات سے محفوظ رکھیں گے تو سب سے پہلے جو شخص آپ کی بیعت کرتا وہ میں ہوتا۔ لیکن موجودہ صورت حال میں آپ کے لیے یہ مناسب ہے کہ آپ خلافت سے دستبردار ہو جائیں اس کے بدلے میں آپ جو چاہیں گے میں آپ کی خدمت میں پیش کردوں گا۔

اس خط کے ساتھ ہی امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں ایک سفید کاغذ بھیجا جس کے نیچے ان کی مہر لگی ہوئی تھی اور کہلا بھیجا کہ "آپ اس کاغذ پر اپنے لیے جو کچھ لکھ دیں گے میں اُسے قبول کرلوں گا"

اِس طرز تحریر کا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر خاطر خواہ اثر پڑا۔ اُنھوں نے امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لکھے کے مطابق خلافت سے دست برداری کا اعلان کردیا۔

حکمت عملی:

امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سلطنت کے مختلف علاقوں کے لیے جن حاکموں کا انتخاب کیا وہ بھی عقل مندی، متانت اور ذکاوت میں نظیر نہ رکھتے تھے۔ عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ زیاد بن ابیہ مغیرہ بن شعبہ وہ لوگ تھے جنہوں نے امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سلطنت کو مضبوط کرنے میں کوئی وقیقہ فرد گزاشت نہ کیا اور جنھوں نے عام

Marfat.com

لوگوں کی ہمدردیاں خرید نے اپنے مخالفوں کو زیر کرنے حلیم و نرمی کے موقع پر بردباری برتنے اور سختی اور شدت کے موقع پر سختی برتنے میں اپنے سیاسی رہنما کے دوش بدوش کام کیا۔

زیاد بن ابیہ حاکم کوفہ نہایت سخت دل انسان تھا۔ لوگ اس کے نام سے کانپتے تھے لیکن وہ سختی کے ساتھ ساتھ جہاں موقع دیکھتا نرمی سے بھی کام لیتا تھا اور مخالفوں کا منہ روپے پیسے سے بند کر دیتا تھا۔ چنانچہ جب اُسے ایک با اثر اور بارسوخ خارجی ابوالخیر کی طرف سے بغاوت کا اندیشہ ہوا تو اُس نے اس خارجی کو بُلا کر نیشاپور اور ملحقہ علاقے کا عامل مقرر کر دیا' چار ہزار درہم ماہانہ وظیفہ اور ایک لاکھ درہم سالانہ تنخواہ مقرر کر دی۔ اس تدبیر سے ابوالخیر راضی ہو گیا۔ بعد میں وہ کہا کرتا تھا کہ ''میں نے اطاعت اختیار کرنے اور جماعت میں شامل رہنے سے بہتر طریقہ نہیں دیکھا۔

یہی حال مغیرہ بن شعبہ کا تھا ایک مرتبہ وہ جمعے کا خطبہ پڑھ رہے تھے کہ ایک شخص حجر بن عدی نے ان پر کنکر پھینکے۔ اور فوراً منبر سے اُترے اور محل میں چلے گئے وہاں سے اُنہوں نے پانچ سو درہم حجر بن عدی کو بھجوا دیے لوگوں نے مغیرہ سے پوچھا کہ ''آپ نے حجر کے ساتھ اس قدر نیک سلوک کیوں کیا حالانکہ اُس سے آپ کی شدید مخالفت ہے؟

اُنھوں نے جواب دیا۔

''میں نے اس رقم سے اسے قتل کر دیا ہے''

اپنے مخصوص طریقوں کی بدولت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دُشمنوں پر جو کامیابی حاصل کی اُس کی اہمیت کا اندازہ خود اُنھیں بھی تھا چنانچہ وہ کہتے ہیں۔

چار خصائل کی وجہ سے علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجھ سے مات کھا گئے۔

(۱) وہ اپنا بھید کسی سے چھپاتے نہیں لیکن میں اپنا بھید کسی پر ظاہر نہیں کرتا۔

(۲) وہ نہایت بے فکر شخص ہیں جب تک مصیبت اُن پر پوری طرح نازل نہ ہو جائے وہ اُس سے بچاؤ کی کوئی تدبیر نہیں کرتے لیکن میں پہلے سے ہر مصیبت کا سامنا کرنے اور اُس کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار رہتا ہوں۔

Marfat.com

(۳) انہیں بدترین لشکر سے پالا پڑا ہے جو اُن کے احکام کی مطلق پروا نہیں کرتا لیکن میرا لشکر میرے احکام سے سرتابی کرنے کی جرات نہیں کرسکتا۔

(۴) انہیں قریش کی حمایت میسر نہیں لیکن مجھے اُن کی پوری حمایت حاصل ہے انہیں وجوہ کی بناء پر میں نے جو کچھ چاہا حاصل کرلیا لیکن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو کچھ چاہا وہ اُسے حاصل نہ کرسکے۔"

خود حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اِس کامیابی کے معترف تھے۔ چنانچہ انھوں نے زیاد بن ابیہ کو اُس زمانے میں جب وہ آپ کا مطیع و فرمانبردار تھا۔ ایک علاقے کا حاکم مقرر کرتے ہوئے منجملہ اور باتوں کے یہ فقرہ بھی لکھا تھا۔

معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں یہ طاقت ہے کہ وہ لوگوں کو ہر چار طرف سے اپنی جانب کھینچ لیتے ہیں اسی لیے تم ڈرتے ہی رہنا۔

یزید کو ولی عہد بنانا:

اپنی بے نظیر سیاست اور قابلیت سے کام لے کر امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے راستے سے ہر کانٹا دور کر دیا اور بڑی شان سے مدت دراز تک حکومت کی۔ اپنی زندگی میں ہی انہوں نے اپنے بیٹے یزید کے لیے لوگوں سے بیعت لی۔ یزید ان کی طرح عقل مند ٗدور اندیش ٗحلیم اور فیاض نہ تھا اُسے نہ دین سے کچھ واقفیت تھی نہ امور سیاست سے ٗوہ رات دن لہو و لعب اور راگ رنگ کی محفلوں میں مشغول رہتا تھا ایسے شخص کو اُمت کے سر پر مسلّط کر دینا کسی طرح مناسب نہ تھا گو اس وقت مسلمانوں میں بہت سی خرابیاں راہ پا چکی تھیں لیکن ابھی اسلام کا ابتدائی زمانہ تھا کئی صحابہ بقید حیات تھے۔ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اگرچہ پدری محبت کی وجہ سے اور اُن کے حاشیہ نشین خوشامد کے باعث یزید کی ولی عہدی پر راضی ہو گئے تھے لیکن عامتہ المسلمین کبھی اس پر مطمئن نہ ہو سکتے تھے۔ اُن کے نزدیک خلیفہ کے لیے تین خصوصات کا حامل ہونا ضروری تھا۔

Marfat.com

(1) وہ علم و فضل کے لحاظ سے ممتاز حیثیت رکھتا ہو۔

(2) اعلیٰ حسب و نسب کا مالک ہو۔

(3) تقوے اور اخلاص میں تمام مسلمانوں سے بڑھ چڑھ کر ہو لیکن یزید میں سوا دوسری شرط کے باقی دو شرطیں مفقود تھیں۔

مخالفت:

اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ مغیرہؓ بن شعبہ کی تحریک پر امیر معاویہؓ نے یزید کو ولی عہد بنایا ورنہ اس سے پہلے ان کو اس کا خیال بھی نہ گزرا تھا کہ وہ اپنے بیٹے کے خلیفہ بنانے کی تمنا کریں' سب سے پہلے اس تجویز کو مغیرہ ہی نے کوفہ میں پروان چڑھایا' لیکن بنیادی طور پر یہ تجویز چونکہ خلافِ راشدہ کی سنت کے خلاف اور اسلامی جمہوریت کی روح کے منافی تھی' اس لیے اُسی وقت مدینہ منورہ میں اس کی مخالفت شروع ہوئی' چنانچہ حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ 'عبداللہ بن عمرؓ ' عبداللہ بن زبیرؓ اور حضرت امام حسینؓ نے اس کی شدت سے مخالفت کی' مروان نے جب اس مسئلہ کو مدینہ میں صائب الرائے اور سنجیدہ حلقوں کے سامنے رکھا تو ہر طرف سے اس کی مخالفت شروع ہوئی' حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے صاف لفظوں میں کہا کہ ہمارے لیے خلیفہ کے انتخاب میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدینؓ کے طریقہ کے سوا اور کوئی طریقہ پسندیدہ نہیں ہو سکتا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ نے اس پر اظہارِ خیال کرتے ہوئے کہا کہ امیر معاویہؓ نے جو انتخاب کا طریقہ اختیار کیا ہے' یہ سنت خلفاء راشدین نہیں بلکہ یہ تو قیصر و کسریٰ کا طریقہ ہے جو ہمارے لیے قابل قبول نہیں ہو سکتا' حضرت امام حسینؓ نے فرمایا کہ یہ انتخاب مسلمانوں کی بہتری کے لیے نہیں بلکہ بربادی کے لیے کیا گیا ہے۔ کیونکہ اس طرح تو خلافتِ اسلامیہ قیصر و کسریٰ کی سلطنت سے مشابہ ہو جائے گی کہ باپ کے بعد بیٹا تخت نشین ہو۔

امیر معاویہؓ نے ان صاحبانِ بصیرت کو راضی کرنے کے لیے یہاں تک کہلایا کہ آپ حضرات محض اس کو خلیفہ مان لیں' باقی ملک کا نظم و نسق' عہدہ داروں کا تقرر و تبدل

Marfat.com

اور دوسرے انتظام مملکت وہ سب آپ حضرات ہی کے مشورے سے ہوگا' لیکن اس پر بھی ان میں سے کوئی تیار نہیں ہوا۔

یزید کی حمایت کے لیے کوشش

اُس دور کے عوام کے جذبات اور یزید کے کردار کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ حضرت امیر معاویہؓ نے اپنے عمال کے نام ایک عام حکم جاری کیا کہ لوگوں سے یزید کی خوبیاں بیان کرو۔ اور اپنے اپنے علاقوں کے با اثر لوگوں کا ایک ایک وفد میرے پاس بھیجو کہ میں بیعت یزید کے متعلق لوگوں سے خود بھی گفتگو کروں' چنانچہ ہر صوبے سے جو وفد آیا' امیر معاویہؓ نے اُن سے الگ الگ بھی گفتگو کی اور پھر سب کو ایک مجلس میں جمع کر کے ایک خطبہ دیا' جس میں خلفاء کے فرائض اور حقوق' حکام کی اطاعت اور عوام کے فرائض بیان کر کے یزید کی شجاعت' سخاوت' عقل و تدبیر اور انتظامی قابلیت کا تذکرہ کر کے اس بات کی خواہش ظاہر کی کہ یزید کی ولی عہدی پر بیعت کر لینی چاہیے' لیکن اس کے جواب میں مدینے کے وفد کے ایک رکن محمد بن عمرو بن حزم نے کھڑے ہو کر کہا امیر المومنین آپ یزید کو خلیفہ تو بناتے ہیں' لیکن ذرا اس بات پر بھی خیال فرمالیں کہ قیامت کے دن آپ کو اپنے اس فعل کا خدائے تعالیٰ کی جناب میں جواب دہ ہونا پڑے گا' محمد بن عمرو بن حزم کے ان الفاظ سے اندازہ ہوتا ہے کہ عوام بھی یزید کی خلافت سے خوش نہ تھے اور اس کی خلافت کے جوئے کو اپنی گردن پر رکھنے کے لیے تیار نہ تھے۔

یزید کی سرکشی:

خود آخر وقت میں امیر معاویہؓ کے سامنے یزید نے جس قسم کی سرکشی کا اظہار کیا تھا۔ اس سے بھی اس پر روشنی پڑتی ہے کہ وہ کہاں تک خلافت کا اہل تھا۔

شروع ماہِ رجب 60ھ میں حضرت امیر معاویہؓ بیمار ہوئے' اس بیماری میں جب انہیں یقین ہونے لگا کہ اب آخری وقت قریب آ گیا ہے تو انہوں نے یزید کو بلوایا' یزید اُس وقت دمشق سے باہر شکار میں یا کسی مہم پر گیا ہوا تھا' فوراً قاصد گیا اور یزید کو بلا کر لایا' یزید

Marfat.com

حاضر ہوا تو انہوں نے اُس سے مخاطب ہو کر کہا:

''اے بیٹے! میری وصیت کو توجہ سے سن' اور میرے سوالوں کا جواب دے اب خدائے تعالیٰ کا فرمان یعنی میری موت کا وقت قریب آ چکا ہے' تو بتا کہ میرے بعد مسلمانوں کے ساتھ کیسا سلوک کرنا چاہتا ہے' یزید نے جواب دیا کہ میں کتاب اللہ اور سنتِ رسول کی پیروی کروں گا۔''

حضرت امیر معاویہؓ نے کہا کہ سنتِ صدیقیؓ پر بھی عامل ہونا چاہیے کہ انہوں نے مرتدین سے جنگ کی' اور اس حالت میں وفات پائی کہ اُمت ان سے خوش تھی' یزید نے کہا نہیں صرف کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ کی پیروی کافی ہے۔

امیر معاویہؓ نے پھر کہا کہ: ''اے بیٹے! سیرتِ عمرؓ کی پیروی کر کہ انہوں نے شہروں کو آباد کیا فوج کو قوی کیا اور مالِ غنیمت فوج پر تقسیم کیا'' یزید نے کہا نہیں۔ صرف کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کافی ہے۔

حضرت امیر معاویہؓ نے کہا اے بیٹے سیرتِ عثمان غنیؓ پر عامل ہونا کہ انہوں نے لوگوں کو زندگی میں فائدہ پہنچایا اور سخاوت کی۔

یزید نے کہا نہیں صرف کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے لیے کافی ہے۔

امیر معاویہؓ نے یہ سن کر فرمایا

اے بیٹے تیری ان باتوں سے مجھ کو یقین ہو گیا کہ تو میری باتوں پر عمل در آمد نہیں کرے گا بلکہ میری وصیت و نصیحت کے خلاف ہی کرے گا۔

یزید کی وصیتیں:

جب امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کا وقت نزدیک آیا تو آپ نے یزید کو بلایا اور اُسے حسب ذیل وصیتیں کیں۔

''اے میرے بیٹے! میں نے تمھارے راستے سے تمام کانٹے دور کر دیے ہیں تمھارے دُشمنوں کو زیر کر دیا ہے عرب کی گردنیں تمھارے سامنے جھکا دی ہیں اور ایسا خزانہ

Marfat.com

جمع کر دیا ہے جس کی نظیر نہیں ملتی میرے ان احسانات کا شکریہ تم پر اس طرح واجب ہے کہ تم اہل حجاز سے مہربانی اور اُلفت سے پیش آنا کیونکہ وہ تمھاری اصل ہیں۔ جو حجازی تمھارے پاس آئے اُس کی خبر گیری کرتے رہنا اہل عراق کا بھی خیال رکھنا۔ اگر وہ چاہیں کہ ہر روز اُن کے لیے نیا عامل مقرر کیا جائے تو ایسا کر دینا کیونکہ عاملوں کا معزول کر دینا اس سے آسان ہے کہ ایک لاکھ تلواریں تمھارے مقابلے میں میدان سے باہر نکل آئیں۔ اہل شام کے ساتھ بھی حسن سلوک سے پیش آنا۔ اُنھیں اپنا رازدار بنانا۔ اگر دشمن سے کسی قسم کا خطرہ ہو تو اُن سے مدد لینا۔ لیکن جب دشمنوں کی مدافعت کر چکو تو انھیں اپنے اپنے شہروں کو واپس بھیج دو کیونکہ دوسرے شہروں میں رہنے سے اُن کے اخلاق و عادات بدل جانے کا اندیشہ ہے۔

خلافت کے معاملے میں صرف چار قریشی تمھارے حریف ہو سکتے ہیں، حسین بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تو عبادت نے تھکا دیا ہے۔ جب دوسرے لوگ تمھاری بیعت کر لیں گے تو وہ بھی کر لیں گے۔ حسین بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سادہ مزاج ہیں۔ اہل عراق ضرور تمھارے مقابل لا کر رہیں گے اگر وہ تمھارے مقابلے میں آئیں اور تم کامیاب ہو جاؤ تو درگزر سے کام لینا کیونکہ وہ ہمارے قریبی عزیز ہیں۔ اُن کا ہم پر بڑا حق ہے۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے ہیں عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے وہ دوسروں کو کرتا دیکھیں گے خود بھی کریں گے۔ البتہ جو شخص شیر کی طرح گھات لگائے گا اور لومڑی کی طرح چالیں چلے گا وہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے۔ اگر وہ مقابلہ کرے اور تم کامیاب ہو جاؤ تو اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دینا لیکن جہاں تک ممکن ہو قوم کو خونریزی سے بچانا۔

بعض مورخین کہتے ہیں کہ یزید امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مرض الموت میں آپ کے پاس موجود نہ تھا۔ آپ نے مندرجہ بالا وصیتیں ضحاک بن قیس اور مسلم بن عقبہ کے ذریعے اس تک پہنچائیں تھیں۔

بہر حال مغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن شعبہ اور امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کوشش

Marfat.com

سے یزید عالم اسلام کا خلیفہ ہوا' حضرت امیر معاویہؓ کا اپنی زندگی میں یزید کے لیے بیعت لینا ایک سخت غلطی تھی' اور یہ غلطی اُن سے غالباً محبت پدری کی وجہ سے سرزد ہوئی' مگر مغیرہ بن شعبہ کی غلطی اُن سے بھی بڑی ہے' کیونکہ امیر معاویہؓ کو یہ خیال مغیرہ بن شعبہ ہی کی تحریک پر پیدا ہوا تھا لیکن یزید نے اس منصب کو حاصل کرنے کے بعد بھی اپنے آپ کو خلافت کا اہل ثابت نہیں کیا' وہ خوب جانتا تھا کہ اس کے زمانے میں ایسے بزرگ موجود ہیں جو اپنی پاکیزہ سیرت' بلند اخلاق' عبادت و ریاضت اور عملی زندگی اور قوت ایمانی کی وجہ سے آفتاب سمجھے جاتے ہیں' بجائے اس کے کہ وہ اپنی حکومت کا نظم و نسق ان بزرگوں کے مشورے سے چلاتا' اُس نے خلافت کے حاصل کرتے ہی اپنی ظلم و استبداد کی چکی کو تیز سے تیز تر کر دیا' اُس نے مدینہ طیبہ اور مکہ مکرمہ میں اُس وقت جتنے بزرگ تھے' مثلاً حضرت عبداللہ بن زبیرؓ اور حضرت امام حسینؓ اور دوسرے بزرگوں سے بیعت لینے کے لیے وہاں کے عاملوں کے نام احکام جاری کیے کہ ان سب سے میرے لیے بیعت لی جائے' حضرت امام حسینؓ کو جب اُس کا یہ پیغام پہنچا تو امام عالی مقام جیسی مقدس شخصیت اُس کے ہاتھ پر کیسے بیعت کر سکتی تھی' کیونکہ اول تو اس کا انتخاب ہی غیر شرعی طریقہ پر ہوا تھا' اور اس کی حکومت ایک غیر شرعی حکومت تھی' دوسرے یہ کہ وہ اپنے اعمال و کردار کے اعتبار سے بھی اس قدر گرا ہوا تھا کہ وہ ہمیشہ لہو و لعب سیر و شکار میں مصروف رہتا تھا' خواجہ سراؤں کو اُس نے اپنی خدمت گزاری پر مامور کیا تھا۔ رقص و سرود کی محفلوں میں وہ بے محابا شریک ہوتا تھا' یہ اور اس قسم کے بہت سے عیوب اُس میں تھے وہ کسی طرح بھی اس قابل نہیں تھا کہ اُسے ایک منٹ کے لیے بھی مسلمانوں کا خلیفہ یا سردار تسلیم کیا جائے تو ان حالات میں حضرت امام حسینؓ کیسے خلیفہ تسلیم کر کے اُس کے ہاتھ پر بیعت کر سکتے تھے۔

امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یکم رجب ۶۵ھ (مطابق ۴ جولائی ۶۸۰ء ہفتے کے روز وفات پائی انتقال کے وقت آپ کی عمر پچھتر سال تھی۔ آپ نے انیس سال تین مہینے ستائیس دن حکومت کی۔

Marfat.com

حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب پیدا ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نام رکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عمر سات سال سات مہینے اور سات دن کی تھی اِس لیے اُنہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت سے اتنا فیض حاصل کرنے کا موقع نہ ملا جتنا اُن کے والد علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ملا تھا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت:

احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے اور ان کے بڑے بھائی حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بہت محبت کرتے تھے اور اُنہیں دیکھنے کے لیے روزانہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے یہاں تشریف لے جایا کرتے تھے اور اُنہیں بُلا کر پیار کرتے تھے اور کھلاتے تھے۔ ایک صحابی بیان فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مغرب یا عشاء کی نماز کے لیے تشریف لائے۔ آپ نے اپنی گود میں حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اُٹھا رکھا تھا۔ نماز پڑھانے لگے تو آپ نے اُنہیں اتار کر اپنے قریب بٹھا دیا اور نماز شروع کر دی۔ جب آپ سجدے میں گئے تو بہت دیر تک سجدے ہی میں جھکے رہے خاصی دیر کے بعد میں سر اٹھایا تو کیا دیکھتا ہوں کہ بچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیٹھ پر سوار ہے اور آپ سجدے ہی میں پڑے ہوئے ہیں۔ یہ دیکھ کر میں پھر سجدے میں چلا گیا۔ جب نماز ختم ہوگئی تو لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ نے ایک سجدہ بہت طویل کر دیا ہمارا خیال

Marfat.com

ہے کہ یا تو کوئی غیر معمولی واقعہ پیش آ گیا تھا' یا اس دوران وحی نازل ہوتی رہی۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ان دونوں باتوں میں سے کوئی بھی واقع نہیں ہوئی تھی۔ میرا بیٹا مجھ پر سوار ہو گیا تھا' میں نے اسے ہٹانا پسند نہیں کیا۔"

ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر کے قریب سے گزرے تو آپ نے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے رونے کی آواز سنی۔ آپ گھر کے اندر تشریف لائے اور بیٹی سے فرمایا کیا تمہیں معلوم نہیں کہ مجھے اس کے رونے سے تکلیف پہنچتی ہے؟"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دُعا:

امام ترمذی نے اپنی کتاب میں ایک روایت درج کی ہے:

"اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن زید کہتے ہیں کہ میں کسی ضرورت کے لیے رات کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ کوئی چیز چادر میں چھپائے ہوئے باہر تشریف لائے جب میں اپنی بات پوری کر چکا تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ! آپ چادر میں کیا چھپائے ہوئے ہیں؟ آپ نے چادر ہٹائی تو اُس کے نیچے سے حُسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حُسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ظاہر ہوئے۔ آپ نے فرمایا "یہ دونوں میرے بچے اور میری لڑکی کے لڑکے ہیں۔ اے اللہ۔ میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں۔ تو بھی ان دونوں سے اور ان سے محبت کرنے والوں سے محبت فرما۔"

حسنین رضی اللہ عنہم سے پیار:

ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد میں داخل ہوئے۔ وہ دونوں کرتے پہنے ہوئے تھے اور سستی کی وجہ سے چلتے ہوئے لڑکھڑا رہے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دیکھ کر منبر پر سے اُترے اور ان دونوں کو گود میں لے کر اپنے پاس منبر پر بٹھا لیا اور

Marfat.com

فرمایا:

"اللہ نے سچ فرمایا ہے کہ مال اور اولاد انسان کے لیے فتنہ اور امتحان ہوتے ہیں میں نے دیکھا کہ یہ دونوں بچے چلتے ہوئے لڑکھڑا رہے ہیں تو مجھ سے رہا نہ گیا اور میں نے خطبہ چھوڑ کر ان دونوں کو اُٹھا لیا۔"

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی عقیدت:

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی آپ پر بہت شفقت فرمایا کرتے تھے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بہت محبت کرتے تھے اور ہمیشہ ان دونوں کو اپنے لڑکوں پر مقدم رکھتے تھے۔ ایک دفعہ آپ نے لوگوں میں کچھ رقم تقسیم کی اور اس میں سے ان دونوں بھائیوں کو دس دس ہزار درہم دیے یہ دیکھ کر آپ کے صاحبزادے عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔

"آپ جانتے ہیں کہ میں بہت پہلے اسلام لایا اور ہجرت بھی کی۔ اس پر بھی آپ دونوں لڑکوں کو مجھ پر ترجیح دیتے ہیں؟"

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ "عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ! مجھے تمھاری یہ بات سن کر بہت رنج ہوا تم بتاؤ کیا تمھارا نانا اُن کے نانا کے مانند ہے؟ کیا تمھارا ماموں ان کے ماموں کے مانند ہے؟ کیا تمھاری پھوپھی اُن کی پھوپھی کی مانند ہے؟ سنو اُن کے نانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اُن کی والدہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں۔ اُن کی نانی حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں۔ اُن کے ماموں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ اُن کی خالائیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیاں حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں۔ ان کے چچا جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن ابی طالب ہیں اور ان کی پھوپھی ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت ابی طالب ہیں"۔

Marfat.com

جب بیت المال سے مسلمانوں کے وظیفے مقرر ہوئے تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان دونوں بھائیوں کا وظیفہ ان کے والد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرح پانچ پانچ ہزار مقرر کیا حالانکہ اصحاب بدر کے لڑکوں کو دو دو ہزار درہم وظیفہ ملتا تھا۔

ایک مرتبہ یمن سے کچھ حُلّے مدینہ آئے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں لوگوں میں تقسیم کر دیا لوگ وہ حُلّے پہن کر خوشی سے باہر نکل آئے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد نبوی میں تشریف فرما تھے لوگ آپ کے پاس آتے اور آپ کو سلام کرتے۔ کچھ دیر بعد حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اپنی والدہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر سے نکلے لیکن وہ کوئی حُلّہ پہنے ہوئے نہ تھے۔ اُنہیں دیکھتے ہی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بے قرار ہو گئے اور آپ نے لوگوں سے فرمایا۔

"مجھے تم لوگوں کو حُلّے دینے کی کوئی خوشی نہیں ہوئی۔"

لوگوں نے وجہ دریافت کی تو آپ نے فرمایا" ان دونوں بچوں کی وجہ سے دوسرے لوگ حُلّے پہنے ہوئے ہیں لیکن ان کے جسم حُلّوں سے خالی ہیں۔"

یہ کہہ کر اسی وقت یمن کے عامل کو فرمان لکھا کہ حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے فی الفور دو عمدہ حُلّے بھیج دو۔ اُس نے حکم کی تعمیل کی۔ جب حُلّے آ گئے تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُنہیں حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پہنایا اور فرمایا" اب مجھے سچی خوشی حاصل ہوئی۔"

جہاد میں شرکت:

ابن خلدون اور بعض دوسرے مورخ لکھتے ہیں کہ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس لشکر میں موجود تھے جس نے مصر کی فتح کے بعد افریقہ کے دوسرے علاقوں پر چڑھائی کی تھی اور اسلامی لشکر کے ساتھ جس میں متعدد صحابہ شامل تھے یہ دونوں بھی مغرب اقصیٰ تک پہنچ گئے تھے۔

طبری نے اپنی کتاب تاریخ الامم والملوک میں لکھا ہے کہ ان دونوں نے حضرت

Marfat.com

عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں طبرستان کے خلاف جہاد میں حصہ لیا تھا یہ جہاد ۳۰ھ میں ہوا۔

ان واقعات سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت حسنؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت حسینؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دونوں بھائی ہر وقت اسلام کی حمایت میں دشمنوں کے سامنے سینہ سپر رہتے تھے اور ہر شہر وقصبہ پر اسلامی علم گاڑنے میں پیش پیش تھے۔

جرأت ودلیری:

حضرت عثمانؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں جب اسلام کے اندر پہلی بار فتنہ برپا ہوا اور باغیوں نے داخل ہو کر آپ کے گھر کا محاصرہ کر لیا تو حضرت حسینؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اُن معدودے چند نوجوانوں میں سے تھے جنھوں نے جان کی پرواہ نہ کرتے ہوئے باغیوں کا مقابلہ کیا۔ اس واقعے کی تفصیل یوں ہے کہ جب باغیوں نے حضرت عثمانؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر کا محاصرہ کر کے پانی بند کر دیا اور آپ کے قتل کا ارادہ کیا تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پانی کی تین مشکیں آپ کے گھر بھیجیں اور اپنے دونوں بیٹوں حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حسینؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی ہتھیار دے کر آپ کے گھر بھیج دیا اور اُنھیں حکم دے دیا کہ تم تلواریں لے کر عثمانؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دروازے پر کھڑے رہو اور کسی شخص کو جو بری نیت سے عثمانؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر میں داخل ہونا چاہے دروازے میں قدم نہ رکھنے دو۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرح حضرت زبیرؓ العوام، حضرت طلحہؓ اور چند اور صحابہ نے بھی اپنے لڑکوں کو حضرت عثمانؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حفاظت کے لیے ان کے گھر بھیج دیا۔

ایک روز حضرت عثمانؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے گھر کی چھت پر چڑھ کر ایک تقریر فرمائی۔ لیکن باغیوں نے آپ سے نامناسب سلوک کیا اور آپ پر پتھر اور تیر پھینکنے شروع کیے۔ آپ کی حفاظت کرتے ہوئے حضرت حسنؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی زخمی ہو گئے۔

Marfat.com

باغیوں کو یہ خوف پیدا ہوا کہ کہیں بنو ہاشم یہ دیکھ کر ہمارے مقابلے کے لیے نہ آجائیں اور ہمیں لینے کے دینے پڑ جائیں اس لیے انھوں نے مکان کی پچھلی طرف سے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا۔ چنانچہ محمد بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ دو آدمیوں کے ساتھ مکان کی پچھلی دیوار پھاند کر گھر میں داخل ہوئے۔ اُس وقت حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس اُن کی بیوی حضرت نائلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سوا کوئی نہ تھا اور وہ قرآن شریف کی تلاوت فرما رہے تھے محمد بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آگے بڑھ کر آپ کی ڈاڑھی پکڑ کر اسے زور سے جھٹکا دیا حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صرف اتنا فرمایا ''اے میرے بھتیجے! اگر تیرا باپ اس وقت ہوتا تو وہ ایسا نہ کرتا۔'' اس پر محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ شرمندہ ہو کر باہر نکل گئے۔ لیکن دوسرے لوگوں نے اندر آکر آپ کو شہید کر دیا اور بھاگ گئے حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ دروازے پر تھے۔ اندر جو کچھ ہو رہا تھا اُس کی خبر نہ تھی جب حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کر کے قاتلین بھاگ گئے تو آپ کی بیوی چلائیں کہ امیر المومنین شہید کر دیے گئے۔

شور سن کر دروازے پر کھڑے ہوئے لوگ اندر بھاگے تو دیکھا کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ خاک وخون میں غلطاں ہیں۔ اب سوا افسوس کے کوئی چارہ نہ تھا جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آپ کی شہادت کی خبر ملی تو وہ بھاگے بھاگے آئے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے بیٹوں سے پوچھا کہ جب تم دروازے پر موجود تھے تو لوگوں کو گھر میں داخل ہو کر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کرنے کی جرات کس طرح ہوئی؟ آپ نے انہیں تھپڑ مارے اور محمد بن طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی برا بھلا کہا۔

جنگوں میں حصہ:

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے ایام میں جو جنگیں ہوئیں ان سب

Marfat.com

میں حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد کے ساتھ رہے۔ جنگ جمل، جنگ صفین اور جنگ نہروان کے موقعوں پر آپ نے انتہائی جوانمردی، استقلال، شجاعت اور بہادری کا ثبوت دیا۔

ایک جنگ میں آپ نے آگے بڑھ کر ہل من مبارز (کوئی ہے جو میرے مقابلے پر آئے) کا نعرہ لگایا۔ زرقان نامی ایک شخص جس کی بہادری کی دھاک بیٹھی ہوئی تھی آگے آیا اور پوچھا "تم کون ہو؟" آپ نے جواب دیا "میں حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہوں" یہ سن کر زرقان نے کہا کہ۔ "اے میرے بیٹے تم لوٹ جاؤ۔ ایک دن میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تھا۔ آپ اپنی اونٹنی پر سوار قبا کی جانب سے تشریف لا رہے تھے اور تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نہیں چاہتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس حال میں ملوں کہ میرے ہاتھ تمھارے خون میں آلودہ ہوں۔"

والد محترم کی وصیت:

جب ابن ملجم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر وار کیا اور آپ زخمی ہونے کی حالت میں گھر لائے گئے تو آپ نے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلا کر فرمایا۔

"میں تم دونوں بھائیوں کو وصیت کرتا ہوں کہ اللہ کا تقویٰ اختیار کرنا کسی ایسی چیز پر افسوس نہ کرنا جو تمھیں مل نہیں سکی۔ ہمیشہ لوگوں کے ساتھ نیکی سے پیش آنا اور ظالم کے مقابلے میں مظلوم کی مدد کرنا۔

اے بنو عبدالمطلب، خبردار تم یہ کہہ کر مسلمانوں کا خون نہ بہانا کہ امیر المومنین شہید کر دیے گئے۔ سوا میرے قاتل کے اور کسی کو قتل نہ کرنا جب میں مر جاؤں تو میرے بعد قاتل کو تلوار کی ایک ہی ضرب سے قتل کر دینا۔ اُس کے اعضاء کو نہ کاٹنا کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے 'تم مثلے سے بچو خواہ دیوانے کتے ہی کا کیوں نہ ہو۔"

Marfat.com

حضرت حسینؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ نصائح کرنے کے بعد آپ اپنے تیسرے بیٹے محمدؐ بن الحنفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مخاطب ہوئے اور اُن سے پوچھا "میں نے جو تمھارے بھائیوں کو نصیحتیں کی ہیں تم نے سن لی ہیں؟" انھوں نے جواب دیا "جی ہاں"

آپ نے فرمایا "میں تمھیں بھی انھیں باتوں کی نصیحت کرتا ہوں ساتھ ہی وصیت کرتا ہوں کہ تم اپنے بھائیوں سے نیکی کرنا۔ ان کی توقیر اور عزت کرنا۔ ان کی فضیلت کو ہمیشہ پیش نظر رکھنا اور کوئی کام اُن کے مشورے کے بغیر نہ کرنا۔"

اس کے بعد آپ پھر حضرت حسینؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا "میں تمھیں وصیت کرتا ہوں کہ تم اس سے اچھی طرح پیش آنا کیونکہ یہ تمھارا بھائی اور تمھارے باپ کا بیٹا ہے۔ تم جانتے ہو کہ تمھارا باپ اس سے محبت کرتا تھا اور تم بھی اس سے محبت کرنا۔"

۱۹ رمضان ۴۰ھ مطابق ۱۹ اگست ۶۶۱ء کی رات کو ابن ملجم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر حملہ کیا اور ۲۱ رمضان کی رات کو آپ اسی زخم کی وجہ سے وفات پا گئے تجہیز و تکفین طلوع فجر سے پہلے ہی ہو گئی خلافت حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ میں آئی۔ ابن ملجم کو اسی طرح قتل دیا گیا جس طرح حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حکم دیا تھا۔

Marfat.com

یزید بن معاویہ

یزید بن معاویہ ایک دن نیند سے بیدار ہوا تو وہ اپنے باپ کی جگہ بادشاہ بن چکا تھا مگر مسلمانوں نے یزید کی بادشاہی کو اچھی نظر سے نہ دیکھا۔ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی کے عہد میں یزید کے برے خصائل کی شہرت ہر طرف پھیل چکی تھی اور لوگوں کو معلوم تھا کہ یزید کو لہو ولہب اور عیش و آرام کی زندگی بسر کرنے کے سوا کوئی کام نہیں۔ مسلمانوں کو خلافت کے لیے ایک ایسے شخص کی ضرورت تھی جو سچائی، پرہیز گاری، تقوے اور طہارت میں ممتاز حیثیت کا مالک ہو اور اُسے ملکی سیاست کا بھی خاصا تجربہ ہو۔

یزید کو بادشاہی تو حاصل ہو گئی لیکن اُس نے اپنے چند سالہ دور حکومت میں نہ صرف یہ کہ مسلمانوں کے سواد اعظم کو اپنا مخالف اور دشمن بنا لیا بلکہ قیامت کے لیے اپنے آپ کو مردود مشاہیر کی صف اوّل میں شامل کر لیا۔ مدینہ منورہ کی حرمت کو توڑنا مکہ مکرمہ کا محاصرہ کرنا اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کرانا معمولی جرائم نہیں۔ ان جرائم میں سے کسی ایک کا بھی ارتکاب ہمیشہ کے لیے کسی شخص کو مسلمانوں کی نگاہوں میں ذلیل بنا دینے کے قابل تھا۔

یزید کی نا اہلی:

یزید نے حکومت حاصل ہوتے ہی ایسے کام شروع کر دیے جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں سیاسی سوجھ بوجھ نام کو بھی نہ تھی۔ اس نے مختلف علاقوں میں اپنے عمال مقرر کرتے ہوئے عقل مندی کا ثبوت دیا نہ اُنھیں لوگوں سے نرمی اور محبت سے پیش آنے کی تلقین کی ان حالات کی موجودگی میں جو کچھ اس کے زمانے میں ہوا اور اُس کے عمال نے جو

Marfat.com

جو کاروائیاں کیں ان سب کا ذمہ دار یزید ہے۔ اگر یزید اپنے عمال کو لوگوں سے نرمی اور تلطف کرنے کا حکم دیتا تو عبید اللہ بن زیاد اور دوسرے عمال کی مجال نہ تھی کہ وہ اس کے حکم سے سرتابی کرتے' خصوصاً اس حالت میں جب یزید کے خلاف نفرت نے شدت اختیار نہ کی تھی اور معاملہ عام ناراضی سے زیادہ نہ بڑھا تھا۔ تلوار نکال کر مسلمانوں کا قتل عام شروع کر دینا اور اپنے عمال اور قائدین کو کھلی چھٹی دے دینا کہ وہ لوگوں سے جس قسم کا سلوک چاہیں کریں' ایسی فاش غلطی تھی جو کسی صورت میں معاف نہیں کی جاسکتی اور یہ ایسی سیاست تھی جس نے اوائل ہی میں اسلامی سلطنت کو اتنا زبردست نقصان پہنچایا کہ بعد میں اس کی تلافی ممکن نہ رہی۔

یزید کا خط:

یزید ۲۵ھ میں حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں پیدا ہوا۔ اپنے والد امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کے بعد جب بادشاہی کا تاج اس کے سر پر رکھا گیا تو سب سے پہلے یزید کو یہ فکر لاحق ہوئی کہ جن لوگوں نے اس کے والد سے بیعت نہ کی تھی۔ اُنھیں اپنی بیعت پر مجبور کرے۔ چنانچہ اُس نے عامل مدینہ ولید بن عقبہ بن ابی سفیان کو خط لکھا۔ جس میں اپنے والد کی خبر وفات دینے کے بعد تحریر کیا کہ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور عبداللہ بن زبیر سے فوراً بیعت لے لو اور جب تک اُن سے بیعت نہ لے لو اُنھیں اپنے پاس سے جانے کی اجازت نہ دو"

جب یزید کا خط ولید کے پاس پہنچا تو اُس نے مروان بن حکم کو جو ولید سے پہلے مدینہ کا حاکم تھا، بلایا اور یزید کا خط دکھا کر اس سے مشورہ طلب کیا۔ مروان نے مشورہ دیا کہ اس وقت ان اصحاب کو بُلا کر اُنھیں بیعت پر مجبور کیا جائے۔ ساتھ یہ بھی کہا۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو حکومت کے طلب گار ہی نہیں۔ اگر وہ بیعت نہ بھی کریں تو کوئی حرج نہیں۔ خطرہ ہے تو حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور

Marfat.com

عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن زبیر کی طرف سے ہے۔ اس لیے انھیں اسی وقت بلاؤ اور بیعت پر مجبور کرو۔ اگر بیعت کرلیں تو بہتر ہے ورنہ اُنھیں زندہ باہر نہ جانے دو۔"

چنانچہ ولید نے عبداللہ بن عمرو بن عثمان کو، جو اُس وقت بچے تھے، حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلانے کے لیے بھیجا۔ یہ دونوں اس وقت مسجد میں تھے اس غیر معمولی وقت کے بلاوے سے فوراً معاملے کی تہہ کو پہنچ گئے اور انھوں نے آپس میں کہا "معلوم ہوتا ہے کہ معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتقال ہو گیا ہے اور ہمیں بیعت کے لیے بلایا جارہا ہے" حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے چند آدمی لے کر ولید کے پاس پہنچے اور انھیں ہدایت کی کہ تم دروازے پر بیٹھے رہو۔ اگر میں تمھیں بلاؤں یا تم سنو کہ میری آواز بلند ہوگئی ہے تو سب کے سب مکان کے اندر چلے آنا لیکن اگر ایسا نہ بھی ہو تو دروازے سے نہ ہٹنا یہاں تک کہ میں باہر آجاؤں۔"

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا جواب:

اپنے آدمیوں کو باہر بٹھا کر حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اندر ولید اور مروان کے پاس تشریف لے گئے۔ ولید نے آپ کو امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کی خبر دی اور یزید کا خط پڑھ کر سنایا۔ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا اور فرمایا۔ "اللہ معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر رحم کرے۔ لیکن مجھ جیسا شخص خفیہ بیعت نہیں کر سکتا۔ آپ عام لوگوں کو اس مقصد کے لیے جمع کیجیے۔ میں بھی ان کے ساتھ آؤں گا جو سب کی رائے ہوگی وہی کیا جائے گا۔"

ولید نے یہ سُن کر حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جانے کی اجازت دے دی۔ آپ کے جانے کے بعد مروان نے ولید سے کہا۔ "افسوس تم نے میرا کہنا نہ مانا اور حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جانے دیا۔ اب جب تک تمہارے اور اس کے درمیان اچھی طرح خونریزی نہ ہولے تم اُس پر قابو نہیں پا سکتے۔"

ولید نے جواب دیا۔ "بڑے افسوس کی بات ہے تم چاہتے ہو کہ میں حسین رضی

Marfat.com

اللہ تعالیٰ عنہ کو قتل کر دوں۔ واللہ! قیامت کے دن جس شخص سے حسینؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خون کا مطالبہ کیا جائے گا۔ وہ بڑے نقصان میں رہے گا۔"

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ولید سے ایک دن کی مہلت مانگی اور راتوں رات مدینہ سے نکل کھڑے ہوئے اور مکہ کی راہ لی۔ صبح ہونے پر جب ولید کو عبداللہ بن زبیرؓ رضی اللہ عنہ کے مدینہ سے نکل جانے کا علم ہوا تو ان کے پیچھے آدمی دوڑائے لیکن اُنھوں نے چونکہ مکہ جانے کے لیے ایک غیر معمولی راستہ اختیار کیا اس لیے ولید کے آدمی انھیں نہ پا سکے اور ناکام واپس آ گئے۔

اگلے دن ۲۷ رجب ۶۰ھ (مطابق ۳ مئی ۶۸۰ء) ہفتے کی رات کے وقت حضرت حسینؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اپنے بیٹوں، بہنوں، بھتیجوں، بھانجوں اور دوسرے اہل بیت کو لے کر مدینہ سے مکہ روانہ ہو گئے۔ البتہ آپ کے بھائی محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن الحنفیہ مدینہ ہی میں رہے۔

حضرت حسینؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے مدینہ سے چلے جانے کے بعد ولید نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلایا اور اُنھیں بیعت کے لیے مجبور کیا۔ اُنھوں نے خاموشی سے بیعت کر لی۔ حضرت ابنؓ عباس رضی اللہ عنہ نے بھی یزید کی بیعت کر لی۔

۳ شعبان ۶۰ھ مطابق ۹ مئی ۶۸۰ء بروز جمعرات کو حضرت حسینؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مکہ میں داخل ہوئے اور شعب علیؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں قیام کیا۔ اہل مکہ جوق در جوق آپ کے پاس آنے لگے۔ ابنؓ زبیر رضی اللہ عنہ نے خانہ کعبہ کو اپنی قیام گاہ بنالیا اور وہیں عبادت میں مشغول ہو گئے وہ اکثر حضرت حسینؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آ کر اُن سے باتیں بھی کیا کرتے تھے۔

Marfat.com

کوفہ سے بُلاوا

حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عراق میں بڑی تائید حاصل تھی۔ عراق میں آپ کے حامی وقتاً فوقتاً آپ کو لکھتے رہتے تھے کہ آپ یہاں تشریف لائیں۔ ہم آپ کی پوری حمایت کریں گے اور امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف آپ کی ہر طرح مدد کریں گے۔ ان خطوط اور قاصدین کا سلسلہ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے سے شروع ہو چکا تھا۔ لیکن حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جواب ایک ہی ہوتا تھا۔ آپ ہمیشہ اپنے حامیوں کو انتظار اور صبر کی تلقین کیا کرتے تھے۔ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ وعدہ کر رکھا تھا کہ وہ اپنی زندگی میں ان سے چھیڑ چھاڑ نہ کریں گے اور انھیں باقاعدہ ان کا وظیفہ ادا کرتے رہیں گے۔ اس لیے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کوئی ضرورت نہ تھی کہ وہ اپنی طرف سے امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پریشانی کے اسباب پیدا کرتے۔

عمال اور جاسوسوں کی کوششیں:

کوفہ کے لوگوں سے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جو خط و کتابت رہتی تھی امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عمال اور جاسوس اس کی خبریں برابر امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پہنچاتے رہتے تھے اور ان پر یہ اثر ڈالنے کی کوشش کرتے کہ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بغاوت کی تیاریاں کر رہے ہیں اس لیے ان کے خلاف سخت کاروائی کرنی چاہیے اور بیت المال سے اُنھیں جو وظیفہ ملتا ہے وہ بند کر دینا چاہیے۔ لیکن امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہر بار انھیں یہی جواب دیتے تھے کہ وہ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تعرض نہ کریں اور انھیں ان کے حال پر چھوڑ دیں۔ ساتھ ہی وہ اوقات معینہ پر حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

Marfat.com

کا وظیفہ بھی اُنھیں بھجوا دیتے تھے۔

امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں اُن کے ایک عامل ولید نے بہت کوشش کی کہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے حامیوں کے باہمی تعلقات منقطع کر دیے جائیں۔ ولید بہت نیک دل حاکم تھا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اس کے متعلق کہتے ہیں کہ جب وہ مدینہ کا والی مقرر ہو کر آیا تو قید خانے میں جتنے قیدی تھے سب کو آزاد کر دیا اور شہر میں جتنے قرض دار تھے اُن کا قرض ادا کر دیا۔ ''حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی وہ بہت عزت واحترام کے ساتھ پیش آتا تھا۔ اس لیے بادی النظر میں اُس کی اس کوشش کا مقصد یہ نظر آتا ہے کہ اس طرح وہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے غیظ وغضب سے بچالے گا۔ کیونکہ جب حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے حامیوں کے تعلقات منقطع ہو جائیں گے تو امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف بے فکر ہو جائیں گے اور اُن پر کسی قسم کا تشدد نہ کریں گے۔''

اہل کوفہ کی خفیہ میٹنگ:

اہل کوفہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حمایت کے سب سے بڑے دعویدار اور امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف بغاوت کے لیے سب سے زیادہ بے چین تھے۔ جب انھوں نے سنا کہ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وفات پا گئے اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یزید کی بیعت سے انکار کر دیا تو اُنھوں نے سلیمان بن صرد خزاعی کے مکان میں ایک خفیہ اجتماع منعقد کیا۔ جس میں سلیمان نے تقریر کرتے ہوئے کہا۔ ''حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ سے نکل کر مکہ چلے گئے ہیں۔ تم اُن کے اور اُن کے والد کے مددگاروں میں سے ہو۔ اگر تم اس موقع پر اُن کی مدد کرنا اور ان کے دشمن کے خلاف جہاد کرنا چاہتے ہو تو اُنھیں لکھ دو کہ وہ یہاں تشریف لے آئیں لیکن اگر تم اپنی کمزوری کے باعث ڈرتے ہو تو پھر اُنھیں خواہ مخواہ مصیبت میں نہ ڈالو۔''

Marfat.com

اہل کوفہ کا خط:

اس پر سب نے یک زبان ہو کر کہا۔ ''یقیناً'' حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دشمن سے جنگ کریں گے۔ اور اپنی جانوں پر کھیل کر انھیں کامیاب بنائیں گے۔''

چنانچہ بالا اتفاق حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک خط لکھا گیا۔ جس کا مضمون یہ تھا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حسین بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ امیر المومنین کے نام سلیمان بن صرد خزاعی مسیب بن نجبہ، رفاہ بن شداد، حبیب بن مظاہر، عبداللہ بن دال اور اُن کے مومن مددگاروں کی طرف سے۔

''اللہ آپ پر سلامتی نازل فرمائے، ہم بغیر امام کے ہیں۔ آپ تشریف لائیں تا کہ آپ کی مدد سے ہم حق پر جمع ہو جائیں۔ امیر کوفہ نعمان بن بشیر سرکاری محل میں ہے اُس کے پیچھے نہ ہم جمعہ کی نماز پڑھتے ہیں نہ عید کی۔ اگر ہمیں معلوم ہو جائے کہ آپ تشریف لا رہے ہیں تو ہم اُسے شام کی حدود میں دھکیل دیں گے۔ والسلام علیک ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ یا بن رسول اللہ وعلیٰ ابیک من قبلک ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔''

اہل کوفہ کا یہ خط عبداللہ بن مسمع ہمزانی اور عبداللہ بن وال کے سپرد کیا گیا۔ یہ دونوں تیزی سے سفر کرتے ہوئے ۱۰ رمضان المبارک کو مکہ پہنچے اور خط حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے کر دیا۔ اہل کوفہ زیادہ صبر نہ کر سکے اور اس خط کے بھیجنے کے دو روز بعد قیس بن مشہد صیدادی، عبداللہ وعبدالرحمٰن بن شداد ارجی اور عمارہ بن عبد سلولی کو مختلف عمائد شہر کے ڈیڑھ سو خطوط اور دے کر حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں بھیجا جن میں اُن سے کوفہ تشریف لانے کی درخواست کی گئی تھی۔ اس کے بعد بھی اُن سے صبر نہ ہو سکا اور ان ڈیڑھ سو خطوط پر اکتفا نہ کرتے ہوئے دو روز ٹھہر کر انھوں نے ہانی سبیعی اور سعید بن عبداللہ الحنفی کے ہاتھ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس کا مضمون کا خط بھیجا۔

Marfat.com

''حسین بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام آپ کے مومن مددگاروں اور حامیوں کی طرف سے لوگ آپ کا انتظار بے چینی سے کر رہے ہیں۔ وہ آپ کے سوا کسی کی حکومت قبول نہیں کر سکتے۔ آپ جس قدر جلد ممکن ہو یہاں تشریف لے آئیں' والسلام۔''

اس خط کے بعد ایک اور خط لکھا گیا جو یہ تھا۔

''زمین سرسبز ہو چکی ہے' پھل پک چکے ہیں' آپ کی مدد کے لیے لشکر تیار ہے' آپ تشریف لے آئیں۔''

امام حسین رضی اللہ عنہ کا جوابی خط:

جب حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں پے در پے اہل کوفہ کے خطوط پہنچنے شروع ہوئے تو آپ نے اہل الرائے اصحاب سے مشورے کے بعد ہانی بن ہانی اور سعید بن عبداللہ کے ہاتھ اہل کوفہ کو مندرجہ ذیل خط لکھا۔

''مجھے تمھاری خواہش کا اچھی طرح علم ہو گیا ہے۔ میں اپنے چچیرے بھائی اور معتمد علیہ مسلم بن عقیل کو تمھارے پاس بھیج رہا ہوں۔ میں نے انھیں ہدایت کر دی ہے کہ وہ تمام حالات کی تحقیق کر کے مجھے اطلاع کر دے۔ اگر مجھے معلوم ہوا کہ کوفہ کے خواص اور عوام اسی طرح میری خلافت کے خواہش مند ہیں جس طرح انہوں نے خطوط میں ظاہر کیا ہے تو میں انشاء اللہ جلد تمھارے پاس پہنچ جاؤں گا۔ حقیقت یہ ہے کہ امام وہ ہونا چاہیے جو کتاب اللہ پر پوری طرح عمل کرنے والا ہو، عادل ہو اور دین حق کا پورا فرماں بردار ہو۔''

مسلم بن عقیل کو کوفہ بھیجنے کا مقصد یہ تھا کہ آپ کو اہل کوفہ کے موقف کی طرف سے پورا اطمینان ہو جائے' اپنے حامیوں کی تعداد کا پتہ چل جائے اور معلوم ہو جائے کہ آیا اہل کوفہ ان کی مدد کے لیے پوری طرح تیار ہیں یا نہیں۔

آپ کے ساتھیوں کو کوفیوں کے وعدوں پر مطلق بھروسہ نہ تھا۔ جب پے در پے خطوط آنے لگے تو انھوں نے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سمجھایا کہ ان لوگوں نے آپ کے والد کی مدد سے کنارہ کشی کر کے انھیں عین منجدھار میں چھوڑ دیا تھا۔ پھر وہ آپ کے

Marfat.com

برادر اکبر کی بیعت توڑنے اور غداری کے مرتکب بھی ہو چکے ہیں۔ کوئی تعجب نہیں کہ وہ آپ کے ساتھ بھی ایسا سلوک کریں۔ اس لیے آپ پہلے مسلم کو بھیجئے تا کہ وہ وہاں جا کر حالات کا صحیح جائزہ لیں اور آپ کو اصل صورت حال سے مطلع کریں۔

مسلم بن عقیل کوفہ پہنچے اور مختار بن ابی عبید کے مکان پر اترے۔ شیعیان علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے پاس آنے شروع ہوئے۔ آپ انھیں حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خط سناتے، وہ رو رو کر عہد کرتے کہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حمایت میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھیں گے اور اپنی جانیں ان پر نچھاور کر دیں گے۔ چند ہی دن میں اٹھارہ ہزار بلکہ بعض مورخین کے مطابق تیس ہزار لوگوں نے مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت کر لی۔ مسلم رضی اللہ عنہ نے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہدایت کے بموجب حابس بن ابی شبیب کے ہاتھ آپ کو ایک خط ارسال کیا جس میں لکھا کہ اٹھارہ ہزار اشخاص بیعت کر چکے ہیں۔ آپ بلا خطر تشریف لے آئیں۔ اہل عراق آپ کے حامی اور آل معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے قطعاً بیزار ہیں۔

حاکم کوفہ کی تقریر:

نعمان بن بشیر اُس وقت کوفہ کے امیر تھے جب انھیں ان واقعات کا علم ہوا تو وہ جامع مسجد کے منبر پر چڑھے اور اللہ کی حمد و ثنا کے بعد کہا۔

"اے اللہ کے بندو! اللہ سے ڈرو اور ملت میں تفرقہ اور فتنہ فساد پیدا نہ کرو خوب یاد رکھو کہ تفرقہ اور فساد قتل و خون اور غارت گری کا موجب ہیں۔

میں بدگمانی کی بنا پر کسی سے مواخذہ کرنا نہیں چاہتا۔ جو شخص مجھ سے جنگ نہ کرے گا۔ میں بھی اُس سے جنگ نہ کروں گا جو شخص مجھ پر حملہ نہ کرے گا میں بھی اُس پر حملہ نہ کروں گا۔ البتہ اگر تم نے کھلم کھلا بغاوت کا اظہار کیا اور یزید کی بیعت شکنی کی تو واللہ میں تلوار ہاتھ میں لے کر اُس وقت تک تمھاری گردنیں اُڑاتا رہوں گا جب تک تلوار کا دستہ میرے ہاتھ میں رہے گا۔"

Marfat.com

نعمانؓ بن بشیر صلح جو اور حلیم حاکم تھے۔ اُن کی اس تقریر پر بنو اُمیہ کے ایک حامی نے اُٹھ کر کہا۔ ''اے امیر! آپ کمزوری کا اظہار کر رہے ہیں اس طرح کام نہ چلے گا۔ باغیانِ حکومت کے خلاف سخت کارروائی ہونی چاہیے۔''نعمان نے جواب دیا۔ میں اللہ کی فرماں برداری اور اطاعت میں رہتے ہوئے کمزور اور ضعیف تصور کیا جاؤں یہ مجھے گوارا ہے مگر اللہ سے بغاوت کر کے صاحبِ قوت کہلانا پسند نہیں کرتا۔''

اُس شخص نے یزیدؔ کو تمام حالات کی اطلاع دے دی اور لکھا کہ مسلم بن عقیل کوفہ میں آئے ہوئے ہیں اور لوگ دھڑا دھڑ اُن کے ہاتھ پر بیعت کر رہے ہیں لیکن نعمانؓ بن بشیر اس صورتِ حال کا تدارک نہیں کر سکتے۔ اگر آپ کو کوفہ پر قبضہ رکھنا مطلوب ہے تو یہاں کسی سخت آدمی کو حاکم بنا کر بھیجئے جو آپ کا حکم یہاں نافذ کر سکے اور آپ کے دشمنوں سے نپٹ سکے۔

اسی مضمون کے خط چند اور آدمیوں نے بھی لکھے۔ جب یزیدؔ کو پے در پے اس قسم کے خط ملنے شروع ہوئے تو اُس نے اپنے صاحب الرائے اور معتمد علیہ غلام معاویہ سرجون سے مشورہ کیا۔ اس نے رائے دی کہ بصرہ کے حاکم عبید اللہ بن زیاد کو کوفہ کا حاکم مقرر کر دیا جائے وہ اس صورتِ حال کا مقابلہ بخوبی کر سکے گا۔ یزید نے اُس کا یہ مشورہ قبول کرتے ہوئے عبد اللہ بن زیاد کو بصرہ کے ساتھ کوفہ کا بھی حاکم مقرر کر دیا اور اسے لکھ بھیجا کہ کوفہ پہنچ کر مسلم بن عقیل کو وہاں سے نکال دو یا قتل کر دو۔ جب یزیدؔ کا خط زیاد کے نام پہنچا تو اُس نے کوفہ پہنچنے کی تیاریاں شروع کر دیں۔

یزید بن مسعود کی تقریر:

اِسی اثنا میں حضرت حسینؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک خط آپ کے غلام سلیمان کے ہاتھ بصرہ کے معززین، یزید بن مسعود نہشلی اور منذر بن جارود العبدی وغیرہ کے نام پہنچا جس میں آپ نے اہل بصرہ سے اپنی مدد اور اطاعت کی درخواست کی تھی۔ یہ خط پہنچتے ہی یزید بن مسعود نے قبائل بنی تمیم، بنو حنظلہ اور بنو سعد کو جمع کیا اور ان سے پوچھا۔

Marfat.com

"اے بنو تمیم! بتاؤ میرا رتبہ اور میرا حسب و نسب تمھارے نزدیک کیسا ہے"

انھوں نے جواب دیا۔

"اے سردار! اس میں پوچھنے کی کیا بات ہے؟ ہر شخص جانتا ہے کہ شرافت و بزرگی اور حسب و نسب میں کوئی شخص آپ کا ہم پلہ نہیں"

یزید بن مسعود نے کہا۔ "میں نے تمھیں یہاں اس غرض سے جمع کیا ہے کہ چند باتوں میں تم سے مشورہ کروں اور مدد چاہوں۔"

لوگوں نے کہا۔ "بسر چشم، آپ فرمایئے، ہم آپ کی ہر نصیحت اور رائے ماننے کے لیے تیار ہیں۔"

یزید بن مسعود نے اس طرح تقریر شروع کی۔

"معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وفات پائی۔ ان کے مرنے سے ظلم کا دروازہ ٹوٹ گیا اور ظلم کے محل کے ستون دھڑام سے زمین پر آرہے ہیں۔ اُن کا خیال تھا کہ اُنھوں نے اپنی سلطنت خوب مضبوط بنالی ہے لیکن اُن کا یہ خیال محض واہمہ ثابت ہوا۔ معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مرنے کے بعد ایک شرابی اور فاسق و فاجر شخص خلافت کا دعویٰ کر رہا ہے اور مسلمانوں پر اُن کی مرضی کے خلاف اپنا حکم مسلط کرنا چاہتا ہے۔ اُس میں حلم اور بردباری کا مادہ ہے نہ علم کے زیور سے مزین ہے۔ میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اُس شخص سے جہاد کرنا مشرکین کے خلاف جہاد کرنے سے افضل ہے۔ دیکھو یہ حسین بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ امیر المومنین کا خط ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے ہیں۔ اُن سے زیادہ معزز روئے زمین پر اور کوئی شخص نہ ملے گا۔ اُن کے فضل اور علم کا ذکر کرنا سورج کو چراغ دکھانا ہے۔ شرافت، بزرگی، عمر، اسلام کی راہ میں قربانیاں کرنے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرابت کے باعث خلافت کے مستحق حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی ہیں جو چھوٹوں سے محبت اور شفقت کے ساتھ پیش آتے ہیں اور بڑوں سے عزت و تکریم کے ساتھ۔ اب تم اللہ کے نور میں سے بڑھ چڑھ کر حصہ لو اور باطل کی گمراہیوں میں پڑ کر اپنے آپ کو تباہ نہ

Marfat.com

کرو۔ جنگ جمل کے موقع پر صخر بن قیس نے تم لوگوں کے ساتھ جنگ سے کنارہ کشی اختیا کر لی تھی۔ اب اللہ نے تمھیں ایک اور موقع دیا ہے۔ تم دل و جان سے ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کے لیے نکل کھڑے ہو اور اس طرح رسوائی کا داغ دھو ڈالو۔ واللہ جو شخص آپ کی مدد سے کنارہ کشی کرے گا۔ اللہ اس کی اولاد کو ذلت اور رسوائی میں ڈال دے گا اور اُس کے خاندان پر تباہی نازل کرے گا۔ دیکھو! میں جنگ کے لیے بالکل تیار ہوں اب بھی جو شخص باہر نہ نکلے گا۔ یاد رکھے کہ وہ قتل ہونے سے نہ بچ سکے گا۔"

یزید بن مسعود کی تقریر ختم ہونے کے بعد بنو حنظلہ کھڑے ہوئے اور انھوں نے کہا "اے ابو خالد! ہم تیرے ترکش کے تیر اور تیرے قبیلے کے گھوڑے ہیں۔ اگر تو ہمیں دشمنوں پر چلائے گا تو تیر انشانہ بالکل ٹھیک بیٹھے گا اور اگر تو ہمارے ذریعے سے جہاد کرے گا تو فتح پائے گا تو جس جگہ جائے گا۔ ہم تیرے ساتھ جائیں گے۔ تو جس جنگ میں حصہ لے گا اُس میں ہم تیرے دوش بدوش حصہ لیں گے۔ ہم تلواروں سے تیری مدد کریں گے اور جانوں پر کھیل کر تجھے بچائیں گے۔ ہم حاضر ہیں، تو جہاں چاہے ہمیں لے جا۔"

بنو حنظلہ کے بعد بنو سعد بن زید کھڑے ہوئے اور اُنھوں نے کہا۔

اے ابو خالد! تیری رائے کے خلاف کوئی رائے قائم کرنے اور تیری مخالفت کرنے سے بدتر بات ہمارے لیے اور کوئی نہیں۔ پھر بھی ہمیں کچھ مہلت دے تاکہ ہم باہم مشورہ کر لیں۔"

بنو عامر تمیم بولے۔ "اے ابو خالد! ہم تیرے مددگار اور حلیف ہیں۔ ہم تیرے غیظ و غضب کو برداشت نہیں کر سکتے۔ تو ہمیں آواز دے ہم لبیک کہتے ہوئے تیرے پاس دوڑے چلے آئیں گے۔ تو ہمیں حکم دے ہم دل و جان سے تیری اطاعت کریں گے۔

یزید بن مسعود کو ان حوصلہ افزا جوابات سے بڑی خوشی ہوئی۔ اس نے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خط لکھا۔

آپ کا خط میرے پاس پہنچا۔ جس امر کی طرف آپ نے مجھے بلایا ہے میں اسے

Marfat.com

خوب سمجھ گیا ہوں۔آپ کی اطاعت اور مدد کرنا میری عین خوش نصیبی ہے اور میں اس پر جتنا بھی فخر کروں کم ہے۔اللہ نے کبھی دنیا کو کسی نیک حاکم سے خالی نہیں رکھا۔اس زمانے میں آپ اللہ کی مخلوق پر اس کی حجت اور زمین میں اس کی امانت ہیں۔آپ ایک نہایت خوشنما زیتون کے درخت کی شاخ ہیں اور رسول اللہ اس درخت کی جڑ ہیں۔آپ بے کھٹکے یہاں تشریف لے آئیں۔بنو تمیم کی گردنیں آپ کے سامنے جھکی ہوئی ہوں گی اور وہ اُس پیاسے اونٹ سے بھی زیادہ آپ کی اطاعت کریں گے جو پانچویں روز پانی پر پہنچتا ہے۔بنو تمیم کی طرح بنو سعد بھی دل و جان سے آپ کی مدد کریں گے۔

بصرہ کے ایک شخص منذر بن جارود کو جو عبیداللہ بن زیاد کا خسر تھا، اس خط کا علم ہو گیا۔اُس نے خط لے جانے والے قاصد کو گرفتار کر کے عبیداللہ بن زیاد کے سامنے پیش کر دیا۔ابن زیاد نے قاصد کو سولی دے دی اور خود جامع مسجد کے منبر پر چڑھ کر یہ تقریر کی۔

''اے اہلِ بصرہ! امیر المومنین نے مجھے کوفہ کا والی مقرر کیا ہے اور میں عنقریب وہاں جانے والا ہوں۔اپنے پیچھے میں اپنے بھائی عثمان بن زیاد کو تمہارا حاکم مقرر کر رہا ہوں۔خبردار جو تم نے اس کے احکام کی خلاف ورزی کی۔واللہ! اگر مجھے معلوم ہوا کہ تم میں سے کسی شخص نے اُس کے احکام سے سرتابی کی ہے تو نہ صرف یہ کہ اُسے قتل کرا دوں گا بلکہ اُس کے دوستوں اور محلے کے شیخ کو بھی موت کے گھاٹ اتار دوں گا۔''

عبیداللہ بن زیاد نے یہ خطبہ اس غرض سے دیا تھا کہ اس کے تہدیدی الفاظ سے اہل بصرہ سہم جائیں اور اُس کے وہاں سے چلے جانے کے بعد بصرہ میں کوئی گڑبڑ نہ ہونے پائے۔چنانچہ وہ اپنے مقصد میں کامیاب رہا اور اُس کے چلے جانے کے بعد کسی شخص میں عثمان بن زیاد کے احکام سے سرتابی کرنے کا خیال اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حمایت کرنے کا جذبہ پیدا نہ ہوا۔

Marfat.com

ابنِ زیاد کا جاسُوس

کوفہ کے عامل نعمانؓ بن بشیر بڑے نیک دل حاکم تھے۔ جہاں وہ بنوامیہ کی اطاعت کا دم بھرتے تھے وہاں یہ بھی چاہتے تھے کہ اہل بیت کو کوئی تکلیف نہ پہنچے اور نہ ان کے عہد حکومت میں اُن کا خون بہایا جائے۔ اسی لیے جب مسلم بن عقیل کوفہ پہنچے تو نعمان بن بشیر نے ان سے کوئی تعرض نہ کیا اور اُن کی موجودگی کو بالکل نظر انداز کر دیا۔ ان کے طرز عمل سے بنوامیہ کے مددگار اور حامی کبھی مطمئن نہ ہو سکتے تھے اُنھوں نے یزید کو پے در پے خطوط لکھے۔ جن میں نعمان کی کمزوری اور نرمی کا ذکر کرتے ہوئے ایک نئے حاکم کی ضرورت جتائی۔ چنانچہ جیسا کہ ہم پہلے لکھ چکے ہیں، یزید نے ابن سرجون رومی سے مشورہ کیا۔ "اُس نے عبیداللہ بن زیاد کو کوفہ کا حاکم بنانے کا مشورہ دیا۔ یزید عبیداللہ کو پسند نہ کرتا تھا۔ اُس نے یہ مشورہ قبول کرنے میں ہچکچاہٹ ظاہر کی۔ ابن سرجون نے یہ دیکھ کر کہا۔

"اگر آپ کو آپ کے والد محترم کی کوئی رائے بتائی جائے تو کیا آپ اُسے قبول کر لیں گے۔"

یزید نے کہا۔ "بے شک۔"

ابن سرجون نے کہا۔ "آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ آپ کے والد نے اپنی وفات سے پہلے ابن زیاد کو کوفہ کا حاکم بنانے کا ارادہ کیا تھا اور ابن زیاد کو بھی اپنے ارادے سے مطلع کر دیا تھا لیکن وہ اسے عملی جامہ نہ پہنا سکے۔ آپ کو اپنے والد کی خواہش کا احترام کرتے ہوئے اُسے کوفہ کی ولایت سپرد کر دینی چاہیے۔"

اب یزید کے لیے ابن زیاد کو کوفہ کا حاکم نہ بنانے کا کوئی جواز نہ تھا۔

Marfat.com

ابن زیاد کی تقرری:

عبیداللہ بن زیاد بڑا جری، مضبوط اور سخت دل نوجوان تھا۔ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں سب سے پہلے اُسے خراسان کی ولایت سپرد کی گئی۔ ابن عساکر کے قول کے بموجب اس کی عمر اس وقت پچیس سال کی تھی، اُس نے یہاں بڑی بہادری، جرات اور دلیری کا ثبوت دیا۔ دو سال کے عرصے میں اُس نے اس علاقے میں برابر ترکوں سے لڑائی جاری رکھی۔ اس کے بعد اُسے خراسان سے بصرہ تبدیل کر دیا گیا۔ زیاد بن ابیہ کی وفات کے بعد جب خوارج نے سر اٹھایا اور ملک میں ایک شورش برپا کر دی تو یہ عبیداللہ بن زیاد ہی تھا جس نے بڑی سختی سے اس شورش کو دبایا اور خوارج کا قلع قمع کر دیا۔ عبیداللہ ذکاوت اور فطانت میں اپنے باپ کا ہم پلہ نہ تھا۔ لیکن سخت گیری میں وہ اس سے بھی بڑھا ہوا تھا۔ جب یزید نے اُسے بصرہ کے ساتھ کوفہ کا بھی والی بنا دیا تو پورے عراق کی حکومت اس کے ہاتھ میں آ گئی اور اس کی قوت وطاقت میں بے پناہ اضافہ ہو گیا۔

ابن زیاد صبح کے وقت کوفہ میں داخل ہوا۔ شدید گرمی پڑ رہی تھی۔ بصرہ کے سر برآوردہ اشخاص شریک بن اعور اور منذر بن جارود وغیرہ اس کے ہم رکاب تھے۔ اُس نے سیاہ عمامہ پہن رکھا تھا اور مُنہ کو ایک کپڑے سے لپیٹ رکھا تھا۔ اہل کوفہ کو یہ خبر ملی تھی کہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لا رہے ہیں۔ جب انھوں نے ابن زیاد کو دیکھا تو سمجھے کہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لے آئے۔ چنانچہ وہ جس طرف سے بھی گذرتا' تیز آوازیں بلند ہوتیں۔

"مرحبا اے ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! خوش آمدید اے ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم!"

ابن زیاد کچھ نہ بولا اور گھوڑے پر سوار دارالامارۃ تک پہنچ گیا۔ لوگوں کا ایک کثیر مجمع اُس کے پیچھے تھا۔ جب نعمان بن بشیر نے لوگوں کے شوروغل کی آوازیں سنیں۔ تو اسے بھی حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تشریف لانے کا یقین ہو گیا۔ اُس نے محل کا دروازہ

Marfat.com

بند کر دینے کا حکم دیا اور خود چھت پر چڑھ گیا۔ سامنے عبید اللہ بن زیاد کھڑا تھا اور اس کے پیچھے سینکڑوں آدمی خوشی کے نعرے لگا رہے تھے۔ نعمان نے اسے حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سمجھتے ہوئے کہا۔

"واللہ! میں اپنی امانت آپ کے سپرد نہ کروں گا۔ مجھے آپ سے لڑنے کی خواہش نہیں اس لیے میں آپ کو اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ آپ پیچھے ہٹ جائیں اور محل میں داخل ہونیکی کوشش نہ فرمائیں۔"

عبید اللہ بن زیاد نے ان کو ڈانٹا اور دروزہ کھولنے کا حکم دیا۔ مجمع میں سے ایک آدمی عبید اللہ کی آواز پہچانتا تھا وہ یہ سن کر پیچھے ہٹا اور لوگوں سے کہنے لگا' اے لوگو! یہ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہیں بلکہ ابن مرجانہ (ابن زیاد) ہے۔ اس کے سوا کوئی نہیں۔"

نعمان بن بشیر نے بھی ابن زیاد کی آواز پہچان لی اور دروازہ کھول دیا ابن زیاد محل میں داخل ہو گیا اور لوگ منتشر ہو گئے۔

ابن زیاد کی تقریر:

ابن زیاد کو آج کا ماجرہ دیکھ کر بڑی فکر پیدا ہوئی اور اس نے صورت حال کو جلد سے جلد قابو میں لانا چاہا۔ اگلے روز صبح سویرے منادی کرنے والے سارے شہر میں منادی کر رہے تھے۔ "الصلوٰۃ جامعۃ۔" اُس زمانے میں ہر نیا حاکم اپنا عہدہ سنبھالنے سے پہلے لوگوں کو جامع مسجد میں اکٹھا کر کے پہلے اپنے تقرر کے متعلق شاہی فرمان پڑھ کر سناتا تھا۔ اس کے بعد اپنے عزائم اور سیاست کے متعلق ایک مفصل تقریر کرتا تھا۔ دستور کے مطابق اگلے روز لوگ جامع مسجد میں جمع ہوئے۔ ابن زیاد منبر پر چڑھا اور یہ تقریر کی۔

امیر المومنین نے مجھے کوفہ کا حاکم مقرر کیا ہے۔ انہوں نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں مظلوموں سے انصاف' فرماں برداروں پر احسان اور غداروں اور نافرمانوں سے سختی کروں ۔ میں یہ حکم بجالاؤں گا دوستوں سے میرا سلوک شفیق اور مہربان باپ جیسا ہوگا لیکن جو شخص میرے احکام سے سرتابی کریگا اُسے تلوار کی دھار اور کوڑے کی مار کا مزہ چکھاؤں گا۔ اس

Marfat.com

لیے ہر شخص کو اپنی جان پر رحم کرنا چاہیے۔"

یہ تقریر کرنے کے بعد وہ منبر سے اُترا۔ نعمان بن بشیر اپنے وطن شام کو واپس چلے گئے ابن زیاد نے شہر کے تمام سربرآوردہ اشخاص کو جمع کیا اور اُنہیں حکم دیا۔

"تم اپنے اپنے محلے کے پردیسیوں، خارجیوں اور مشتبہ لوگوں کو پکڑ کر میرے پاس بھیجو۔ جو شخص حکم کی تعمیل کرے گا اسے کچھ نہ کہا جائے گا۔ لیکن جس نے حکم کی تعمیل میں کوتاہی کی اور محلے میں کسی نے امیر المومنین کے خلاف کوئی قدم اٹھایا تو میر محلہ کو اس کے گھر کے دروازے پر پھانسی دے دی جائے گی اور اس محلے کے لوگوں کے وظیفے بند کر دیے جائیں گے۔"

جب مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کو عبید اللہ کے کوفہ آنے اور اس کے اس انتظام کی خبر بتائی تو وہ مختار بن ابی عبید کے گھر سے نکل کر کوفہ کے ایک معزز شخص ہانی کے پاس آئے اور اُس سے پناہ طلب کی ہانی نے جواب دیا آپ میری بساط سے بڑھ کر تکلیف دے رہے ہیں۔ اگر آپ میرے گھر میں داخل نہ ہو چکے ہوتے تو میں آپ سے معذوری کا اظہار کر دیتا لیکن اب کہ داخل ہو چکے ہیں، تشریف لے آئیں۔"

مسلم بن عقیل کی تلاش:

اب شیعیان اہل بیت نے خفیہ ہانی کے مکان پر جمع ہونا شروع کیا اور اس بات کی پوری نگہداشت رکھی کہ ابن زیاد کو مسلم کی جائے قیام کا پتا نہ چل سکے ادھر ابن زیاد کو بھی معلوم تھا کہ مسلم کوفہ میں موجود ہیں۔ اس نے ان کی قیام گاہ کا پتہ چلانے کے لیے ایک جاسوس معقل التمیمی کو مقرر کیا۔ اسے تین ہزار درم دیے اور ہدایت کی کہ جب مسلم کا پتہ چل جائے تو اُن کے پاس جائے اور یہ رقم انھیں دے کر بیعت کی درخواست کرے۔

معقل نے ابن زیاد کے حکم کے بموجب سرگرمی سے مسلم کی تلاش شروع کی۔ آخر اُسے ایک بوڑھے شخص مسلم بن عوسجہ اسدی کا پتا چلا جنھوں نے مسلم کے ہاتھ پر حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت کر رکھی تھی۔ مسلم بن عوسجہ جامع مسجد میں نماز پڑھ

Marfat.com

رہے تھے۔ معقل بھی وہاں پہنچ گیا اور انتظار کرنے لگا کہ کب وہ نماز ختم کریں اور وہ ان سے بات چیت کرے۔ جب مسلم نماز سے فارغ ہوئے تو معقل آگے بڑھا اور حرف مطلب زبان پر لایا۔ اُس نے کہا ''میں شام کا رہنے والا ہوں اور اہل بیت سے انتہائی عقیدت رکھتا ہوں۔ مجھے خبر ملی ہے کہ اس خاندان کا ایک شخص یہاں آیا ہوا ہے اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت لے رہا ہے میری دلی آرزو ہے کہ میں ان کی زیارت کروں۔ میرے پاس تین ہزار درہم ہیں۔ جو میں ان کی نذر کرنا چاہتا ہوں۔ مگر مجھے کوئی ایسا آدمی نہ ملا جو مجھے اُن تک پہنچائے یا اُن کا پتا بتادے۔ اب یہاں کچھ لوگوں کو باتیں کرتے ہوئے سنا تو معلوم ہوا کہ آپ بھی اسی خاندان سے عقیدت رکھتے ہیں اس لیے میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں کہ آپ یہ رقم مجھ سے لے لیں اور مجھے اُن کی خدمت میں پہنچادیں تاکہ میں ان سے بیعت کرلوں۔

مسلم بن عوسجہ نے یہ سن کر کہا ''مجھے تمھاری ملاقات سے خوشی بھی ہوئی ہے اور رنج بھی۔ خوشی تو اس بات سے ہوئی کہ اللہ نے تمھیں حبّ اہل بیت کی نعمت سے نوازا ہے اور رنج اس بات سے ہوا ہے کہ ابھی ہماری تحریک مستحکم نہیں ہوئی لیکن یہ راز اگر پھیل گیا اور ابن زیاد تک یہ خبر پہنچ گئی تو وہ ظلم وستم سے کوئی کسر اٹھا نہ رکھے گا۔''

معقل نے کہا ''اگر آپ مجھے فی الحال مسلم بن عقیل کے پاس نہیں لے جاسکتے تو خود ہی مجھ سے بیعت لے لیں۔ چنانچہ ابن عوسجہ نے اُس سے بیعت لے لی۔ ساتھ اس کا اخلاص دیکھ کر مسلم بن عقیل کا بھی اس سے ذکر کردیا اور کہا کہ اگر آپ اجازت دیں تو اُسے آپ کی خدمت میں حاضر کردوں آپ نے اجازت دے دی۔

معقل ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ سے بیعت کی اور وہ تین ہزار درہم جو ابن زیاد نے اُسے دیئے تھے۔ اُن کی خدمت میں پیش کیے۔ مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ نے یہ رقم ابوثمامہ صائدی کو ہتھیار خریدنے کے لیے دے دی۔ اب معقل نے کثرت سے آپ کے پاس آنا جانا شروع کردیا وہ سب سے پہلے آپ کے پاس آتا اور سب سے آخر میں آپ

Marfat.com

سے رخصت ہوتا۔اس طرح اس نے آہستہ آہستہ وہ تمام معلومات، جن کی ابن زیاد کو ضرورت تھی، حاصل کرلیں اور اسے جا کر بتادیں۔

ہانی کو ابن زیاد سے خطرہ تھا ہانی چونکہ کوفہ کے سربرآوردہ اشخاص میں شمار ہوتا تھا۔اس لیے اس کا فرض تھا کہ وہ ابن زیاد کے پاس حاضر ہوتا۔لیکن اسی خوف کی وجہ سے اُس نے عبیداللہ ابن زیاد کے پاس جانے کی جرات نہ کی اور جان بوجھ کر مریض بن گیا۔ابن اثیر کی روایت ہے کہ جب ابن زیاد کو اس کی علالت کا حال معلوم ہوا تو وہ بیمار پرسی کے لیے خود اُس کے مکان پر آیا۔اس موقع پر حمارہ بن سلولی نے اسے مشورہ دیا کہ یہ سرکش انسان اس وقت تمہارے قابو میں آیا ہوا ہے اسے قتل کر ڈالو۔لیکن ہانی نے ایسا کرنے سے انکار کردیا اور کہا ''میں یہ پسند نہیں کرتا کہ یہ شخص میرے گھر میں قتل کیا جائے۔'' کچھ دن کے بعد کوفہ کا ایک اور رئیس، شریک بن اعور بھی بیمار ہو گیا۔وہ ہانی ہی کے گھر میں مقیم تھا اور ابن زیاد اور کوفہ کے دوسرے امراء اس کی بہت تعظیم کیا کرتے تھے۔جب ابن زیاد کو معلوم ہوا کہ شریک بن اعور بھی بیمار ہے تو اس نے کہلا بھیجا کہ وہ رات کو اُس کی عیادت کے لیے آئے گا۔شریک بن اعور نے مسلم بن عقیل کو بلایا اور کہا ''یہ فاجر شخص رات کو میری عیادت کے لیے آئے گا جب یہ آ کر اپنی نشست پر بیٹھ جائے تو تم اچانک اُس پر حملہ کر کے اسے قتل کر دینا اور اس کے بعد دارالامارۃ پر قبضہ کر لینا۔''

حدیث پر عمل:

اپنے وعدے کے مطابق رات کو ابن زیاد آیا اور خاصی دیر تک بیٹھا شریک سے باتیں کرتا رہا اس موقع پر مسلم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث یاد آ گئی۔جس میں آپ نے فرمایا ہے کہ کوئی مسلمان دوسرے مسلمان پر چھپ کر حملہ نہ کرے۔اسی لیے وہ اپنے کمرے میں خاموش بیٹھے رہے حالانکہ اگر وہ چاہتے تو حملہ کر کے ابن زیاد کو وہیں قتل کر سکتے تھے۔جب ابن زیاد چلا گیا تو شریک بن اعور نے مسلم کو بلایا اور اُن سے پوچھا کہ تم خاموش

Marfat.com

کیوں بیٹھے رہے مسلم نے جواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بیان کر دی شریک نے کہا۔

''اگر تم اسے قتل کر دیتے تو ایک فاجر، فاجیر، کافر اور دغا باز آدمی کو قتل کرتے۔''

تین دن کے بعد شریک کا انتقال ہو گیا۔

ہانی بن عروہ سے تفتیش:

ہانی بن عروہ برابر بیمار بنا رہا اور ابن زیاد کی مجلس میں حاضر نہ ہوا۔ کچھ عرصے کے بعد ابن زیاد نے پوچھا کہ ہانی اس کے پاس کیوں نہیں آتا۔ لوگوں نے جواب دیا کہ وہ بیمار ہے۔ اس دوران میں ابن زیاد کو اپنے جاسوس کے ذریعے سے ہانی کے گھر کا سارا حال معلوم ہو چکا تھا۔ اُس نے محمد بن اشعث، اسماء بن خارجہ اور عمرو بن الحجاج کو بلایا اور اُن سے پوچھا۔

ہانی بن عمرو ہمارے پاس کیوں نہیں آتا؟''

انھوں نے جواب دیا ''اصل بات کا تو ہمیں علم نہیں البتہ یہ سنا ہے کہ وہ چند روز سے بیمار ہے۔''

ابن زیاد نے کہا ''مجھے باوثوق ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ وہ بالکل تندرست ہے اور روزانہ اپنے گھر کے دروازے پر بیٹھتا ہے۔ تم تینوں اس کے پاس جاؤ اور اسے ہمارے پاس لے آؤ۔''

چنانچہ یہ تینوں ہانی کے پاس پہنچے' وہ واقعی اپنے گھر کے دورازے پر بیٹھا ہوا تھا۔ انہوں نے اُسے ابن زیاد کا حکم سنایا اور اپنے ساتھ لے کر ابن زیاد کے دربار میں پہنچے۔ اُس وقت ابن زیاد کے پاس قاضی شریح بیٹھے ہوئے تھے۔ انھوں نے ابن زیاد سے کہا ''لیجئے یہ خائن اپنے پاؤں چل کر آپ کے پاس آ گیا ہے۔'' ابن زیاد نے ہانی کی طرف دیکھ کر یہ شعر پڑھا۔

Marfat.com

''میں اس کی زندگی چاہتا ہوں اور وہ مجھے قتل کرنا چاہتا ہے۔قبیلہ مراد سے اپنے کسی دوست کو معذرت کے لیے لا۔''

ہانی عروہ نے پوچھا ''اے امیر! آپ کیا کہہ رہے ہیں؟''

ابن زیاد نے کہا۔''خوب میرے سامنے تمہارا یہ تجاہل عارفانہ کام نہ دے گا۔

بتاؤ تم اپنے مکان میں امیر المومنین کے خلاف کیا کارروائیاں کرتے ہو۔تم نے مسلم بن عقیل کو اپنے گھر میں چھپا رکھا ہے۔تم ان کے لیے ہتھیار فراہم کرتے ہو۔اُن کے حامی تمہارے مکان میں جمع ہوتے ہیں اور امیر المومنین کے خلاف سازشیں کرتے ہیں۔کیا تمہیں یہ گمان تھا کہ تمہاری یہ کاروائی مجھ سے چھپی رہے گی؟''

ہانی نے جواب دیا ''نہ میں نے امیر المومنین کے خلاف سازشیں کی اور نہ مسلم میرے مکان میں موجود ہیں۔''

ابن زیاد نے کہا تم جھوٹ بولتے ہو۔دیکھو ابھی تمہارے کرتوت کا ابھی تمہارے سامنے انکشاف ہو جاتا ہے۔یہ کہہ کر اُس نے اپنے جاسوس معقل کو بلایا۔معقل آیا اور ابن زیاد کے سامنے مودبانہ کھڑا ہو گیا۔ابن زیاد نے ہانی سے پوچھا۔

''تم اس شخص کو جانتے ہو۔''

ہانی نے کہا ''ہاں۔''

ہانی بن عروہ کا اعتراف:

ہانی پر یہ حقیقت عیاں ہو گئی کہ معقل کو بطور جاسوس مقرر کیا گیا تھا اور اُسی نے یہ تمام خبریں ابن زیاد کو پہنچائی ہیں۔اب اس کے لیے اعتراف کے سوا کوئی چارہ نہ رہا۔اس نے کہا۔

''اے امیر! میری بات سنیئے اور جو کچھ میں کہتا ہوں اس پر یقین کیجیے میں نے خود مسلم کو اپنے گھر پر نہیں بلایا وہ خود میرے مکان پر آئے اور مجھ سے پناہ طلب کی جو مجھے

Marfat.com

چاروناچار دینی پڑی" ابنِ زیاد نے کہا "اگر یہ بات ہے تو مسلم کو میرے سامنے حاضر کرو" ہانی نے جواب دیا "یہ نہیں ہو سکتا۔ میں اپنے مہمان کو قتل کے لیے آپ کے سپرد کبھی نہ کروں گا۔ واللہ! اگر وہ میرے پاؤں کے نیچے چھپے ہوں گے تو اس جگہ سے میں اپنا پاؤں نہ اٹھاؤں گا۔

ہانی بن عروہ پر تشدد:

یہ سن کر ابنِ زیاد کو سخت غصہ آیا اور اس نے ہانی کو چھڑی سے نہایت بے دردانہ پیٹنا شروع کیا۔ چھڑی کی مار سے ہانی کی ناک ٹوٹ گئی اور اس کا سارا چہرہ شدید زخمی ہو گیا۔ ہانی نے چاہا کہ اپنے قریب کھڑے ہوئے سپاہی سے تلوار چھین کر ابنِ زیاد کو قتل کر ڈالے لیکن وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو سکا یہ دیکھ کر ابنِ زیاد نے کہا "اب تو اللہ نے تیرا خون حلال کر دیا" اور حکم دیا کہ اسے محل کے ایک حصے میں لے جا کر قید کر دیا جائے۔"

یہ ظلم دیکھ کر اسماء بن خارجہ سے نہ رہا گیا۔ وہ کھڑا ہوا اور کہنے لگا آپ نے ہمیں حکم دیا تھا کہ ہم ہانی کو آپ کی خدمت میں لا کر پیش کر دیں لیکن جب ہم اسے لے آئے تو آپ نے اس سے یہ سلوک کیا کہ اس کی ناک توڑ ڈالی اور اسے زخمی کر دیا۔ اگر ہمیں پہلے سے معلوم ہو جاتا کہ آپ کا یہ ارادہ ہے تو ہم کبھی اسے آپ کی خدمت میں حاضر نہ کرتے۔"

ابنِ زیاد نے یہ سن کر اسے بھی زدوکوب کرنے کا حکم دیا۔

ہانی اور اسماء کا یہ حشر دیکھ کر محمد بن اشعث ڈر گیا اور اس نے حفظ ماتقدم کے طور پر کہا "امیر نے جو کچھ کیا، اچھا کیا۔ ہمیں امیر کے حکم کی اطاعت کرنی چاہیے اور اس کا ادب ملحوظ خاطر رکھنا چاہیے۔" عمرو بن الحجاج ہانی کو ابنِ زیاد کے دربار میں حاضر کر کے خود چلا گیا تھا اسے خبر ملی کہ ہانی کو قتل کر دیا گیا ہے یہ سن کر اس نے مذحج قبیلہ کو اکٹھا کیا اور انہیں ساتھ لے کر دارالامارۃ کا محاصرہ کر لینے کے بعد پکار کر کہا:

"میں عمرو بن الحجاج ہوں۔ اور میرے ساتھ مذحج کے شہسوار ہیں۔ ہم نے امیر

Marfat.com

کی اطاعت ترک نہیں کی لیکن ہمیں یہ خبر ملی ہے کہ ہمارا سردار ہانی قتل کر دیا گیا ہے ہم اس کا انتقام لیے بغیر نہ رہیں گے۔"

عبید اللہ بن زیاد یہ سن کر قاضی شریح کو جو محل ہی میں موجود تھے حکم دیا کہ ہانی کے پاس جائیں اور دیکھیں کہ وہ زندہ ہے یا نہیں اور اس کے بعد جا کر مجمع کو مطمئن کر دیں کہ ہانی زندہ ہے چنانچہ قاضی شریح پہلے ہانی کے پاس پہنچے۔ ہانی نے بھی شور و غل کی آوازیں سن لی تھیں۔ اس نے کہا "میرا خیال ہے کہ یہ آوازیں قبیلہ مذحج کی ہیں" جب قاضی شریح کو ہانی کی زندگی کا یقین ہو گیا تو وہ ابن زیاد کے جاسوس کو لے کر مجمع کے پاس پہنچے اور کہا۔

"امیر نے مجھے حکم دیا تھا کہ میں ہانی کے پاس جاؤں چنانچہ میں اس کے پاس سے آ رہا ہوں۔ میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ وہ زندہ ہے اور اس کے قتل کیے جانے کی خبر بالکل جھوٹ ہے البتہ امیر نے اسے پوچھ گچھ کے لئے قید کر رکھا ہے"۔

عمرو بن الحجاج اور اس کے ساتھیوں نے یہ سن کر کہا " کہ ہانی کو قتل نہیں کیا گیا تو خیر ہے " یہ کہہ کر وہ واپس چلے گئے۔

Marfat.com

مُسلم بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت

اپنے میزبان ہانی کے قید کر لیے جانے کے بعد مسلم بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے محسوس کیا کہ اب ان کے لئے اپنی مدافعت کرنے اور ابنِ زیاد کا زور توڑ دینے کے سوا کوئی چارہ کار باقی نہیں۔ انہوں نے اپنے حامیوں کو جمع کرنا شروع کیا چنانچہ تھوڑے ہی دنوں میں چار ہزار آدمی اکٹھے ہو گئے۔ مسلم بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا شعار منصور امت مقرر کیا اور باقاعدہ فوج ترتیب دے کر ہر حصہ فوج کے سالار مقرر کر دیے۔ عبدالرحمٰن بن کریز کندی کو قبیلہ کندہ و ربیعہ پر مسلم بن عوسجہ اسدی کو قبیلہ مذحج اور اسد پر ابو ثمامہ صائدی کو تمیم اور ہمدان کے لوگوں پر اور عباس بن جعدہ بن ہبیرہ کو قریش اور انصار پر مقرر کیا جب مقدمہ، میمنہ اور میسرہ مقرر کیے لیے تو اس فوج کو لے کر دارالامارۃ کی طرف کوچ کر دیا اور اسے گھیرے میں لے لیا اس وقت محل میں صرف تیس محافظ اور بیس معززین شہر موجود تھے۔

یہ دیکھ کر ابنِ زیاد نے کثیر بن شہاب کو بلایا اور اسے حکم دیا کہ وہ قبیلہ مذحج کے پاس جائے اور انہیں جنگ کی شدت اور یزید کی سزاؤں کا ڈراوا دے کر مسلم بن عقیل کا ساتھ چھوڑنے پر مجبور کرے اسی طرح محمد بن اشعث کو بلا کر حکم دیا کہ وہ کندہ اور حضر موت کے قبائل کے پاس جائے اور امان کا علم بلند کرتے ہوئے انہیں ڈرا دھمکا کر مسلم کا ساتھ چھوڑ دینے کی ترغیب دے۔ باقی لوگوں کو جو اس وقت اس کے پاس موجود تھے اس نے قید کر دیا۔

حکم کی تعمیل میں کثیر بن شہاب اور محمد بن اشعث محل سے باہر نکلے اور اپنے اپنے قبیلے والوں پر اثر ڈال کر انہیں مسلم کی فوج سے علیحدہ کرنے لگے۔ انہیں اس میں خاصی

Marfat.com

کامیابی ہوئی اور سینکڑوں آدمی مسلم کی فوج سے علیحدہ ہو کر ان دونوں کے گرد جمع ہو گئے وہ ان لوگوں کو ساتھ لے کر قصر الامارۃ میں داخل ہو گئے لیکن مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کے پاس اب بھی خاصی فوج موجود تھی اور وہ اس کے ذریعے سے یقیناً ابنِ زیاد کو شکست دے سکتے تھے شام ہو گئی، پلّہ مسلم بن عقیل کا بھاری تھا اور کوئی چارہ کار نہ دیکھ کر ابنِ زیاد نے باقی لوگوں کو جنہیں اس نے اپنے محل کے ایک کمرے میں بند کر رکھا تھا بلایا اور انہیں حکم دیا کہ وہ بھی مسلم کے لشکر میں جائیں اور انہیں دھمکیاں اور ڈراوے دے کر مسلم بن عقیل سے برانگیختہ کریں۔

اہل کوفہ کو دھمکیاں:

چنانچہ وہ لوگ مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کے لشکر میں آئے اور انہوں نے لوگوں کو یہ کہہ کر مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ سے علیحدہ کرنا شروع کیا کہ تم اپنی جانوں پر رحم کرو اور خواہ مخواہ اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔ امیر المومنین کا لشکر کوفہ کی طرف بڑھا چلا آ رہا ہے۔ تم اس کا مقابلہ کس طرح کر سکو گے۔ ابنِ زیاد نے بھی یہ عہد کر لیا ہے کہ اگر تم نے مسلم کا ساتھ نہ چھوڑا اور اپنے اپنے گھروں کو واپس نہ گئے وہ تمہاری اولاد کے روزینے قطعاً بند کر دے گا اور اس شدت سے پکڑ دھکڑ کرے گا کہ تم لوگ بالکل تباہ ہو کر رہ جاؤ گے۔

یہ دھمکیاں اہلِ کوفہ پر کارگر ہونے لگیں اور وہ رفتہ رفتہ مسلم کا ساتھ چھوڑنے لگے یہاں تک کہ ان کے پاس صرف تیس آدمی رہ گئے جنہیں ساتھ لیکر انہوں نے مغرب کی نماز پڑھی۔ جب اندھیرا چھا گیا تو یہ تیس آدمی بھی آپ کو چھوڑ کر چلے گئے۔ اور ایک بھی آدمی ساتھ نہ رہا جو آپ کو گھر کا راستہ بتا تا یا آپ کی ڈھارس بندھاتا نا امید ہو کر وہ کوفہ کی گلیوں میں پھرنے لگے ان کی سمجھ میں نہ آتا تھا کہ اب کہاں جائیں۔

پناہ کی تلاش:

پھرتے پھرتے وہ قبیلہ کندہ کی ایک عورت طوعہ کے مکان پر پہنچے وہ اشعث بن قیس کی لونڈی تھی جسے اشعث نے آزاد کر دیا تھا آزادی کے بعد ایک شخص اسید حضرمی نے

Marfat.com

اس سے نکاح کر لیا جس سے ایک لڑکا بلال پیدا ہوا۔ اس وقت بلال کہیں باہر گیا ہوا تھا اور اس کی والدہ اس کا انتظار کر رہی تھی۔ مسلم نے آگے بڑھ کر اسے سلام کیا اور پانی مانگا طوعہ نے پانی پلایا پانی پینے کے بعد بھی مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ وہیں ٹھہرے رہے۔ عورت نے پھر کہا "اب اپنے گھر جاؤ" مسلم پھر خاموش رہے۔ اب طوعہ نے ذرا سختی سے کہا "میں تم سے کہتی ہوں کہ اپنے گھر جاؤ۔ میرے دروازے پر تمہارا کھڑا رہنا مناسب نہیں۔"

مسلم نے کہا "اے محترم خاتون اس شہر میں نہ میرا گھر ہے اور نہ اہل وعیال میں تم سے ایک درخواست کرتا ہوں۔ مجھے امید ہے کہ تم اسے منظور کر لو گی شاید میں بعد میں تمہیں اس کا بدلہ دے سکوں۔

عورت نے پوچھا "تمہاری درخواست کیا ہے؟"

مسلم نے کہا میں مسلم بن عقیل ہوں۔ کوفہ والوں نے میرا ساتھ چھوڑ دیا ہے اور اب میں بالکل بے یار و مددگار ہوں۔ تم مجھے اپنے یہاں پناہ دے دو"

طوعہ نے انہیں اپنے گھر کی ایک کوٹھڑی میں چھپا لیا۔ ان کے لیے بستر بچھایا اور انہیں کھانا پیش کیا لیکن انہوں نے کھانا نہ کھایا اسی دوران میں اس کا بیٹا بلال بھی آ گیا۔ اس نے دیکھا کہ اس کی والدہ کوٹھڑی میں بار بار جا رہی ہے اسے بڑا تعجب ہوا اور اس نے پوچھا کہ وہ اس کوٹھڑی میں بار بار کیوں آ جا رہی ہے پہلے تو طوعہ نے بتانے سے انکار کر دیا لیکن جب بلال کا اصرار بڑھتا چلا گیا تو اس نے یہ قسم لیکر کہ وہ کسی کو کانوں کان خبر نہ کرے گا مسلم کا سارا ماجرا کہہ سنایا۔

جب مسلم بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حامیوں کی آوازیں آنی بند ہو گئیں تو ابنِ زیاد نے اپنے لوگوں کو حکم دیا کہ جا کر دیکھیں، اب باغیوں کا کیا حال ہے وہ گئے اور واپس آ کر بتایا کہ اب مسلم کے حامیوں میں سے کوئی بھی شخص نظر نہیں آتا۔ یہ سن کر ابنِ زیاد مسجد کی جانب کا دروازہ کھول کر اپنے ساتھیوں کے ہمراہ مسجد میں آیا جو دارالامارۃ سے بالکل متصل تھی شمعیں اور قندیلیں روشن کی گئیں اور عمرو بن نافع کو کوفہ میں یہ منادی کرنے کے

Marfat.com

لیے بھیجا گیا کہ شہر کے تمام محافظ اور محلوں کے تمام بالغ مرد عشاء کی نماز مسجد میں پڑھیں، جو شخص مسجد میں حاضر نہ ہوگا اس کی خیر نہ ہوگی۔

منادی کرنے کی دیر تھی لوگ مسجد میں آنے شروع ہو گئے تھوڑی دیر میں ساری مسجد بھر گئی۔ نماز عشاء کے وقت ابنِ زیاد نے محافظوں کو جابجا کھڑا کر دیا تا کہ بے خبری میں کوئی شخص اس پر حملہ نہ کر سکے۔ پھر خود نماز پڑھانے کھڑا ہوا۔ نماز کے بعد وہ منبر پر چڑھا اور کہنے لگا،

''لوگو! بے وقوف اور جاہل مسلم بن عقیل نے یہاں آ کر تفرقہ اور فساد کا جو بازار گرم کیا اس کا حشر تمہارے سامنے ہے یاد رکھو جس شخص کے گھر میں اس کا سراغ ملا وہ زندہ نہ بچ سکے گا۔ اللہ سے ڈرو اپنی بیعت پر قائم رہو اور فتنہ فساد کی راہیں تلاش نہ کرو''

گھر گھر تلاشی:

اس کے بعد اس نے حصین بن نمیر کو حکم دیا کہ کوفہ کے ہر گھر کی تلاشی لی جائے۔ اور مسلم کو گرفتار کر کے اس کے سامنے پیش کیا جائے۔

طوعہ کے لڑکے بلال بن اسید نے اس خیال سے کہ اگر اس کے گھر کی تلاشی لی گئی تو پھر اس کی خیر نہیں۔ یہ راز افشاء کر دینے کا فیصلہ کیا وہ صبح سویرے عبدالرحمٰن بن محمد بن اشعث کے پاس گیا اور اسے بتایا کہ مسلم بن عقیل اس کے مکان میں چھپے ہوئے ہیں۔ عبدالرحمٰن کا باپ محمد بن اشعث اس وقت ابنِ زیاد کے پاس گیا ہوا تھا وہ فوراً اس کے پاس پہنچے اور سارا ماجرا کہہ سنایا۔ ابنِ زیاد نے محمد بن اشعث سے کہا کہ فوراً جائے اور مسلم کو گرفتار کر کے ہمارے حضور پیش کرے ساتھ ہی پولیس کے ساٹھ ستر آدمی کر دیے جو سب کے سب قریش میں تھے۔

ابنِ اشعث ساٹھ ستر سپاہیوں کے ہمراہ طوعہ کے مکان پر آیا جہاں مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ چھپے ہوئے تھے مسلم نے جب گھوڑوں کے ٹاپوں اور لوگوں کے شوروغل کی آوازیں سنیں تو انہوں نے سمجھ لیا کہ دشمن آ پہنچے انہوں نے تلوار ہاتھ میں سنبھالی اور باہر نکل

Marfat.com

آئے۔ دشمنوں نے انہیں گرفتار کرنے کی کوشش کی لیکن انہوں نے تلوار کے جوہر دکھانے شروع کیے اور دشمنوں کو مکان سے باہر دھکیل دیا۔ سپاہیوں نے دوبارہ مکان پر حملہ کیا لیکن مسلم نے کسی کو پاس تک نہ پھٹکنے دیا جب انہوں نے یہ حالت دیکھی تو گھر کی پشت پر سے چھت پر چڑھ گئے اور وہاں سے پتھر اور آگ پھینکنی شروع کی جب مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ نے یہ دیکھا تو وہ تلوار ہاتھ میں لیے گھر سے باہر نکل آئے اور گلی میں دشمنوں کا مقابلہ شروع کر دیا۔ یہ دیکھ کر محمد بن اشعث نے کہا۔

"آپ کیوں اپنی جان بے فائدہ گنواتے ہیں؟ آپ اپنے آپ کو میرے حوالے کر دیں"

گرفتاری:

مسلم بن عقیل زخموں سے چور ہو چکے تھے اور گھر کی دیوار سے ٹیک لگائے کھڑے تھے انہوں نے کوئی جواب نہ دیا ابن اشعث نے دوبارہ اپنا قول دہرایا جس پر مسلم بن عقیل نے پوچھا " کیا واقعی تم مجھے امان دینے کا وعدہ کرتے ہو "

ابن اشعث نے کہا "ہاں! میں تمہیں امان دینے کا عہد کرتا ہوں " دوسرے لوگوں نے بھی آپ کی حفاظت کا یقین دلایا۔

مسلم نے کہا " اگر مجھے امان نہ دیتے تو میں کبھی اپنے کو تمہارے حوالے نہ کرتا " اس کے بعد ایک خچر لایا گیا اور آپ کو اس پر سوار کرایا گیا۔ جب آپ خچر پر سوار ہو گئے تو سپاہیوں نے چاروں طرف سے یورش کر کے آپ کی تلوار آپ کے ہاتھ سے چھین لی۔ یہ دیکھ کر آپ کو یقین ہو گیا کہ مجھ سے دھوکا کیا گیا ہے۔ ان کی آنکھیں ڈبڈبا آئیں اور انہوں نے کہا " اللہ کی مشیت اسی طرح تھی "

محمد بن اشعث نے کہا " مجھے یقین ہے کہ آپ کو کوئی نقصان نہ پہنچے گا "

مسلم نے یہ سن کر جواب دیا " تمہارا خیال ہے مجھے کوئی تکلیف نہ پہنچے گی " تمہاری امان جو تم نے مجھے ابھی دی تھی کہاں گئی؟ لیکن میں انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھنے کے سوا کیا کر سکتا ہوں؟ یہ کہتے کہتے ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ انہیں

Marfat.com

روتا دیکھ کر عبداللہ بن عباس سلمی نے کہا۔

''جس کام کے لیے تمہیں مقرر کیا گیا تھا اگر کسی دوسرے کو اسی کام پر مقرر کیا جاتا اور اس پر وہی افتاد پڑتی جو تم پر پڑ رہی ہے تو وہ کبھی نہ روتا''

مسلم بن عقیل نے کہا'' تمہارا خیال ہے کہ میں موت کے خوف سے رو رہا ہوں ہرگز نہیں۔ مجھے اپنی جان کی پرواہ نہیں اور نہ مجھے قتل کیے جانے کا کوئی خوف ہے۔ بلکہ میں اپنے خاندان کے ان لوگوں پر رو رہا ہوں جو عنقریب تمہارے پاس پہنچنے والے ہیں۔ میں حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آل حسین رضی اللہ عنہم کا خیال کر کے آنسو بہا رہا ہوں''اس کے بعد انہوں نے محمد بن اشعث سے کہا۔

''مجھے یقین ہے کہ تم مجھے قتل ہونے سے نہ بچا سکو گے البتہ میں تم سے درخواست کرتا ہوں کہ تم اپنے کسی آدمی کو میرے بھائی حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بھیج کر انہیں میرے حال کی اطلاع کرا دینا اور میری طرف سے کہلا بھیجنا کہ وہ اہلِ کوفہ کے دھوکے میں نہ آئیں کیوں کہ یہ وہی لوگ ہیں جن سے چھٹکارا پانے کی ان کے والد ہمیشہ آرزو کرتے رہے اور کہہ دینا کہ اہلِ کوفہ آپ کی مخالفت پر کمر بستہ ہیں اس لیے اپنے اہلِ وعیال کو لے کر وطن لوٹ جائیں۔''

ابنِ اشعث نے وعدہ کیا کہ وہ ان کا یہ پیغام حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پہنچا دے گا اور یہ بھی کہا وہ ابنِ زیاد کو بھی مطلع کر دے گا کہ اس نے انہیں پناہ دے رکھی ہے۔ چنانچہ اس نے ایاس بن عشل طائی کو بلایا اور ایک خط میں وہ تمام باتیں لکھ کر جو مسلم نے کہی تھیں ایاس کے حوالے کرتے ہوئے کہ یہ خط حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جس قدر جلد ممکن ہو پہنچا دو۔

ابن زیاد کے محل میں:

اس کے بعد مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کو لے کر وہ ابنِ زیاد کے محل میں پہنچا اور اطلاع کرائی ابنِ زیاد نے اسے اندر بلا لیا۔ ابنِ اشعث نے اندر جا کر اسے مسلم کا سارا ماجرا

Marfat.com

سنایا اور یہ بھی کہا کہ اس نے مسلم کو امان دی ہے اس لیے اسے کچھ نہ کہا جائے۔ ابن زیاد نے کہا'' تم امان دینے والے کون ہوتے ہو؟ ہم نے تمہیں اس لیے نہ بھیجا تھا کہ اسے امان دو بلکہ اس لیے بھیجا تھا کہ اسے گرفتار کر کے ہمارے سامنے پیش کرو''۔

ابن اشعث کیا کہہ سکتا تھا؟ خاموش ہو گیا۔ ابن زیاد نے مسلم کو اپنے حضور پیش ہونے کا حکم دیا چنانچہ انہیں اس کے سامنے پیش کیا گیا جب وہ ابنِ زیاد کے سامنے پہنچے تو انہوں نے اسے سلام نہ کیا۔ محافظ نے کہا۔

''امیر کو سلام کرو''

مسلم رضی اللہ عنہ نے جواب دیا'' اگر امیر مجھے قتل کرنا چاہتا ہے تو مجھے اسے سلام کرنے کی کوئی ضرورت نہیں، لیکن اگر اس کا ارادہ مجھے قتل کرنے کا نہیں تو میں سلام کرنے کو تیار ہوں۔''

ابنِ زیاد نے کہا'' مجھے اپنی جان کی قسم میں تمہیں قتل ضرور کروں گا''

مسلم رضی اللہ عنہ نے کہا'' واقعی''

ابنِ زیاد نے جواب دیا'' ہاں''

مسلم نے کہا'' پھر مجھے تھوڑی سی مہلت دو میں کسی شخص کو وصیت کر دوں''

ابنِ زیاد نے اجازت دے دی۔

مسلم رضی اللہ عنہ کی وصیت:

مسلم رضی اللہ عنہ نے درباریوں کی طرف نظر دوڑائی حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا لڑکا عمرو بیٹھا تھا انہوں نے کہا'' اے عمرو! میرے اور تمہارے درمیان قرابت داری ہے، میں تم سے کچھ کہنا چاہتا ہوں تم یہاں سے ہٹ کر میری ایک بات سن لو۔ عمرو نے سنی ان سنی کر دی ابنِ زیاد نے یہ دیکھ کر عمرو سے کہا'' تم اپنے چچیرے بھائی کی بات کیوں نہیں سنتے؟ جاؤ اس کی بات سنو'' چنانچہ وہ اٹھا مسلم اسے لے کر محل کے ایک گوشے میں

Marfat.com

چلے گئے جہاں سے ابنِ زیاد انہیں دیکھ سکتا تھا وہاں پہنچ کر مسلم رضی اللہ عنہ نے عمرو سے کہا:

'' کوفہ آنے کے بعد میں نے لوگوں سے سات سو درہم قرض لیے تھے یہ قرض میں ادا نہیں کر سکا تم میری تلوار اور زرہ بیچ کر یہ قرض ادا کر دینا۔ دوسرا یہ کہ جب میں قتل کر دیا جاؤں تو میری نعش ابنِ زیاد سے لیکر حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بھیج دینا تاکہ وہ اسے دیکھ کر لوٹ جائیں میں انہیں لکھ چکا ہوں کہ کوفہ کے لوگ آپ کے ساتھ ہیں اور میرا خیال ہے کہ وہ چند روز تک یہاں پہنچنے والے ہیں۔

عمرو نے واپس آکر تمام باتیں ابنِ زیاد کو بتا دیں۔ ابنِ زیاد نے عمرو کو مسلم کی خواہشات پوری کرنے کی اجازت دے دی اور خود مسلم سے اس طرح مخاطب ہوا:

امین کبھی تیری خیانت نہ کرے گا تیرا مال تیری ہی ملکیت ہے اور تو اسے جہاں چاہے خرچ کر سکتا ہے۔ ہم اسے ہرگز نہ روکیں گے۔ رہی تیری نعش ہمیں اس بات سے کوئی دلچسپی نہیں کہ قتل کے بعد اس کا کیا بنتا ہے حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق جو کچھ تو نے کہا ہے اگر انہوں نے ہمارا مقابلہ نہ کیا تو ہم بھی ان سے چھیڑ چھاڑ نہ کریں گے۔ اس کے بعد ابنِ زیاد نے کہا:

اے ابنِ عقیل! لوگ آپس میں متحد و متفق تھے۔ تم نے آکر لوگوں میں تفرقہ ڈالا اور بھائیوں کو بھائیوں سے لڑایا۔ آخر تم نے یہ کام کس مقصد سے کیا؟

ابن زیاد سے تلخی:

مسلم رضی اللہ عنہ نے جواب دیا '' جو کچھ تم کہتے ہو غلط کہتے ہو میں ہرگز اس مقصد سے نہیں آیا کوفہ والوں کا خیال تھا کہ تمہارے باپ نے ان کے بزرگوں اور نیک لوگوں کو قتل کیا اور ان کا خون بہایا اور اپنے عہد میں کسریٰ و قیصریٰ کی روایات تازہ کر دیں۔ ہم یہاں آئے تاکہ عدل و انصاف قائم کریں اور لوگوں کو کتاب و سنت کے احکام پر عمل کرنے کی دعوت دیں۔

ابنِ زیاد نے کہا '' کہاں تم اور کہاں کتاب و سنت کے احکام پر عمل کرنے کی

Marfat.com

دعوت اللہ مجھے تباہ کرے اگر میں تمہیں اس طرح قتل نہ کروں کہ زمانہ اسلام میں آج تک کسی اور کو اس طرح قتل نہ کیا گیا ہو''

مسلم رضی اللہ عنہ نے جواب دیا، واقعی اسلام میں بدعتیں پیدا کرنے کے تم سب سے زیادہ حقدار ہو، خباثت اور کمینگی میں تمہارا کوئی ثانی نہیں۔''

اس پر ابنِ زیاد اور مسلم رضی اللہ عنہ میں تلخ کلامی شروع ہو گئی آخر ابنِ زیاد نے بکیر بن عمران الاحمری کو حکم دیا کہ مسلم کو محل کی چھت پر لے جائے اور وہاں ان کی گردن اڑا دے چنانچہ بکیر انہیں اپنے ساتھ لے گیا، مسلم برابر تکبیر، استغفار، اور درود پڑھ رہے تھے:

اے اللہ! ہمارے اور اس قوم کے درمیان تو خود ہی فیصلہ فرما جس نے ہمیں دھوکا دیا اور ہمیں جھٹلایا۔''

محل کے سامنے لوگوں کا ایک جمِ غفیر موجود تھا۔ بکیر نے مسلم کو چھت پر لے جا کر سب لوگوں کے سامنے ان کی گردن اُڑا دی۔ آپ کی شہادت ۹ ذوالحجہ ۶۰ھ مطابق ۱۰ ستمبر ۶۸۰ء کو بدھ کے دن ہوئی۔

ہانی بن عروہ کا قتل:

مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کا یہ انجام دیکھ کر محمد بن اشعث کو ہانی بن عمرو کی طرف سے فکر پیدا ہوا جسے ابنِ زیاد نے اپنے محل میں قید کر رکھا تھا اس نے ابنِ زیاد سے کہا:

آپکو معلوم ہے کہ ہانی کس رتبے کا انسان ہے اور کوفہ میں اس کا اور اس کے خاندان کا کتنا اثر ہے۔ لوگوں کو پتا ہے کہ میں ہی اسے آپ کے پاس لایا تھا اس لیے میں آپ سے التجا کرتا ہوں کہ آپ اسے کوئی ضرر نہ پہنچائیں ورنہ میری خیر نہ ہو گی۔

ابنِ زیاد نے ابنِ اشعث کو یقین دلایا کہ ہانی کو کسی قسم کی کوئی تکلیف نہ دی جائے گی۔ لیکن وہ وعدے پر قائم نہ رہا اور بعد میں حکم دے دیا کہ بازار میں لے جا کر ہانی کی گردن اڑا دی جائے۔ سپاہی انہیں لے کر جب بازار میں پہنچے تو ہانی نے مذحج قبیلے کو اپنی مدد کے لیے پکارا لیکن کوئی شخص نہ آیا۔ آخر انہوں نے اپنی قوت بازو سے کام لیا اور اپنا ہاتھ

Marfat.com

محافظ سے چھڑا لیا لیکن سپاہی فوراً ان پر ٹوٹ پڑے اور دوبارہ ان کی مشکیں کس لیں جس کے بعد ابنِ زیاد کے ایک ترکی غلام رشید نے تلوار نکال کر ان کا کام تمام کر دیا۔

محمد بن داؤد دینوری کی روایت ہے کہ ابنِ زیاد نے ہانی کے قتل کا حکم اسی وقت دے دیا تھا جب عمرو بن الحجاج مذحج قبیلے کو لیکر قصر الامارۃ پر حملہ آور ہوا تھا دینوری نے لکھا ہے، جب ابنِ زیاد کو معلوم ہوا کہ مذحج قبیلہ واپس چلا گیا ہے تو اس نے حکم دیا کہ ہانی کو بازار میں لے جا کر قتل کر دیا جائے۔ چنانچہ اسی وقت اس کے حکم کی تعمیل کر دی گئی۔

یزید کے نام خط:

مسلم بن عقیل اور ہانی بن عروہ کی شہادت کے بعد ابنِ زیاد نے ہانی بن ابی حیۃ الوداعی اور زبیر بن الاروح تمیمی کو بلایا اور حکم دیا کہ وہ مقتولین کے سر یزید کے پاس لے جائیں اور اپنے کاتب عمرو بن نافع کو ہدایت کی کہ وہ امیر المومنین کے نام ایک خط کا مسودہ بنا کر پیش کرے، عمرو بن نافع نے جو مسودہ پیش کیا وہ بہت لمبا تھا ابنِ زیاد اسے دیکھ کر جھلا اٹھا اور کہنے لگا:

ان طول طویل باتوں اور فضولیات سے کیا فائدہ؟ پھر خود خط کی عبارت لکھوائی:

اللہ کا شکر ہے جس نے امیر المومنین کا حق ضائع نہ ہونے دیا اور ان کے دشمنوں کو نیست و نابود کیا۔ امیر المومنین کو معلوم ہو گیا کہ مسلم بن عقیل نے ہانی بن عروہ مرادی کے گھر میں پناہ لی تھی۔ میں نے ان دونوں پر اپنے جاسوس مقرر کر دیے تھے انتہائی ہوشیاری اور مختلف تدابیر سے کام لیکر میں نے ان دونوں کا پتہ لگایا۔ اللہ نے مجھے ان دونوں کی گرفتاری کی توفیق عطا فرمائی میں نے ان دونوں کی گردنیں اڑا دیں۔ اور ان کے سر آپ کی خدمت میں ہانی بن ابی حیۃ الوداعی اور زبیر بن الاروح تمیمی کے ہاتھ بھیج رہا ہوں۔ یہ دونوں امیر المومنین کے فرمانبردار ہیں۔ واقعات کی تفصیل آپ ان سے پوچھ سکتے ہیں کیوں کہ انہیں تمام حالت کا اچھی طرح پتہ ہے۔ والسلام:

Marfat.com

یزید کا جوابی خط:

جب یزید کے پاس ابنِ زیاد کا خط اور مسلم اور ہانی کے سر پہنچے تو وہ بہت خوش ہوا اور ابنِ زیاد کو جواب میں یہ خط لکھا:

'' تمہارا مکتوب اور مسلم اور ہانی کے سر پہنچے تم نے جو کچھ کیا وہ انتہائی دانش مندی وشجاعت کا کام تھا اور حالت کے عین مطابق۔ مجھے خوشی ہے کہ جو کام میں نے تمہارے سپرد کیا تھا اس کی بجا آوری میں تم نے کسی قسم کی کوتاہی سے کام نہ لیا۔ میں نے تم سے جو امیدیں وابستہ کر رکھی تھیں تم نے انہیں پورا کر دکھایا ہے۔ میں نے تمہارے قاصدوں سے تمام حالات تفصیل سے پوچھے میں نے انہیں ویسا ہی پایا جیسا تم نے اپنے خط میں لکھا تھا۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ عراق کی طرف روانہ ہو چکے ہیں۔ تم نگرانی اور جاسوسی کا انتظام سختی سے کرو کسی کی طرف سے ذرا بھی شک ہو تو اسے قید کر دو جس شخص پر بغاوت کا جرم ثابت ہو جائے اسے قتل کر دو۔ البتہ جب تک کوئی تمہارے مقابلے میں تلوار نہ اٹھائے تم بھی اس کے مقابلے میں تلوار نہ اٹھاؤ، تمام پیش آمدہ حالات سے مجھے مطلع کرتے رہو ''

اس پوری سرگزشت سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اللہ نے مسلم رضی اللہ عنہ کو جرات اور دلیری کا بے نظیر ملکہ ودیعت کیا تھا۔ وہ ابنِ زیاد کے دربار میں حاضر ہوتے ہیں لیکن ان کی کسی ایک بات سے بھی خوف اور ڈر کا اظہار نہیں ہوتا۔ وہ نہایت دلیرانہ ابنِ زیاد سے باتیں کرتے ہیں اور اسکی سخت گیری کو قطعاً خاطر میں نہیں لاتے۔ اس سے بھی بڑھ کر آپ کی جرات کا ثبوت اس بات سے ملتا ہے کہ آپ دشمنوں کے ہاتھوں گرفتار ہو چکنے کے باوجود حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ پیغام بھجوانے کا اہتمام کرتے ہیں کہ کوفہ کے لوگ قطعاً اعتبار کرنے کے قابل نہیں اور وہ اپنی بیعت فسخ کر کے ابنِ زیاد سے مل چکے ہیں اس لیے آپ یہاں آنے کا قصد نہ فرمائیں کیونکہ اگر آپ یہاں تشریف لے آئے تو وہ آپ سے بھی ویسا ہی سلوک کریں گے جو انہوں نے مجھ سے کیا ہے آپ کے ساتھ آپ کے چند جانثار ساتھیوں اور اہل وعیال کے سوا کوئی نہ ہوگا جو کسی صورت میں بھی ابنِ زیاد کی مضبوط فوج کا مقابلہ نہ کر سکیں گے۔

Marfat.com

مسلم بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیٹوں کی شہادت

یزید کی خوشی کی خاطر اور اس کی نظروں میں اپنا مقام پیدا کرنے کی غرض سے دنیا کمانے والے لالچی اندھے ہو چکے تھے۔

حضرت امام مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے سے دشمنوں کے دل کی آگ ٹھنڈی نہ ہوئی ابن زیاد لعین نے یہ اعلان کر دیا کہ جو شخص مسلم کے بچوں کو پکڑ لائے گا۔ اسے ایک گھوڑا۔ ایک جوڑا اور پانچ سو اشرفیاں بطور انعام ملیں گے۔

حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کے دونوں کمسن فرزند محمد اور ابراہیم قاضی شریح کے گھر پناہ گزین تھے۔ جب قاضی شریح کو معلوم ہوا کہ ان معصوموں کا تو سودا ہو گیا ہے تو اس نے ان دونوں بچوں کو زاد راہ دے کر رخصت کیا اور اپنے بیٹے اسد سے کہا کہ وہ انہیں شہر کے باہر لے جا کر مکہ جانے والے قافلے کے ساتھ ملا دے اور انہیں یہ معلوم نہ ہونے پائے کہ یہ یتیم ہو چکے ہیں۔ اسد سحری کے وقت کے بچوں کو ساتھ لے کر غیر معروف راستہ سے ہوتے ہوئے شہر پناہ تک پہنچ گیا کیا دیکھتے ہیں کہ چند منٹ پہلے قافلہ رخصت ہو چکا تھا۔ جرس کارواں کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ اسد نے بچوں سے مخاطب ہو کر کہا۔ بھائیو دوڑو وہ قافلہ جا رہا ہے۔ بھاگ کر اس کے ساتھ مل جاؤ۔ کمسن بچے راستے سے ناواقف تھے۔ عرض کرنے لگے۔ اے محسن برادر ہم راستہ سے بالکل نابلد ہیں۔ خدارا ہمیں وہاں تک پہنچاؤ مگر اسد نے انکار کر دیا اور انہیں وہیں چھوڑ کر واپس پلٹا اس خیال سے کہ مبادا اسے کوئی گزند نہ پہنچے' دونوں بھائی سوچنے لگے اب کیا کرنا چاہیے۔ بالآخر بڑے بھائی نے چھوٹے بھائی کا ہاتھ تھاما اور قافلے کی طرف بھاگنا شروع کر دیا۔

Marfat.com

بے سروسامانی کا عالم

چھوٹا بھائی جس کی عمر صرف چھ برس کی تھی اور کبھی ایسے اندھیروں سے پالا نہ پڑا تھا۔ وہ گھبراتا اور گر پڑتا تو بڑا بھائی اسے زمین سے اٹھا کر سینے سے لگا لیتا۔ دلاسہ دیتا کبھی اس کے ننھے ننھے پاؤں میں کانٹے چبھ جاتے تو بڑا بھائی رات کے اندھیرے میں کانٹے نکالتا ہے بلائیں لیتا ہے لب و رخسار پر بوسے دیتا ہوا ساتھ لئے جا رہا ہے۔ مشیت ایزدی نے یہ کرشمہ دکھایا کہ وہ ساری رات چلتے رہے لیکن جب صبح نمودار ہوئی۔ تو سامنے ایک شہر دکھائی دیا۔ بچے خوش ہوئے کہ شاید ہم قادسیہ پہنچ گئے ہیں لیکن جونہی سنبھلے اور ہوش آیا تو معلوم ہوا کہ جہاں سے چلے تقدیر انہیں گھیر کر اسی جگہ لے آئی ہے۔ بچوں کے پاؤں تلوں سے زمین نکل گئی اسی اثناء میں دو سپاہیوں کو اپنی طرف بڑھتے دیکھا تو معصوموں کے ہاتھوں کو طوطے اڑ گئے سارا جسم مارے ڈر کے کانپنے لگا۔ سپاہیوں نے قریب آ کر بچوں کو پکڑا اور ابن زیاد کے پاس لے گئے۔ ابن زیاد نے دونوں معصوموں کو قید خانہ میں بند کر دیا۔

ننھے بچے جنہوں نے کبھی کانٹے کی تکلیف بھی برداشت نہ کی تھی آج قید خانے کی صعوبتوں سے دوچار ہو رہے ہیں۔ جب باپ کی جدائی کا خیال آتا ہے تو چیخیں مارتے ہیں۔ داروغہ جیل جس کا نام مشکور تھا۔ بڑا نیک شخص تھا جب اس نے بچوں کی یہ حالت بے قراری دیکھی تو اس سے رہا نہ گیا۔ قریب آیا۔ فرطِ محبت سے بچوں کا منہ چومنے لگا۔ بکھرے ہوئے گیسوؤں پر اپنے ہاتھوں کی کنگی پھیرنے لگا۔ اس فرشتہ خصلت انسان نے بچوں کی خوب خدمت تواضع کی ان کے لیے بستر لگائے اور انہیں آرام سے سلا دیا۔ بیچاروں کو بھلا نیند کیسے آ سکتی تھی۔ خدا خدا کر کے رات کا اندھیرا چھٹا داروغہ مشکور نے بچوں کو کچھ اشرفیاں دیں اور قید خانہ سے باہر لا کر انہیں قادسیہ کا رستہ بتایا اس نیک دل شخص نے بچوں کو اپنی انگوٹھی اور اپنے بھائی کا پتہ بھی بتایا اور کہنے لگا۔ بچو قادسیہ پہنچ کر یہ انگوٹھی میرے بھائی کو دینا۔ وہ بحفاظت تمہیں مکہ معظمہ پہنچا دے گا۔ دونوں شہزادے مشکور کو دعائیں دیتے ہوئے رخصت ہوئے۔

Marfat.com

جب سفاک حکمران ابن زیاد کو معلوم ہوا کہ مشکور نے بچوں کو قید خانہ سے نکال دیا ہے تو اس نے مشکور کو بلایا اور کہنے لگا اے مشکور تمہیں اپنی جان کا خوف نہ تھا جو تو نے مسلم کے بچوں کو رہا کیا۔ مشکور نے جواب دیا اے ظالم و سفاک ابن زیاد تجھے شرم نہیں آئی کہ تو نے اولاد رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دونونہالوں کا بھی لحاظ نہ کیا۔ قیامت کے دن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کیا منہ دکھائے گا۔

سفاک ابن زیاد نے حکم دیا کہ مشکور کو پانچ سو کوڑے لگائے جائیں جب سب کوڑے لگ چکے تو مشکور کا جسم چور چور ہو گیا۔ کہنے لگا مجھے پانی دو لیکن ابن زیاد نے پانی نہ دیا۔ تھوڑے دیر کے بعد مشکور نے جان جان آفرین کے سپرد کر دی۔

یتیم بچے نیک دل عورت کی پناہ میں:

جب دونوں معصوم قید خانے سے نکلے تو ان کے دلوں میں خوشی اور غمی دونوں قسم کے خیالات ابھر رہے تھے جب ان کو یہ خیال آتا کہ شاید ہمیں کہیں ابا جان مل جائیں۔ تو دل تسکین پاتا لیکن جونہی یہ خیال آتا کہ پھر سے ہم پکڑے نہ جائیں۔ تو سارا جسم لرز جاتا۔ بچے قادسیہ کی جانب بڑھتے ہیں اور چاروں طرف دیکھتے ہیں کہ شاید ابا جان کہیں مل جائیں پھر بڑا بھائی چھوٹے سے کہتا ہے کہ ابراہیم جلدی چلو۔ شاید ابو جان مکہ واپس چلے گئے ہوں۔ چھوٹا کہتا ہے بھائی جان میرا دل تو امی جان کو دیکھنے کے لیے سخت بے چین ہے تو بڑا کہتا ہے میرے بھائی فکر نہ کر ہم جلدی مکہ پہنچ کر اپنی تمام آرزوئیں پوری کریں گے۔

حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کے دونوں معصوم بچے آپس میں باتیں کئے جا رہے تھے کہ اچانک دو سپاہیوں کو سامنے سے اپنی طرف بڑھتے دیکھا۔ بچوں کو شک گزرا۔ ابراہیم کہنے لگے۔ بھائی جان سپاہی کہیں ہمیں پکڑنے نے آ رہے ہیں؟ محمد بولا بھائی معلوم تو ایسا ہی ہوتا ہے۔ یہ ہماری طرف اشارہ کر کے باتیں کر رہے ہیں۔

بڑے بھائی نے چھوٹے بھائی سے کہا آؤ بھائی کہیں چھپ جائیں۔ قریب ہی ایک نہر بہتی تھی۔ اس نہر کے کنارے ایک کھجور کا کھوکھلا درخت تھا۔ دونوں بچے اس میں جا

Marfat.com

چھپے۔ سپاہیوں نے بچوں کو بہت ڈھونڈا مگر مشیت ایزدی کے سبب ناکام رہے۔ اتنے میں ایک حبشہ لونڈی پانی لینے کی غرض سے آئی۔ جب وہ نہر سے پانی بھرنے لگی۔ تو اسے پانی میں دو خوبصورت بچوں کے سائے نظر آئے وہ حیران ہوئی اور سوچنے لگی کہ یہ سائے کیسے اور کس کے ہیں اسی سوچ و بچار کے عالم میں اس کی نظر درخت پر پڑی۔ تو اسے دو چودھویں کے چاند نظر آئے۔ بچوں کے قریب جا کر پوچھنے لگی۔ بچو تم کون ہو۔ اور یہاں چھپ کر کیوں بیٹھے ہو؟ بچے ڈر گئے کپکپی سے بولنے کی طاقت نہ تھی کہ یہ عورت بھی کہیں ہمیں گرفتار کرنے نہ آئی ہو۔ لونڈی پھر بولی۔ بچو بتاؤ تم کون ہو؟ بچے پھر خاموش ہیں۔ تیسری بار لونڈی نے چلا کر کہا۔ بچو میرا دل پھٹا جا رہا ہے۔ مجھے بتاؤ تو سہی تم کہیں مسلم کے یتیم تو نہیں ہو؟ یتیمی کا لفظ سننا تھا کہ بچوں پر بے ہوشی طاری ہوگئی اور غش کھا کر دھڑام سے نیچے گر پڑے۔ ہوش آنے پر پوچھنے لگے۔ اے اماں کیا واقعی ہم یتیم ہو گئے ہیں؟ لونڈی بولی ہاں کل تمہارے والد مسلم کو ظالم ابن زیاد نے شہید کر دیا ہے اور اب تمہاری تلاش کے لیے انعام و اکرام مقرر ہو چکے ہیں۔ بچے رونے لگے۔

بچوں نے اس نیک دل لونڈی سے پوچھا اے اماں ہمارے والد ماجد کی قبر کس جگہ ہے اگر ہم مرنے سے پہلے ان کا منہ نہیں دیکھ سکے تو ان کی قبر پر فاتحہ ہی پڑھ لیں۔ لونڈی یہ الفاظ سن کر رو پڑی اور کہنے لگی۔ بچو ظالموں نے تمہارے باپ کی قبر بھی نہیں بنوائی۔ سر کاٹ کر دارالامارت کے باہر لٹکا دیا ہے اور لاش مبارک کی سخت بے حرمتی کی ہے اسی وقت بچوں کے دل سے سرد آہ نکلی۔ کچھ دیر کے لیے خاموش ہو گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد لونڈی کہنے لگی بچو سارا کوفہ تمہارا دشمن ہے اور تمہیں پکڑ کر ابن زیاد کے پیش کر کے انعام و اکرام کا متمنی ہے آؤ میں تمہیں اپنی مالکہ کے گھر لے چلوں۔ اس کے دل میں تمہاری محبت کوٹ کوٹ کر بھری ہے۔ وہ تمہیں دیکھ کر بہت خوش ہوگی۔

لونڈی نے دونوں شہزادوں کو اپنی چادر میں چھپایا اور اپنی مالکہ کے گھر لے آئی۔ جب اس نے دونوں شہزادوں کو دیکھا تو اسے اپنی خوش بختی پر رشک ہوا اور لونڈی سے کہنے لگی کہ آج تو نے مجھے دو جہاں کی دولت دی ہے میں تجھے اس کے عوض آزاد کرتی ہوں

Marfat.com

لونڈی بولی اے میری شفیق مالکہ آج سے میں تمہاری طرف سے تو آزاد ہوں لیکن ان شہزادوں کی کنیز ہوں جب تک ان کا کوئی خاطر خواہ انتظام نہ کرلوں۔ سکون کیسے پاؤں۔ لونڈی نے تہہ خانے میں بچوں کے بستر لگادیئے۔ کھانا پیش کیا لیکن بچوں نے کھانا کھانے سے انکار کردیا۔ لونڈی دودھ لے کر آئی بچوں نے یہ کہہ کر دودھ پینے سے انکار کردیا کہ اے اماں ہم دودھ کیسے پئیں ہم نے تو ابھی ابھی اپنی یتیمی کی خبر سنی ہے۔

نیک دل عورت کا لالچی خاوند:

جب آدھی رات کا وقت ہوا تو لونڈی کا مالک حارث جو ایک کمینہ آدمی تھا۔ ہاتھ میں شمشیر براں لئے ہوئے گھر میں داخل ہوا بیوی نے ننگی تلوار پکڑنے کا سبب پوچھا تو کہنے لگا اے میری بیگم کیا تجھے معلوم نہیں کہ مسلم کے دونوں بچوں کے انعام مقرر ہو چکے ہیں جو ان کو پکڑ کر ابن زیاد کے پاس لے جائے گا وہ ایک گھوڑا ایک جوڑا اور پانچ سو اشرفیاں انعام پائے گا۔ آج سارا دن اور نصف رات تک میں ان کی تلاش میں رہا۔ مگر وہ کہیں نہیں ملے نہ جانے کون خوش نصیب انہیں پکڑ کر ابن زیاد کے حوالے کر کے عظیم انعام حاصل کرے گا۔ میں نے تو سوچا تھا کہ اگر وہ مل جاتے تو انہیں قتل کر کے اتنا انعام پاتا کہ ہمارے وارے نیارے ہو جاتے۔

جب بیوی نے خاوند کے یہ الفاظ سنے تو اس کے پاؤں تلوں سے زمین نکل گئی کہ یہ امانت تو میرے پاس ہے کہیں ضائع نہ ہو جائے دل ہی دل میں یہ دعا کررہی تھی کہ بار الٰہ آج میری لاج رکھنا ہزار تدبیریں کرتی رہی مگر تقدیر کے آگے ایک نہ چل سکی جب رات کے تین بجے تو دونوں بچوں نے بیک آواز رونا شروع کردیا۔ بڑے بھائی محمد نے چھوٹے بھائی ابراہیم سے پوچھا۔ بھائی تمہارے رونے کی کیا وجہ ہے؟ چھوٹا بھائی بڑے بھائی سے کہنے لگا۔ بھائی جان پہلے آپ بتائیں۔ کہ آپ کیوں روئے ہیں؟ بڑے بھائی محمد نے کہا کہ ابراہیم مجھے ایک ہیبت ناک خواب نے رونے پر مجبور کردیا ہے۔ لیکن تم کس وجہ سے رونے لگ گئے؟ ابراہیم کہنے لگا بھائی جان مجھے بھی ایک خوفناک خواب آیا ہے۔ بڑے

Marfat.com

بھائی نے کہا ابراہیم ذرا تم مجھے اپنا خواب تو سناؤ۔ ابراہیم کہنے لگا بھائی جان پہلے آپ سنائیں۔ محمد کہنے لگا سنو! میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ حوض کوثر پر ہمارے تمام مرحومین جمع ہیں۔ نانا جان محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ابا جان سے پوچھا کہ اے مسلم تم اکیلے چلے آئے ہو۔ بچوں کو ساتھ کیوں نہیں لائے؟ تو والد صاحب نے جواب دیا۔ نانا جان وہ بھی میرے پیچھے پیچھے آ رہے ہیں ابراہیم کہنے لگا۔ بھائی جان معلوم ہوتا ہے کہ اب ہمارا آخری وقت قریب ہے کیونکہ میں نے بھی ہو بہو یہی خواب دیکھا ہے۔ یہ بات کرنے کے بعد دونوں بھائی ایک دوسرے سے لپٹ گئے اور زار زار رونے لگے۔ حارث نے جب رونے کی آواز سنی تو جاگ اٹھا اور بیوی سے کہنے لگا۔ یہ بچوں کے رونے کی آواز کہاں سے آ رہی ہے اس پاک دامن بیوی نے اسے ٹالنے کی بہت کوشش کی مگر اس نے ایک نہ سنی۔ فوراً اٹھا ایک ہاتھ میں تلوار لی اور دوسرے ہاتھ میں چابی لے کر تہ خانے کی طرف بڑھا اور دروازہ کھولا تو دیکھا کہ اندھیرے میں دو چودھویں کے چاند چمک رہے ہیں۔ حارث کو شک گزرا کہ کہیں یہ مسلم کے یتیم نہ ہوں۔ یہ سوچ کر ظالم نے تلوار اٹھائی اور آگے بڑھا بچے یہ دیکھ کر سہم گئے اور انہیں یقین ہو گیا کہ ہمارے خواب کی تعبیر کا وقت آ گیا ہے۔

لالچی ظالم کا ظلم:

نیک دل لونڈی نے جب یہ صورتحال دیکھی تو برداشت نہ کر سکی وہ فوری طور پر آگے بڑھی اور اس نے اپنے آپ کو بچوں پر گرا لیا۔ اس پر حارث نے جھنجھلا کر اس پر تلوار کا وار کیا اور اس لونڈی کو زخمی کر دیا۔ جب دونوں بچوں نے حارث کی یہ وحشیانہ اور سفاکانہ حرکت دیکھی تو ہاتھ جوڑ کر کہنے لگے۔ ہمیں معلوم ہے کہ تو انعام واکرام کے لالچ میں ہمیں قتل کر رہا ہے خدا کی قسم اگر ہم صحیح سلامت مکہ پہنچ گئے تو ہم تمہیں اس مقررہ انعام سے چوگنی رقم دیں گے۔ تو ہمیں کچھ نہ کہہ اس لالچی نے ایک نہ سنی اور تلوار کی انی سے بچوں کو زخمی کر دیا پھر ایک رسی سے انہیں جکڑ لیا۔

ظالم دونوں شہزادوں کو گھسیٹتا ہوا گھر سے باہر لے آیا۔ صبح نمودار ہو رہی تھی۔ لوگ

Marfat.com

اپنی اپنی دکانیں کھول رہے تھے۔ کچھ لوگ بازار سے خورد ونوش کی چیزیں لینے جار ہے تھے۔ لیکن یہ سگِ دنیا قہر الٰہی حاصل کرنے پر کمر بستہ تھا اور بچوں کو ذبح کرنے کے لیے نہر کی طرف لے جار ہا تھا۔

راستہ میں موجود لوگ جو کل تک ان بچوں کے پاؤں کی خاک اپنی آنکھوں کا سرمہ بنانا سعادت سمجھتے تھے آج ان پر ظلم ہوتا دیکھ کر خاموش ہیں محمد اور ابراہیم لوگوں سے یہ التجا کرتے ہیں کہ کوئی انہیں ظالم سے چھڑا لے لیکن کوئی ایسا نہ تھا جو گلستان محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی دو کلیوں کو حمایت کا پانی دے کر مرجھانے سے بچالے۔ بچے برابر آہ وفغاں بلند کرتے مگر کوئی پرسان حال نظر نہ آتا تھا۔

ادھر ظالم لالچی شخص دونوں بچوں کو گھسیٹتا ہوا نہر پر لے آیا ادھر اس کی بیوی نے اپنے بیٹے کو جگایا اور کہا اے میرے فرزند دلبند میں تجھے اپنا دودھ اس وقت بخشوں گی جب تو ظالم باپ سے مسلم کے دونوں یتیموں کو بچالائے گا۔ فرمانبردار بیٹا دوڑ کر باپ کے پاس گیا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر کہنے لگا۔ اے ابا ہر باپ حرام وحلال اپنی اولاد کے لیے کماتا ہے میں تیرا اکلوتا بیٹا ہوں۔ مجھے تیری اس دولت کی کوئی ضرورت نہیں۔ مہربانی کر اور گلستان رسالت کی ان دو کلیوں کو مسل کر دوزخ کا ایندھن بننے کی کوشش نہ کر۔ حارث کی آنکھوں میں اس وقت حرصِ دنیا کا خون اترا ہوا تھا اور پھر اسے قہر الٰہی کا موجب بننا تھا بیٹے سے کہنے لگا کہ میرا رستہ چھوڑ دے۔ جب بیٹے نے اصرار کیا تو سب سے پہلے ظالم نے اس پر وار کر دیا اور وہ خاک وخون میں تڑپنے لگا اس کے بعد جب لونڈی اور اس کی بیوی نے بھی یہی الفاظ استعمال کیے تو انہیں بھی ظالم نے شدید زخمی کر دیا۔ نہر کے کنارے پہنچ کر ظالم نے بچوں سے کہا تیار ہو جاؤ اور پھر اپنے ایک غلام سے کہنے لگا کہ ان دونوں کا سر قلم کر دو۔ اس کا غلام نیک شخص تھا اور پھر بچپن میں کچھ عرصہ اس نے حارث کی نیک دل بیوی کا دودھ بھی پیا تھا۔ وہ کہنے لگا اے حارث کیا تجھے ان معصوموں پر رحم نہیں آتا۔ میری اگر جان بھی چلی جائے تو میں ان پر کبھی ہاتھ نہ اٹھاؤں گا۔ حارث نے غصے میں آکر اس شریف النسب غلام کو بھی شہید کر دیا۔ اب بچوں سے گرج کر کہنے لگا۔ بچو اب تیار ہو جاؤ۔ تمہاری موت کا وقت اب

Marfat.com

قریب آ گیا ہے۔ محمد بولا اب ہمیں یقین کامل ہے کہ تو ہمیں ضرور قتل کرے گا ہم چاہتے ہیں کہ مرنے سے پہلے نماز پڑھ لیں۔ ظالم بولا نماز پڑھنے سے تمہیں کیا فائدہ ہوگا۔ نماز تمہاری جان ہرگز نہ بچا سکے گی۔

جب دونوں نے نماز ادا کر لی تو بڑا بھائی محمد حارث سے مخاطب ہو کر کہنے لگا اے حارث میری ایک آخری خواہش ہے وہ کہنے لگا کیا ہے تمہاری خواہش؟ محمد نے کہا اے حارث چھوٹا بھائی بیٹے کی جگہ ہوتا ہے میں اپنی آنکھوں سے اپنے چھوٹے بھائی کو ذبح ہوتے نہیں دیکھ سکتا اس لیے پہلے مجھے شہید کر اور بعد میں میرے بھائی پر وار کرنا۔ اسی اثناء میں ظالم اور لالچی حارث کی بیوی زخمی حالت میں آگے بڑھی۔

حارث نے تلوار کا ایک وار کیا اور جنتی بیوی کو شہید کر دیا اس کے بعد بچوں کی طرف بڑھا۔ دونوں معصوموں نے اپنی ننھی ننھی گردنیں جوڑ کر کہا اے ظالم ہم تیار ہیں لے اب اپنے دل کی آگ کو ٹھنڈا کر لے اس سنگدل کو رحم نہ آیا اس نے دونوں ننھی ننھی گردنوں پر ایک ہی وار کیا اور دونوں سر تن سے جدا ہو گئے۔

ظالم لالچی کا انجام:

دونوں معصوم بچوں کے سر تن سے جدا کر کے ظالم بہت خوش تھا اتنا بڑا ظلم کر کے اسے ذرا سا بھی ملال نہ تھا اس نے دونوں بچوں کے سر اٹھا کر ایک طشتری میں رکھے اور انعام کے لالچ میں دارالامارت کی جانب روانہ ہوا۔ سوچتا جا رہا تھا کہ اب ابن زیاد مجھے ضرور ایک گھوڑا ایک جوڑا اور پانچ سو اشرفیاں انعام دے گا۔ شقی نے جب دونوں سر دربار میں پیش کئے۔ تو عبیداللہ ابن زیاد نے پوچھا۔ یہ سر کس کے ہیں؟ خوشی سے بولا حضور یہ سر مسلم کے یتیموں کے ہیں۔ وہ بولا انہیں قتل کس نے کیا ہے؟ بڑے ناز سے کہنے لگا۔ اس خادم نے: وہ بولا میں نے تو ان بچوں کی گرفتاری کا حکم صادر کیا تھا نہ کہ انہیں قتل کرنے کا یزید نے ان بچوں کو طلب کیا تو میں کہاں سے پیش کروں گا۔ تو نے میری اجازت کے بغیر انہیں کیوں قتل کیا ہے؟ جب حارث نے ابن زیاد کے یہ کلمات سنے تو اس کے پاؤں تلوں

Marfat.com

سے زمین نکل گئی، رنگ فق ہو گیا اور ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے۔ عبید اللہ ابن زیاد کی مہیب آواز گونجی کہ اس بد بخت کو اسی مقام پر لے جا کر قتل کر دیا جائے۔ جہاں اس نے بچوں کو قتل کیا ہے۔ جلاد نے فوراً اس کی مشکیں باندھیں اور گھسیٹتا ہوا اس مقام پر لے آیا۔ جہاں اس شقی القلب نے بچوں کو شہید کیا تھا۔ راستہ میں حارث نے بیش بہا دولت بطور رشوت دے کر جان بچانا چاہی لیکن جلاد نے ایک نہ سنی اور کہا اے ظالم اسی طرح بچے بھی تم سے منت سماجت کرتے تھے لیکن تو نے ان کی ایک نہ مانی اگر تو مجھے زمین و آسمان کے خزانے بھی پیش کر دے۔ تو میں تجھے کبھی نہ چھوڑوں گا۔ جلاد نے ظالم حارث کو طرح طرح کی اذیتیں دے کر قتل کیا اور اس کی لاش کتوں کے حوالے کر دی۔ ہاتف غیبی سے آواز آئی اے دنیا کے لالچی کتے آج تیری دنیا بھی برباد ہوئی اور عقبٰی بھی تباہ ہو گئی۔ (خَسِرَ الدُّنیاوَ الآخِرہ)

حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کے دونوں بیٹوں کی لاشیں ان کے سرہائے بریدہ کے ساتھ دفن کر دی گئیں اور ان کے مزارات جن کے قریب ہی حضرت ہانی کا مزار ہے آج بھی مرجع خلائق ہیں۔

Marfat.com

آئے۔دشمنوں نے انہیں گرفتار کرنے کی کوشش کی لیکن انہوں نے تلوار کے جوہر دکھانے شروع کیے اور دشمنوں کو مکان سے باہر دھکیل دیا۔سپاہیوں نے دوبارہ مکان پر حملہ کیا لیکن مسلم نے کسی کو پاس تک نہ پھٹکنے دیا جب انہوں نے یہ حالت دیکھی تو گھر کی پشت پر سے چھت پر چڑھ گئے اور وہاں سے پتھر اور آگ پھینکنی شروع کی جب مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ نے یہ دیکھا تو وہ تلوار ہاتھ میں لیے گھر سے باہر نکل آئے اور گلی میں دشمنوں کا مقابلہ شروع کر دیا۔یہ دیکھ کر محمد بن اشعث نے کہا۔

"آپ کیوں اپنی جان بے فائدہ گنواتے ہیں؟ آپ اپنے آپ کو میرے حوالے کر دیں"

گرفتاری:

مسلم بن عقیل زخموں سے چور ہو چکے تھے اور گھر کی دیوار سے ٹیک لگائے کھڑے تھے انہوں نے کوئی جواب نہ دیا ابن اشعث نے دوبارہ اپنا قول دہرایا جس پر مسلم بن عقیل نے پوچھا "کیا واقعی تم مجھے امان دینے کا وعدہ کرتے ہو"

ابنِ اشعث نے کہا "ہاں! میں تمہیں امان دینے کا عہد کرتا ہوں" دوسرے لوگوں نے بھی آپ کی حفاظت کا یقین دلایا۔

مسلم نے کہا "اگر مجھے امان نہ دیتے تو میں کبھی اپنے کو تمہارے حوالے نہ کرتا" اس کے بعد ایک خچر لایا گیا اور آپ کو اس پر سوار کرایا گیا۔جب آپ خچر پر سوار ہو گئے تو سپاہیوں نے چاروں طرف سے یورش کر کے آپ کی تلوار آپ کے ہاتھ سے چھین لی۔یہ دیکھ کر آپ کو یقین ہو گیا کہ مجھ سے دھوکا کیا گیا ہے۔ان کی آنکھیں ڈبڈبا آئیں اور انہوں نے کہا "اللہ کی مشیت اسی طرح تھی"

محمد بن اشعث نے کہا "مجھے یقین ہے کہ آپ کو کوئی نقصان نہ پہنچے گا"

مسلم نے یہ سن کر جواب دیا "تمہارا خیال ہے مجھے کوئی تکلیف نہ پہنچے گی" تمہاری امان جو تم نے مجھے ابھی دی تھی کہاں گئی؟ لیکن میں انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھنے کے سوا کیا کر سکتا ہوں؟ یہ کہتے کہتے ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔انہیں

Marfat.com

روتا دیکھ کر عبداللہ بن عباس سلمی نے کہا۔

''جس کام کے لیے تمہیں مقرر کیا گیا تھا اگر کسی دوسرے کو اسی کام پر مقرر کیا جاتا اور اس پر وہی افتاد پڑتی جو تم پر پڑ رہی ہے تو وہ کبھی نہ روتا''

مسلم بن عقیل نے کہا ''تمہارا خیال ہے کہ میں موت کے خوف سے رو رہا ہوں ہرگز نہیں۔ مجھے اپنی جان کی پرواہ نہیں اور نہ مجھے قتل کیے جانے کا کوئی خوف ہے۔ بلکہ میں اپنے خاندان کے ان لوگوں پر رو رہا ہوں جو عنقریب تمہارے پاس پہنچنے والے ہیں۔ میں حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آل حسین رضی اللہ عنہم کا خیال کر کے آنسو بہا رہا ہوں'' اس کے بعد انہوں نے محمد بن اشعث سے کہا۔

''مجھے یقین ہے کہ تم مجھے قتل ہونے سے نہ بچا سکو گے البتہ میں تم سے درخواست کرتا ہوں کہ تم اپنے کسی آدمی کو میرے بھائی حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بھیج کر انہیں میرے حال کی اطلاع کرا دینا اور میری طرف سے کہلا بھیجنا کہ وہ اہلِ کوفہ کے دھوکے میں نہ آئیں کیوں کہ یہ وہی لوگ ہیں جن سے چھٹکارا پانے کی ان کے والد ہمیشہ آرزو کرتے رہے اور کہہ دینا کہ اہلِ کوفہ آپ کی مخالفت پر کمر بستہ ہیں اس لیے اپنے اہلِ وعیال کو لے کر وطن لوٹ جائیں۔''

ابنِ اشعث نے وعدہ کیا کہ وہ ان کا یہ پیغام حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پہنچا دے گا اور یہ بھی کہا وہ ابنِ زیاد کو بھی مطلع کر دے گا کہ اس نے انہیں پناہ دے رکھی ہے۔ چنانچہ اس نے ایاس بن عثل طائی کو بلایا اور ایک خط میں وہ تمام باتیں لکھ کر جو مسلم نے کہی تھیں ایاس کے حوالے کرتے ہوئے کہ یہ خط حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جس قدر جلد ممکن ہو پہنچا دو۔

ابن زیاد کے محل میں:

اس کے بعد مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کو لے کر وہ ابنِ زیاد کے محل میں پہنچا اور اطلاع کرائی ابنِ زیاد نے اسے اندر بلا لیا۔ ابنِ اشعث نے اندر جا کر اسے مسلم کا سارا ماجرا

Marfat.com

سنایا اور یہ بھی کہا کہ اس نے مسلم کو امان دی ہے اس لیے اسے کچھ نہ کہا جائے۔ ابن زیاد نے کہا'' تم امان دینے والے کون ہوتے ہو؟ ہم نے تمہیں اس لیے نہ بھیجا تھا کہ اسے امان دو بلکہ اس لیے بھیجا تھا کہ اسے گرفتار کر کے ہمارے سامنے پیش کرو''۔

ابن اشعث کیا کہہ سکتا تھا؟ خاموش ہو گیا۔ ابن زیاد نے مسلم کو اپنے حضور پیش ہونے کا حکم دیا چنانچہ انہیں اس کے سامنے پیش کیا گیا جب وہ ابنِ زیاد کے سامنے پہنچے تو انہوں نے اسے سلام نہ کیا۔ محافظ نے کہا۔

''امیر کو سلام کرو''

مسلم رضی اللہ عنہ نے جواب دیا'' اگر امیر مجھے قتل کرنا چاہتا ہے تو مجھے اسے سلام کرنے کی کوئی ضرورت نہیں، لیکن اگر اس کا ارادہ مجھے قتل کرنے کا نہیں تو میں سلام کرنے کو تیار ہوں۔''

ابنِ زیاد نے کہا'' مجھے اپنی جان کی قسم میں تمہیں قتل ضرور کروں گا''

مسلم رضی اللہ عنہ نے کہا'' واقعی''

ابنِ زیاد نے جواب دیا'' ہاں''

مسلم نے کہا'' پھر مجھے تھوڑی سی مہلت دو میں کسی شخص کو وصیت کر دوں''

ابنِ زیاد نے اجازت دے دی۔

مسلم رضی اللہ عنہ کی وصیت:

مسلم رضی اللہ عنہ نے درباریوں کی طرف نظر دوڑائی حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا لڑکا عمرو بیٹھا تھا انہوں نے کہا'' اے عمرو! میرے اور تمہارے درمیان قرابت داری ہے، میں تم سے کچھ کہنا چاہتا ہوں تم یہاں سے ہٹ کر میری ایک بات سن لو۔ عمرو نے سنی ان سنی کر دی ابنِ زیاد نے یہ دیکھ کر عمرو سے کہا'' تم اپنے چچیرے بھائی کی بات کیوں نہیں سنتے؟ جاؤ اس کی بات سنو'' چنانچہ وہ اٹھا مسلم اسے لے کر محل کے ایک گوشے میں

Marfat.com

چلے گئے جہاں سے ابنِ زیاد انہیں دیکھ سکتا تھا وہاں پہنچ کر مسلم رضی اللہ عنہ نے عمرو سے کہا:

'' کوفہ آنے کے بعد میں نے لوگوں سے سات سو درہم قرض لیے تھے یہ قرض میں ادا نہیں کر سکا تم میری تلوار اور زرہ بیچ کر یہ قرض ادا کر دینا۔ دوسرا یہ کہ جب میں قتل کر دیا جاؤں تو میری نعش ابنِ زیاد سے لیکر حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بھیج دینا تاکہ وہ اسے دیکھ کر لوٹ جائیں میں انہیں لکھ چکا ہوں کہ کوفہ کے لوگ آپ کے ساتھ ہیں اور میرا خیال ہے کہ وہ چند روز تک یہاں پہنچنے والے ہیں۔

عمرو نے واپس آ کر تمام باتیں ابنِ زیاد کو بتا دیں۔ ابنِ زیاد نے عمرو کو مسلم کی خواہشات پوری کرنے کی اجازت دے دی اور خود مسلم سے اس طرح مخاطب ہوا:

امین کبھی تیری خیانت نہ کرے گا تیرا مال تیری ہی ملکیت ہے اور تو اسے جہاں چاہے خرچ کر سکتا ہے۔ ہم اسے ہرگز نہ روکیں گے۔ رہی تیری نعش ہمیں اس بات سے کوئی دلچسپی نہیں کہ قتل کے بعد اس کا کیا بنتا ہے حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق جو کچھ تو نے کہا ہے اگر انہوں نے ہمارا مقابلہ نہ کیا تو ہم بھی ان سے چھیڑ چھاڑ نہ کریں گے۔ اس کے بعد ابنِ زیاد نے کہا:

اے ابنِ عقیل! لوگ آپس میں متحد و متفق تھے۔ تم نے آ کر لوگوں میں تفرقہ ڈالا اور بھائیوں کو بھائیوں سے لڑایا۔ آخر تم نے یہ کام کس مقصد سے کیا؟

ابن زیاد سے تلخی:

مسلم رضی اللہ عنہ نے جواب دیا '' جو کچھ تم کہتے ہو غلط کہتے ہو میں ہرگز اس مقصد سے نہیں آیا کوفہ والوں کا خیال تھا کہ تمہارے باپ نے ان کے بزرگوں اور نیک لوگوں کو قتل کیا اور ان کا خون بہایا اور اپنے عہد میں کسریٰ و قیصریٰ کی روایات تازہ کر دیں۔ ہم یہاں آئے تاکہ عدل و انصاف قائم کریں اور لوگوں کو کتاب و سنت کے احکام پر عمل کرنے کی دعوت دیں۔

ابنِ زیاد نے کہا '' کہاں تم اور کہاں کتاب و سنت کے احکام پر عمل کرنے کی

Marfat.com

دعوت اللہ مجھے تباہ کرے اگر میں تمہیں اس طرح قتل نہ کروں کہ زمانہ اسلام میں آج تک کسی اور کو اس طرح قتل نہ کیا گیا ہو''

مسلم رضی اللہ عنہ نے جواب دیا، واقعی اسلام میں بدعتیں پیدا کرنے کے تم سب سے زیادہ حقدار ہو، خباثت اور کمینگی میں تمہارا کوئی ثانی نہیں۔''

اس پر ابنِ زیاد اور مسلم رضی اللہ عنہ میں تلخ کلامی شروع ہوگئی آخر ابنِ زیاد نے بکیر بن عمران الاحمری کو حکم دیا کہ مسلم کو محل کی چھت پر لے جائے اور وہاں ان کی گردن اڑا دے چنانچہ بکیر انہیں اپنے ساتھ لے گیا، مسلم برابر تکبیر، استغفار، اور درود پڑھ رہے تھے:

اے اللہ! ہمارے اور اس قوم کے درمیان تو خود ہی فیصلہ فرما جس نے ہمیں دھوکا دیا اور ہمیں جھٹلایا۔''

محل کے سامنے لوگوں کا ایک جمِ غفیر موجود تھا۔ بکیر نے مسلم کو چھت پر لے جا کر سب لوگوں کے سامنے ان کی گردن اُڑا دی۔ آپ کی شہادت ۹ ذوالحجہ ۶۰ھ مطابق ۱۰ ستمبر ۶۸۰ کو بدھ کے دن ہوئی۔

ہانی بن عروہ کا قتل:

مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کا یہ انجام دیکھ کر محمد بن اشعث کو ہانی بن عمرو کی طرف سے فکر پیدا ہوا جسے ابنِ زیاد نے اپنے محل میں قید کر رکھا تھا اس نے ابنِ زیاد سے کہا:

آپکو معلوم ہے کہ ہانی کس رتبے کا انسان ہے اور کوفہ میں اس کا اور اس کے خاندان کا کتنا اثر ہے۔ لوگوں کو پتا ہے کہ میں ہی اسے آپ کے پاس لایا تھا اس لیے میں آپ سے التجا کرتا ہوں کہ آپ اسے کوئی ضرر نہ پہنچائیں ورنہ میری خیر نہ ہوگی۔

ابنِ زیاد نے ابنِ اشعث کو یقین دلایا کہ ہانی کو کسی قسم کی کوئی تکلیف نہ دی جائے گی۔ لیکن وہ وعدے پر قائم نہ رہا اور بعد میں حکم دے دیا کہ بازار میں لے جا کر ہانی کی گردن اڑا دی جائے۔ سپاہی انہیں لے کر جب بازار میں پہنچے تو ہانی نے مذحج قبیلے کو اپنی مدد کے لیے پکارا لیکن کوئی شخص نہ آیا۔ آخر انہوں نے اپنی قوت بازو سے کام لیا اور اپنا ہاتھ

Marfat.com

محافظ سے چھڑا لیا لیکن سپاہی فوراً ان پر ٹوٹ پڑے اور دوبارہ ان کی مشکیں کس لیں۔ اس کے بعد ابنِ زیاد کے ایک ترکی غلام رشید نے تلوار نکال کر ان کا کام تمام کر دیا۔

محمد بن داؤد دینوری کی روایت ہے کہ ابنِ زیاد نے ہانی کے قتل کا حکم اسی وقت دے دیا تھا جب عمرو بن الحجاج مذحج قبیلے کو لیکر قصر الامارۃ پر حملہ آور ہوا تھا دینوری نے لکھا ہے، جب ابنِ زیاد کو معلوم ہوا کہ مذحج قبیلہ واپس چلا گیا ہے تو اس نے حکم دیا کہ ہانی کو بازار میں لے جا کر قتل کر دیا جائے۔ چنانچہ اسی وقت اس کے حکم کی تعمیل کر دی گئی۔

یزید کے نام خط:

مسلم بن عقیل اور ہانی بن عروہ کی شہادت کے بعد ابنِ زیاد نے ہانی بن ابی حیۃ الوداعی اور زبیر بن الاروح تمیمی کو بلایا اور حکم دیا کہ وہ مقتولین کے سر یزید کے پاس لے جائیں اور اپنے کاتب عمرو بن نافع کو ہدایت کی کہ وہ امیر المومنین کے نام ایک خط کا مسودہ بنا کر پیش کرے، عمرو بن نافع نے جو مسودہ پیش کیا وہ بہت لمبا تھا ابنِ زیاد اسے دیکھ کر جھلا اٹھا اور کہنے لگا:

ان طول طویل باتوں اور فضولیات سے کیا فائدہ؟ پھر خود خط کی عبارت لکھوائی:

اللہ کا شکر ہے جس نے امیر المومنین کا حق ضائع نہ ہونے دیا اور ان کے دشمنوں کو نیست و نابود کیا۔ امیر المومنین کو معلوم ہو گیا کہ مسلم بن عقیل نے ہانی بن عروہ مرادی کے گھر میں پناہ لی تھی۔ میں نے ان دونوں پر اپنے جاسوس مقرر کر دیے تھے انتہائی ہوشیاری اور مختلف تدابیر سے کام لیکر میں نے ان دونوں کا پتہ لگایا۔ اللہ نے مجھے ان دونوں کی گرفتاری کی توفیق عطا فرمائی میں نے ان دونوں کی گردنیں اڑا دیں۔ اور ان کے سر آپ کی خدمت میں ہانی بن ابی حیۃ الوداعی اور زبیر بن الاروح تمیمی کے ہاتھ بھیج رہا ہوں۔ یہ دونوں امیر المومنین کے فرمانبردار ہیں۔ واقعات کی تفصیل آپ ان سے پوچھ سکتے ہیں کیوں کہ انہیں تمام حالت کا اچھی طرح پتہ ہے۔ والسلام:

Marfat.com

یزید کا جوابی خط:

جب یزید کے پاس ابنِ زیاد کا خط اور مسلم اور ہانی کے سر پہنچے تو وہ بہت خوش ہوا اور ابنِ زیاد کو جواب میں یہ خط لکھا:

"تمہارا مکتوب اور مسلم اور ہانی کے سر پہنچے تم نے جو کچھ کیا وہ انتہائی دانش مندی وشجاعت کا کام تھا اور حالت کے عین مطابق۔ مجھے خوشی ہے کہ جو کام میں نے تمہارے سپرد کیا تھا اس کی بجا آوری میں تم نے کسی قسم کی کوتاہی سے کام نہ لیا۔ میں نے تم سے جو امیدیں وابستہ کر رکھی تھیں تم نے انہیں پورا کر دکھایا ہے۔ میں نے تمہارے قاصدوں سے تمام حالات تفصیل سے پوچھے میں نے انہیں ویسا ہی پایا جیسا تم نے اپنے خط میں لکھا تھا۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ عراق کی طرف روانہ ہو چکے ہیں۔ تم نگرانی اور جاسوسی کا انتظام سختی سے کرو کسی کی طرف سے ذرا بھی شک ہو تو اسے قید کر دو جس شخص پر بغاوت کا جرم ثابت ہو جائے اسے قتل کر دو۔ البتہ جب تک کوئی تمہارے مقابلے میں تلوار نہ اٹھائے تم بھی اس کے مقابلے میں تلوار نہ اٹھاؤ، تمام پیش آمدہ حالات سے مجھے مطلع کرتے رہو"

اس پوری سرگزشت سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اللہ نے مسلم رضی اللہ عنہ کو جرات اور دلیری کا بے نظیر ملکہ ودیعت کیا تھا۔ وہ ابنِ زیاد کے دربار میں حاضر ہوتے ہیں لیکن ان کی کسی ایک بات سے بھی خوف اور ڈر کا اظہار نہیں ہوتا۔ وہ نہایت دلیرانہ ابنِ زیاد سے باتیں کرتے ہیں اور اسکی سخت گیری کو قطعاً خاطر میں نہیں لاتے۔ اس سے بھی بڑھ کر آپ کی جرات کا ثبوت اس بات سے ملتا ہے کہ آپ دشمنوں کے ہاتھوں گرفتار ہو چکنے کے باوجود حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ پیغام بھجوانے کا اہتمام کرتے ہیں کہ کوفہ کے لوگ قطعاً اعتبار کرنے کے قابل نہیں اور وہ اپنی بیعت فسخ کر کے ابنِ زیاد سے مل چکے ہیں اس لیے آپ یہاں آنے کا قصد نہ فرمائیں کیونکہ اگر آپ یہاں تشریف لے آئے تو وہ آپ سے بھی ویسا ہی سلوک کریں گے جو انہوں نے مجھ سے کیا ہے آپ کے ساتھ آپ کے چند جانثار ساتھیوں اور اہل وعیال کے سوا کوئی نہ ہوگا جو کسی صورت میں بھی ابنِ زیاد کی مضبوط فوج کا مقابلہ نہ کر سکیں گے۔

Marfat.com

مسلم بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیٹوں کی شہادت

یزید کی خوشی کی خاطر اور اس کی نظروں میں اپنا مقام پیدا کرنے کی غرض سے دنیا کمانے والے لالچی اندھے ہو چکے تھے۔

حضرت امام مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے سے دشمنوں کے دل کی آگ ٹھنڈی نہ ہوئی ابن زیاد لعین نے یہ اعلان کر دیا کہ جو شخص مسلم کے بچوں کو پکڑ لائے گا۔ اسے ایک گھوڑا۔ ایک جوڑا اور پانچ سو اشرفیاں بطور انعام ملیں گے۔

حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کے دونوں کمسن فرزند محمد اور ابراہیم قاضی شریح کے گھر پناہ گزین تھے۔ جب قاضی شریح کو معلوم ہوا کہ ان معصوموں کا تو سودا ہو گیا ہے تو اس نے ان دونوں بچوں کو زادراہ دے کر رخصت کیا اور اپنے بیٹے اسد سے کہا کہ وہ انہیں شہر کے باہر لے جا کر مکہ جانے والے قافلے کے ساتھ ملا دے اور انہیں یہ معلوم نہ ہونے پائے کہ یہ یتیم ہو چکے ہیں۔ اسد سحری کے وقت کے بچوں کو ساتھ لے کر غیر معروف راستہ سے ہوتے ہوئے شہر پناہ تک پہنچ گیا کیا دیکھتے ہیں کہ چند منٹ پہلے قافلہ رخصت ہو چکا تھا۔ جرس کارواں کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ اسد نے بچوں سے مخاطب ہو کر کہا۔ بھائیو دوڑو وہ قافلہ جا رہا ہے۔ بھاگ کر اس کے ساتھ مل جاؤ۔ کمسن بچے راستے سے ناواقف تھے۔ عرض کرنے لگے۔ اے محسن برادر ہم راستہ سے بالکل نابلد ہیں۔ خدارا ہمیں وہاں تک پہنچاؤ مگر اسد نے انکار کر دیا اور انہیں وہیں چھوڑ کر واپس پلٹا اس خیال سے کہ مبادا اسے کوئی گزند نہ پہنچے' دونوں بھائی سوچنے لگے اب کیا کرنا چاہیے۔ بالآخر بڑے بھائی نے چھوٹے بھائی کا ہاتھ تھاما اور قافلے کی طرف بھاگنا شروع کر دیا۔

Marfat.com

بے سروسامانی کا عالم

چھوٹا بھائی جس کی عمر صرف چھ برس کی تھی اور کبھی ایسے اندھیروں سے پالا نہ پڑا تھا۔ وہ گھبراتا اور گر پڑتا تو بڑا بھائی اسے زمین سے اٹھا کر سینے سے لگا لیتا۔ دلاسہ دیتا کبھی اس کے ننھے ننھے پاؤں میں کانٹے چبھ جاتے تو بڑا بھائی رات کے اندھیرے میں کانٹے نکالتا ہے بلائیں لیتا ہے لب و رخسار پر بوسے دیتا ہوا ساتھ لئے جا رہا ہے۔ مشیت ایزدی نے یہ کرشمہ دکھایا کہ وہ ساری رات چلتے رہے لیکن جب صبح نمودار ہوئی۔ تو سامنے ایک شہر دکھائی دیا۔ بچے خوش ہوئے کہ شاید ہم قادسیہ پہنچ گئے ہیں لیکن جونہی سنبھلے اور ہوش آیا تو معلوم ہوا کہ جہاں سے چلے تقدیر انہیں گھیر کر اسی جگہ لے آئی ہے۔ بچوں کے پاؤں تلوں سے زمین نکل گئی اسی اثناء میں دو سپاہیوں کو اپنی طرف بڑھتے دیکھا تو معصوموں کے ہاتھوں کو طوطے اڑ گئے سارا جسم مارے ڈر کے کانپنے لگا۔ سپاہیوں نے قریب آ کر بچوں کو پکڑا اور ابن زیاد کے پاس لے گئے۔ ابن زیاد نے دونوں معصوموں کو قید خانہ میں بند کر دیا۔

ننھے بچے جنہوں نے کبھی کانٹے کی تکلیف بھی برداشت نہ کی تھی آج قید خانے کی صعوبتوں سے دوچار ہو رہے ہیں۔ جب باپ کی جدائی کا خیال آتا ہے تو چیخیں مارتے ہیں۔ داروغہ جیل جس کا نام مشکور تھا۔ بڑا نیک شخص تھا جب اس نے بچوں کی یہ حالت بے قراری دیکھی تو اس سے رہا نہ گیا۔ قریب آیا۔ فرطِ محبت سے بچوں کا منہ چومنے لگا۔ بکھرے ہوئے گیسوؤں پر اپنے ہاتھوں کی کنگی پھیرنے لگا۔ اس فرشتہ خصلت انسان نے بچوں کی خوب خدمت تواضع کی ان کے لیے بستر لگائے اور انہیں آرام سے سلا دیا۔ بیچاروں کو بھلا نیند کیسے آ سکتی تھی۔ خدا خدا کر کے رات کا اندھیرا چھٹا داروغہ مشکور نے بچوں کو کچھ اشرفیاں دیں اور قید خانہ سے باہر لا کر انہیں قادسیہ کا رستہ بتایا اس نیک دل شخص نے بچوں کو اپنی انگوٹھی اور اپنے بھائی کا پتہ بھی بتایا اور کہنے لگا۔ بچو قادسیہ پہنچ کر یہ انگوٹھی میرے بھائی کو دینا۔ وہ بحفاظت تمہیں مکہ معظمہ پہنچا دے گا۔ دونوں شہزادے مشکور کو دعائیں دیتے ہوئے رخصت ہوئے۔

Marfat.com

جب سفاک حکمران ابن زیاد کو معلوم ہوا کہ مشکور نے بچوں کو قید خانہ سے نکال دیا ہے تو اس نے مشکور کو بلایا اور کہنے لگا اے مشکور تمہیں اپنی جان کا خوف نہ تھا جو تو نے مسلم کے بچوں کو رہا کیا۔ مشکور نے جواب دیا اے ظالم وسفاک ابن زیاد تجھے شرم نہیں آئی کہ تو نے اولاد رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دونونہالوں کا بھی لحاظ نہ کیا۔ قیامت کے دن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کیا منہ دکھائے گا۔

سفاک ابن زیاد نے حکم دیا کہ مشکور کو پانچ سو کوڑے لگائے جائیں جب سب کوڑے لگ چکے تو مشکور کا جسم چور چور ہو گیا۔ کہنے لگا مجھے پانی دو لیکن ابن زیاد نے پانی نہ دیا۔ تھوڑے دیر کے بعد مشکور نے جان جان آفرین کے سپرد کر دی۔

یتیم بچے نیک دل عورت کی پناہ میں:

جب دونوں معصوم قید خانے سے نکلے تو ان کے دلوں میں خوشی اور غمی دونوں قسم کے خیالات ابھر رہے تھے جب ان کو یہ خیال آتا کہ شاید ہمیں کہیں ابا جان مل جائیں۔ تو دل تسکین پاتا لیکن جونہی یہ خیال آتا کہ پھر سے ہم پکڑے نہ جائیں۔ تو سارا جسم لرز جاتا۔ بچے قادسیہ کی جانب بڑھتے ہیں اور چاروں طرف دیکھتے ہیں کہ شاید ابا جان کہیں مل جائیں پھر بڑا بھائی چھوٹے سے کہتا ہے کہ ابراہیم جلدی چلو۔ شاید ابو جان مکہ واپس چلے گئے ہوں۔ چھوٹا کہتا ہے بھائی جان میرا دل تو امی جان کو دیکھنے کے لیے سخت بے چین ہے تو بڑا کہتا ہے میرے بھائی فکر نہ کر ہم جلدی مکہ پہنچ کر اپنی تمام آرزوئیں پوری کریں گے۔

حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کے دونوں معصوم بچے آپس میں باتیں کیے جا رہے تھے کہ اچانک دو سپاہیوں کو سامنے سے اپنی طرف بڑھتے دیکھا۔ بچوں کو شک گزرا۔ ابراہیم کہنے لگے۔ بھائی جان سپاہی کہیں ہمیں پکڑنے نے آ رہے ہیں؟ محمد بولا بھائی معلوم تو ایسا ہی ہوتا ہے۔ یہ ہماری طرف اشارہ کر کے باتیں کر رہے ہیں۔

بڑے بھائی نے چھوٹے بھائی سے کہا آؤ بھائی کہیں چھپ جائیں۔ قریب ہی ایک نہر بہتی تھی۔ اس نہر کے کنارے ایک کھجور کا کھوکھلا درخت تھا۔ دونوں بچے اس میں جا

Marfat.com

چھپے۔ سپاہیوں نے بچوں کو بہت ڈھونڈا مگر مشیت ایزدی کے سبب ناکام رہے۔ اتنے میں ایک حبشہ لونڈی پانی لینے کی غرض سے آئی۔ جب وہ نہر سے پانی بھرنے لگی۔ تو اسے پانی میں دو خوبصورت بچوں کے سائے نظر آئے وہ حیران ہوئی اور سوچنے لگی کہ یہ سائے کیسے اور کس کے ہیں اسی سوچ و بچار کے عالم میں اس کی نظر درخت پر پڑی۔ تو اسے دو چودھویں کے چاند نظر آئے۔ بچوں کے قریب جا کر پوچھنے لگی۔ بچو تم کون ہو۔ اور یہاں چھپ کر کیوں بیٹھے ہو؟ بچے ڈر گئے کپکپی سے بولنے کی طاقت نہ تھی کہ یہ عورت بھی کہیں ہمیں گرفتار کرنے نہ آئی ہو۔ لونڈی پھر بولی۔ بچو بتاؤ تم کون ہو؟ بچے پھر خاموش ہیں۔ تیسری بار لونڈی نے چلا کر کہا۔ بچو میرا دل پھٹا جا رہا ہے۔ مجھے بتاؤ تو سہی تم کہیں مسلم کے یتیم تو نہیں ہو؟ یتیمی کا لفظ سننا تھا کہ بچوں پر بے ہوشی طاری ہوگئی اور غش کھا کر دھڑام سے نیچے گر پڑے۔ ہوش آنے پر پوچھنے لگے۔ اے اماں کیا واقعی ہم یتیم ہو گئے ہیں؟ لونڈی بولی ہاں کل تمہارے والد مسلم کو ظالم ابن زیاد نے شہید کر دیا ہے اور اب تمہاری تلاش کے لیے انعام واکرام مقرر ہو چکے ہیں۔ بچے رونے لگے۔

بچوں نے اس نیک دل لونڈی سے پوچھا اے اماں ہمارے والد ماجد کی قبر کس جگہ ہے اگر ہم مرنے سے پہلے ان کا منہ نہیں دیکھ سکے تو ان کی قبر پر فاتحہ ہی پڑھ لیں۔ لونڈی یہ الفاظ سن کر رو پڑی اور کہنے لگی۔ بچو ظالموں نے تمہارے باپ کی قبر بھی نہیں بنوائی۔ سر کاٹ کر دارالامارت کے باہر لٹکا دیا ہے اور لاش مبارک کی سخت بے حرمتی کی ہے اسی وقت بچوں کے دل سے سرد آہ نکلی۔ کچھ دیر کے لیے خاموش ہو گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد لونڈی کہنے لگی بچو سارا کوفہ تمہارا دشمن ہے اور تمہیں پکڑ کر ابن زیاد کے پیش کر کے انعام واکرام کا متمنی ہے آؤ میں تمہیں اپنی مالکہ کے گھر لے چلوں۔ اس کے دل میں تمہاری محبت کوٹ کوٹ کر بھری ہے۔ وہ تمہیں دیکھ کر بہت خوش ہوگی۔

لونڈی نے دونوں شہزادوں کو اپنی چادر میں چھپایا اور اپنی مالکہ کے گھر لے آئی۔ جب اس نے دونوں شہزادوں کو دیکھا تو اسے اپنی خوش بختی پر رشک ہوا اور لونڈی سے کہنے لگی کہ آج تو نے مجھے دو جہاں کی دولت دی ہے میں تجھے اس کے عوض آزاد کرتی ہوں

Marfat.com

لونڈی بولی اے میری شفیق مالکہ آج سے میں تمہاری طرف سے تو آزاد ہوں لیکن ان شہزادوں کی کنیز ہوں جب تک ان کا کوئی خاطر خواہ انتظام نہ کرلوں۔ سکون کیسے پاؤں۔ لونڈی نے تہہ خانے میں بچوں کے بستر لگا دیئے۔ کھانا پیش کیا لیکن بچوں نے کھانا کھانے سے انکار کر دیا۔ لونڈی دودھ لے کر آئی بچوں نے یہ کہہ کر دودھ پینے سے انکار کر دیا کہ اے اماں ہم دودھ کیسے پیئیں ہم نے تو ابھی اپنی یتیمی کی خبر سنی ہے۔

نیک دل عورت کا لالچی خاوند:

جب آدھی رات کا وقت ہوا تو لونڈی کا مالک حارث جو ایک کمینہ آدمی تھا۔ ہاتھ میں شمشیر برآں لئے ہوئے گھر میں داخل ہوا بیوی نے ننگی تلوار پکڑنے کا سبب پوچھا تو کہنے لگا اے میری بیگم کیا تجھے معلوم نہیں کہ مسلم کے دونوں بچوں کے انعام مقرر ہو چکے ہیں جو ان کو پکڑ کر ابن زیاد کے پاس لے جائے گا وہ ایک گھوڑا ایک جوڑا اور پانچ سو اشرفیاں انعام پائے گا۔ آج سارا دن اور نصف رات تک میں ان کی تلاش میں رہا۔ مگر وہ کہیں نہیں ملے نہ جانے کون خوش نصیب انہیں پکڑ کر ابن زیاد کے حوالے کر کے عظیم انعام حاصل کرے گا۔ میں نے تو سوچا تھا کہ اگر وہ مل جاتے تو انہیں قتل کر کے اتنا انعام پاتا کہ ہمارے وارے نیارے ہو جاتے۔

جب بیوی نے خاوند کے یہ الفاظ سنے تو اس کے پاؤں تلوں سے زمین نکل گئی کہ یہ امانت تو میرے پاس ہے کہیں ضائع نہ ہو جائے دل ہی دل میں یہ دعا کر رہی تھی کہ بارالہٰ آج میری لاج رکھنا ہزار تدبیریں کرتی رہی مگر تقدیر کے آگے ایک نہ چل سکی جب رات کے تین بجے تو دونوں بچوں نے بیک آواز رونا شروع کر دیا۔ بڑے بھائی محمد نے چھوٹے بھائی ابراہیم سے پوچھا۔ بھائی تمہارے رونے کی کیا وجہ ہے؟ چھوٹا بھائی بڑے بھائی سے کہنے لگا۔ بھائی جان پہلے آپ بتائیں۔ کہ آپ کیوں روئے ہیں؟ بڑے بھائی محمد نے کہا کہ ابراہیم مجھے ایک ہیبت ناک خواب نے رونے پر مجبور کر دیا ہے۔ لیکن تم کس وجہ سے رونے لگ گئے؟ ابراہیم کہنے لگا بھائی جان مجھے بھی ایک خوفناک خواب آیا ہے۔ بڑے

Marfat.com

بھائی نے کہا ابراہیم ذرا تم مجھے اپنا خواب تو سناؤ۔ ابراہیم کہنے لگا بھائی جان پہلے آپ سنائیں۔ محمد کہنے لگا سنو! میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ حوض کوثر پر ہمارے تمام مرحومین جمع ہیں۔ نانا جان محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ابا جان سے پوچھا کہ اے مسلم تم اکیلے چلے آئے ہو۔ بچوں کو ساتھ کیوں نہیں لائے؟ تو والد صاحب نے جواب دیا۔ نانا جان وہ بھی میرے پیچھے پیچھے آرہے ہیں ابراہیم کہنے لگا۔ بھائی جان معلوم ہوتا ہے کہ اب ہمارا آخری وقت قریب ہے کیونکہ میں نے بھی ہو بہو یہی خواب دیکھا ہے۔ یہ بات کرنے کے بعد دونوں بھائی ایک دوسرے سے لپٹ گئے اور زار زار رونے لگے۔ حارث نے جب رونے کی آواز سنی تو جاگ اٹھا اور بیوی سے کہنے لگا۔ یہ بچوں کے رونے کی آواز کہاں سے آرہی ہے اس پاک دامن بیوی نے اسے ٹالنے کی بہت کوشش کی مگر اس نے ایک نہ سنی۔ فوراً اٹھا ایک ہاتھ میں تلوار لی اور دوسرے ہاتھ میں چابی لے کر تہ خانے کی طرف بڑھا اور دروازہ کھولا تو دیکھا کہ اندھیرے میں دو چودھویں کے چاند چمک رہے ہیں۔ حارث کو شک گزرا کہ کہیں یہ مسلم کے یتیم نہ ہوں۔ یہ سوچ کر ظالم نے تلوار اٹھائی اور آگے بڑھا بچے یہ دیکھ کر سہم گئے اور انہیں یقین ہو گیا کہ ہمارے خواب کی تعبیر کا وقت آ گیا ہے۔

لالچی ظالم کا ظلم:

نیک دل لونڈی نے جب یہ صورتحال دیکھی تو برداشت نہ کر سکی وہ فوری طور پر آگے بڑھی اور اس نے اپنے آپ کو بچوں پر گرالیا۔ اس پر حارث نے جھنجھلا کر اس پر تلوار کا وار کیا اور اس لونڈی کو زخمی کر دیا۔ جب دونوں بچوں نے حارث کی یہ وحشیانہ اور سفاکانہ حرکت دیکھی تو ہاتھ جوڑ کر کہنے لگے۔ ہمیں معلوم ہے کہ تو انعام واکرام کے لالچ میں ہمیں قتل کر رہا ہے خدا کی قسم اگر ہم صحیح سلامت مکہ پہنچ گئے تو ہم تمہیں اس مقررہ انعام سے چوگنی رقم دیں گے۔ تو ہمیں کچھ نہ کہہ اس لالچی نے ایک نہ سنی اور تلوار کی انی سے بچوں کو زخمی کر دیا پھر ایک رسی سے انہیں جکڑ لیا۔

ظالم دونوں شہزادوں کو گھسیٹتا ہوا گھر سے باہر لے آیا۔ صبح نمودار ہو رہی تھی۔ لوگ

Marfat.com

اپنی اپنی دکانیں کھول رہے تھے۔ کچھ لوگ بازار سے خورد ونوش کی چیزیں لینے جا رہے تھے۔ لیکن یہ سگ دنیا قہر الٰہی حاصل کرنے پر کمر بستہ تھا اور بچوں کو ذبح کرنے کے لیے نہر کی طرف لے جا رہا تھا۔

راستہ میں موجود لوگ جو کل تک ان بچوں کے پاؤں کی خاک اپنی آنکھوں کا سرمہ بنانا سعادت سمجھتے تھے آج ان پر ظلم ہوتا دیکھ کر خاموش ہیں محمد اور ابراہیم لوگوں سے یہ التجا کرتے ہیں کہ کوئی انہیں ظالم سے چھڑا لے لیکن کوئی ایسا نہ تھا جو گلستان محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی دو کلیوں کو حمایت کا پانی دے کر مرجھانے سے بچا لے۔ بچے برابر آ و فغاں بلند کرتے مگر کوئی پرسان حال نظر نہ آتا تھا۔

ادھر ظالم لالچی شخص دونوں بچوں کو گھسیٹتا ہوا نہر پر لے آیا ادھر اس کی بیوی نے اپنے بیٹے کو جگایا اور کہا اے میرے فرزند دلبند میں تجھے اپنا دودھ اس وقت بخشوں گی جب تو ظالم باپ سے مسلم کے دونوں یتیموں کو بچا لائے گا۔ فرمانبردار بیٹا دوڑ کر باپ کے پاس گیا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر کہنے لگا۔ اے ابا ہر باپ حرام وحلال اپنی اولاد کے لیے کماتا ہے میں تیرا اکلوتا بیٹا ہوں۔ مجھے تیری اس دولت کی کوئی ضرورت نہیں۔ مہربانی کر اور گلستان رسالت کی ان دو کلیوں کو مسل کر دوزخ کا ایندھن بننے کی کوشش نہ کر۔ حارث کی آنکھوں میں اس وقت حرصِ دنیا کا خون اترا ہوا تھا اور پھر اسے قہر الٰہی کا موجب بننا تھا بیٹے سے کہنے لگا کہ میرا رستہ چھوڑ دے۔ جب بیٹے نے اصرار کیا تو سب سے پہلے ظالم نے اس پر وار کر دیا اور وہ خاک وخون میں تڑپنے لگا اس کے بعد جب لونڈی اور اس کی بیوی نے بھی یہی الفاظ استعمال کیے تو انہیں بھی ظالم نے شدید زخمی کر دیا۔ نہر کے کنارے پہنچ کر ظالم نے بچوں سے کہا تیار ہو جاؤ اور پھر اپنے ایک غلام سے کہنے لگا کہ ان دونوں کا سر قلم کر دو۔ اس کا غلام نیک شخص تھا اور پھر بچپن میں کچھ عرصہ اس نے حارث کی نیک دل بیوی کا دودھ بھی پیا تھا۔ وہ کہنے لگا اے حارث کیا تجھے ان معصوموں پر رحم نہیں آتا۔ میری اگر جان بھی چلی جائے تو میں ان پر کبھی ہاتھ نہ اٹھاؤں گا۔ حارث نے غصے میں آ کر اس شریف النسب غلام کو بھی شہید کر دیا۔ اب بچوں سے گرج کر کہنے لگا۔ بچو اب تیار ہو جاؤ۔ تمہاری موت کا وقت اب

Marfat.com

قریب آ گیا ہے۔ محمد بولا اب ہمیں یقین کامل ہے کہ تو ہمیں ضرور قتل کرے گا ہم چاہتے ہیں کہ مرنے سے پہلے نماز پڑھ لیں۔ ظالم بولا نماز پڑھنے سے تمہیں کیا فائدہ ہوگا۔ نماز تمہاری جان ہرگز نہ بچا سکے گی۔

جب دونوں نے نماز ادا کر لی تو بڑا بھائی محمد حارث سے مخاطب ہو کر کہنے لگا اے حارث میری ایک آخری خواہش ہے وہ کہنے لگا کیا ہے تمہاری خواہش؟ محمد نے کہا اے حارث چھوٹا بھائی بیٹے کی جگہ ہوتا ہے میں اپنی آنکھوں سے اپنے چھوٹے بھائی کو ذبح ہوتے نہیں دیکھ سکتا اس لیے پہلے مجھے شہید کر اور بعد میں میرے بھائی پر وار کرنا۔ اسی اثناء میں ظالم اور لالچی حارث کی بیوی زخمی حالت میں آگے بڑھی۔

حارث نے تلوار کا ایک وار کیا اور جنتی بیوی کو شہید کر دیا اس کے بعد بچوں کی طرف بڑھا۔ دونوں معصوموں نے اپنی ننھی ننھی گردنیں جوڑ کر کہا اے ظالم ہم تیار ہیں لے اب اپنے دل کی آگ کو ٹھنڈا کر لے اس سنگدل کو رحم نہ آیا اس نے دونوں ننھی ننھی گردنوں پر ایک ہی وار کیا اور دونوں سر تن سے جدا ہو گئے۔

ظالم لالچی کا انجام:

دونوں معصوم بچوں کے سر تن سے جدا کر کے ظالم بہت خوش تھا اتنا بڑا ظلم کر کے اسے ذرا سا بھی ملال نہ تھا اس نے دونوں بچوں کے سر اٹھا کر ایک طشتری میں رکھے اور انعام کے لالچ میں دارالامارت کی جانب روانہ ہوا۔ سوچتا جا رہا تھا کہ اب ابن زیاد مجھے ضرور ایک گھوڑا ایک جوڑا اور پانچ سو اشرفیاں انعام دے گا۔ شقی نے جب دونوں سر دربار میں پیش کیے۔ تو عبیداللہ ابن زیاد نے پوچھا۔ یہ سر کس کے ہیں؟ خوشی سے بولا حضور یہ سر مسلم کے یتیموں کے ہیں۔ وہ بولا انہیں قتل کس نے کیا ہے؟ بڑے ناز سے کہنے لگا۔ اس خادم نے: وہ بولا میں نے تو ان بچوں کی گرفتاری کا حکم صادر کیا تھا نہ کہ انہیں قتل کرنے کا یزید نے ان بچوں کو طلب کیا تو میں کہاں سے پیش کروں گا۔ تو نے میری اجازت کے بغیر انہیں کیوں قتل کیا ہے؟ جب حارث نے ابن زیاد کے یہ کلمات سنے تو اس کے پاؤں تلوں

Marfat.com

سے زمین نکل گئی' رنگ فق ہو گیا اور ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے۔ عبیداللہ ابن زیاد کی مہیب آواز گونجی کہ اس بدبخت کو اسی مقام پر لے جا کر قتل کر دیا جائے۔ جہاں اس نے بچوں کو قتل کیا ہے۔ جلاد نے فوراً اس کی مشکیں باندھیں اور گھسیٹتا ہوا اس مقام پر لے آیا۔ جہاں اس شقی القلب نے بچوں کو شہید کیا تھا۔ راستہ میں حارث نے بیش بہا دولت بطور رشوت دے کر جان بچانا چاہی لیکن جلاد نے ایک نہ سنی اور کہا اے ظالم اسی طرح بچے بھی تم سے منت سماجت کرتے تھے لیکن تو نے ان کی ایک نہ مانی اگر تو مجھے زمین و آسمان کے خزانے بھی پیش کر دے۔ تو میں تجھے کبھی نہ چھوڑوں گا۔ جلاد نے ظالم حارث کو طرح طرح کی اذیتیں دے کر قتل کیا اور اس کی لاش کتوں کے حوالے کر دی۔ ہاتف غیبی سے آواز آئی اے دنیا کے لالچی کتے آج تیری دنیا بھی برباد ہوئی اور عقبیٰ بھی تباہ ہو گئی۔ (خَسِرَ الدُّنیاوَ الآخِرہ) حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کے دونوں بیٹوں کی لاشیں ان کے سرہائے بریدہ کے ساتھ دفن کر دی گئیں اور ان کے مزارات جن کے قریب ہی حضرت ہانی کا مزار ہے آج بھی مرجع خلائق ہیں۔

Marfat.com

کوفہ کو روانگی

یزید نے جب سُنا کہ مدینہ کے عامل ولید بن عقبہ کی غفلت اور بے پروائی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ سے نکل کر مکہ پہنچ گئے اور وہ ان سے بیعت نہ لے سکا تو اس کے غیظ و غضب کی انتہا نہ رہی اور اس نے ولید کو اس کے عہدے سے معزول کر کے اس کی جگہ عمرو بن سعید کو مدینہ کا والی مقرر کر دیا حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ مکہ میں ۳ شعبان ۶۰ھ کو وہاں سے کوفہ روانہ ہوئے مکہ میں آپ کے دورانِ قیام میں حجاز اور بصرہ کے متعدد اشخاص نے آپ کے پاس آ کر اپنی خدمات پیش کیں اور آپ کے لیے ہر قربانی کرنے پر آمادگی ظاہر کی اس طرح آپ کے مددگاروں میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔

جب آپ کو مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کا خط ملا آپ بے خطر کوفہ تشریف لے آئیں اہلِ عراق آپ کے حامی ہیں اور بنی امیہ سے بیزار تو آپ نے عراق جانے کی تیاریاں شروع کر دیں۔ جب آپ کے دوستوں اور رشتہ داروں کو آپ کے اس ارادے کا علم ہوا تو انہوں نے آپ کو اس سے باز رکھنے کی کوشش کی عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ جو مکہ میں موجود تھے آپ کے پاس آئے اور کہا:

"آپ حجاز میں مقیم رہ کر لوگوں کو اپنی خلافت کی دعوت دیجیے اور اہلِ عراق کو کہیے کہ وہ یہاں آ کر آپ کی مدد کریں ہم لوگ بھی آپ کی ہر قسم کی مدد کریں گے۔"

روانگی کا مصمم ارادہ:

حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مشورے کو رد کرتے ہوئے کہا "میں نے

Marfat.com

اپنے والد سے سنا ہے کہ حرم کا ایک مینڈھا حرم کی حرمت زائل کرنے کا باعث ہوگا میں وہ مینڈھا نہیں بننا چاہتا۔''

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بھی یہ خبر سن کر آپ کے پاس آئے اور کہنے لگے ''لوگوں میں اس بات کا چرچا ہے کہ آپ عراق جا رہے ہیں کیا واقعی آپ کا ارادہ یہی ہے؟

حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا ''ہاں! میں انشاء اللہ ایک دو دن میں عراق روانہ ہو جاؤں گا۔''

روکنے کی کوششیں:

ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے کہا ''میں آپ کو اللہ کا واسطہ دیتا ہوں کہ آپ اس ارادے سے باز آئیں اور اپنے آپ کو جان بوجھ کر ہلاکت میں نہ ڈالیں اگر اہلِ عراق، جیسا کہ ان کا دعویٰ ہے آپ کے حامی اور مددگار ہیں تو انہیں چاہیے کہ وہ شامی حاکم کو قتل کر کے شہر پر قبضہ کر لیں اور اپنے دشمنوں کو وہاں سے نکال دیں۔ اس صورت میں آپ بڑی خوشی سے وہاں تشریف لے جائیں لیکن اگر انہوں نے آپ کو ایسی حالت میں بلایا ہے کہ ان کا امیر موجود ہے اسکی حکومت قائم ہے اور اس کے عمال خراج وصول کرتے ہیں تو یقین جانیے کہ انہوں نے آپ کو محض جنگ کے لیے بلایا ہے تا کہ آپ کو لڑائی میں جھونک دیں اور خود آپ کو دھوکا دے کر بے یارومددگار چھوڑ کر علیحدہ ہو جائیں۔ انہوں نے آپ کے والد اور بھائی سے بھی یہی سلوک کیا تھا۔

حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا ''میں استخارہ کروں گا'' دوسرے دن عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ پھر آئے اور کہا:

''ابن عم! میرا دل نہیں مانتا۔ مجھے اس راستے میں آپ کی ہلاکت کا خوف ہے۔ اہلِ عراق بڑے فریبی اور دغا باز ہیں آپ ہرگز ان کے پاس نہ جائیں آپ اہلِ حجاز کے سردار ہیں مکہ میں ہی مقیم رہیے لیکن اگر آپ کو یہاں سے جانے ہی پر اصرار ہے تو یمن چلے جائیں وہ ایک وسیع ملک ہے وہاں قلعے اور گھاٹیاں ہیں آپ کے والد کے حامی بھی وہاں

Marfat.com

موجود ہیں۔ وہاں قیام کر کے بلادِ اسلامیہ میں اپنی خلافت کا پیغام بھیجئے۔ مجھے امید ہے کہ اس طرح آپ کا مقصد بہت خوش اسلوبی اور امن عافیت سے حاصل ہو جائے گا۔''

حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ سن کر فرمایا:

''مجھے یقین ہے کہ آپ میرے ناصح مشفق ہیں لیکن اب تو میں نے عراق کی روانگی کا فیصلہ کر ہی لیا ہے۔''

جب ابنِ عباس رضی اللہ عنہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مایوس ہو گئے تو انہوں نے کہا ''اچھا اگر آپ کو جانا ہی ہے تو خود چلے جائیں، عورتوں اور بچوں کو نہ لے جائیں۔ مجھے ڈر ہے کہ مبادا آپ کو بھی حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرح بچوں اور عورتوں کے سامنے شہید کر دیا جائے۔''

ابنِ عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دوسرے بہی خواہوں نے بھی آپ کو روکنے کی کوشش کی مگر بے سود۔ آخر آپ اپنے اہل وعیال کے ہمراہ مکہ سے روانہ ہو گئے۔ جب آپ صفاح کے مقام پر پہنچے تو یہاں آپ کو مشہور محبّ اہلِ بیت شاعر فرزدق ملا آپ نے اس سے عراق کے حالات دریافت کیے اس نے جواب دیا:

''لوگوں کے دل آپ کے ساتھ ہیں لیکن تلواریں بنو امیہ کے ساتھ قضاء الٰہی آسمان سے اتری ہے اور اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔''

یہ سن کر آپ نے فرمایا ''تم نے سچ کہا اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ اگر اس کا حکم ہمارے موافق ہوا تو ہم اس کی ستائش کریں گے لیکن اگر خلاف ہوا تو بھی ہماری نیت نیک ہے اللہ ہمیں ثواب سے محروم نہ رکھے گا۔

عبداللہ بن جعفر کا خط:

آپ نے اپنا سفر جاری رکھا کچھ اور آگے گئے تھے کہ عون اور محمد آپ کے پاس پہنچے۔ وہ عبداللہ بن جعفر کا خط لائے تھے جس میں لکھا تھا:

Marfat.com

''میں آپ کو اللہ کا واسطہ دلاتا ہوں کہ جونہی میرا خط آپ کو ملے آپ لوٹ آیئے کیوں کہ جس جگہ آپ جا رہے ہیں مجھے ڈر ہے کہ وہاں آپ کی ہلاکت اور آپ کے اہلِ بیت کی بربادی ہے اگر خدانخواستہ آپ ہلاک ہو گئے تو دنیا تاریک ہو جائے گی۔ کیوں کہ اس وقت آپ ہی ہدایت یافتہ لوگوں کا علم اور مومنوں کی امیدوں کا مرکز ہیں۔ آپ سفر میں جلدی نہ کیجیے، میں بھی جلد آپ کے پاس پہنچتا ہوں۔

یہ خط لکھنے کے بعد عبداللہ بن جعفر نے عمرو بن سعید حاکم مدینہ سے کہا کہ وہ بھی اپنی جانب سے ایک خط لکھ کر حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو واپس بلائے عمرو نے کہا کہ خود خط لکھ لائیں وہ اپنی مہر اس پر لگا دے گا چنانچہ عبداللہ نے والی کی طرف سے مندرجہ ذیل خط لکھا:

''میں اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ آپ کو اس راستے سے موڑ دے جدھر آپ جا رہے ہیں میں نے سنا ہے کہ آپ عراق جا رہے ہیں میں آپ کو اللہ کا واسطہ دلا کر عرض کرتا ہوں کہ آپ باز آئیں۔ اس میں آپ کے لیے ہلاکت ہے۔ میں عبداللہ بن جعفر اور اپنے بھائی کو آپ کے پاس بھیج رہا ہوں آپ ان کے ساتھ لوٹ آئیں۔ میں آپ کو امان دیتا ہوں آپ کے ساتھ صلہ رحمی اور ہمدردی کے ساتھ پیش آؤں گا۔ آپ کی مدد کروں گا آپ میرے پاس نہایت اطمینان اور راحت سے زندگی گزاریں گے۔ اللہ اس پر شاہد ہے وہی نگہبان اور وکیل ہے۔''

عبداللہ بن جعفر یہ خط لے کر حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس پہنچے انہوں نے اسے پڑھا اور پڑھ کر فرمایا ''میں نے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی ہے آپ نے مجھے ایک کام کرنے کا حکم دیا ہے میں وہ کام ضرور انجام دوں گا خواہ اس کا نتیجہ کچھ ہی کیوں نہ ہو۔''

عبداللہ بن جعفر نے پوچھا ''وہ کام کیا ہے''

آپ نے جواب دیا ''وہ نہ میں نے کسی کو بتایا ہے نہ بتاؤں گا جب تک اپنے

Marfat.com

رب کے حضور حاضر نہ ہو جاؤں۔''

مجبور ہو کر عبداللہ بن جعفر واپس آ گئے لیکن عون و محمد کو آپ کے ساتھ رہنے کا حکم دیا۔

ادھر جب ابنِ زیاد نے سنا کہ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوفہ کی جانب بڑھتے چلے آ رہے ہیں تو اس نے پولیس کے حاکم اعلیٰ حصین بن نمیر کو آپ کے روکنے پر مامور کیا اس نے قادسیہ سے خفان فطقطانہ اور جبل لعل تک سواروں کو مقرر کر دیا کہ ایک تو وہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قافلے کی نقل و حرکت کی خبریں دم بدم اسے دیتے رہیں دوسرے اہل کوفہ اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے درمیان خط و کتابت کا سلسلہ قائم نہ رہے اس انتظام کا نتیجہ یہ ہوا کہ نہ اس علاقے سے کوئی شخص باہر جا سکا اور نہ اندر آ سکا۔

قیس کی گرفتاری:

حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب حاجز کے مقام پر پہنچے تو آپ نے قیس بن مسہر صیدادی کے ہاتھ اہل کوفہ کو ایک خط بھیجا جس میں آپ نے اپنے آنے کی اطلاع دی تھی اور انہیں تیاری کا حکم دیا تھا جب قیس قادسیہ پہنچے تو حصین کے مقرر کیے ہوئے سپاہیوں نے انہیں گرفتار کر لیا حصین نے انہیں ابنِ زیاد کے پاس کوفہ بھجوا دیا ابنِ زیاد نے خط پڑھا اور انہیں حکم دیا:

''محل کی چھت پر چڑھ جاؤ اور حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو گالیاں دو''۔

قیس چھت پر چڑھ گئے اور کہا:

''اے لوگو! یہ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن علی کا خط ہے جو رسول اللہ کی بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا کے فرزند اور مخلوق میں بہترین آدمی ہیں میں ان کا قاصد ہوں جو تمہارے پاس آیا ہوں وہ حاجز تک پہنچ چکے ہیں تم ان کی دعوت قبول کرو۔''

یہ کہہ کر انہوں نے ابنِ زیاد اور اس کے باپ پر لعنت بھیجی اور حضرت علی رضی اللہ

Marfat.com

تعالیٰ عنہ کے لیے استغفار کی۔

ابنِ زیاد یہ دیکھ کر آگ بگولا ہو گیا اور اس نے حکم دیا کہ قیس کو چھت پر سے نیچے پھینک دیا جائے چنانچہ اس کے حکم کی تعمیل کی گئی اور مسلم کے بعد اسی محل میں قیس کو بھی جامِ شہادت نوش کرنا پڑا۔

حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب بطن رملہ سے آگے بڑھ کر عربوں کے ایک چشمے پر پہنچے تو انہیں عبداللہ بن مطیع ملے جو عراق سے واپس جا رہے تھے۔ عبداللہ بن مطیع نے آپ سے پوچھا:

''اے ابنِ رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں آپ اللہ اور اپنے جدِ امجد کے حرم سے باہر کیوں نکلے ہیں؟

حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا'' کوفہ والوں نے ہمیں بلایا ہے۔''

عبداللہ نے کہا'' میں اسلام اور قریش کی حرمت کے لیے آپ کو اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ آپ اپنے اس ارادے سے باز آیئے اگر آپ نے خلافت کا دعویٰ کیا جو اس وقت بنو امیہ کے ہاتھ میں ہے تو آپ ضرور شہید کر دیے جائیں گے۔ اگر بنو امیہ نے آپ کو شہید کر دیا تو آپ کے بعد وہ کسی سے بھی ڈرنے والے نہیں۔ اس طرح قتل و غارت کا ایک لامتناہی سلسلہ شروع ہو جائے گا۔''

زہیر کی وفاداری:

حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کے مشوروں کو بھی رد کر دیا اور فرمایا'' جو کچھ اللہ نے لکھ دیا ہے اس سے زیادہ اور کیا ہو سکتا ہے؟'' چنانچہ آپ نے کوفہ کی جانب سفر جاری رکھا۔ جب آپ زرود کے مقام پر پہنچے تو آپ کو ایک خیمہ نظر آیا۔ پوچھنے پر معلوم ہوا کہ وہ زہیر بن قین بجلی کا خیمہ ہے۔ زہیر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے طرفداروں میں سے تھا اور وہ حج کے بعد کوفہ جا رہا تھا۔ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے بلا بھیجا۔ پہلے تو اس نے تردد کیا لیکن بعد میں اپنی بیوی کے اصرار پر وہ آپ سے ملنے چلا آیا۔

Marfat.com

حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ملاقات کا اس کے دل پر اتنا اثر ہوا کہ اُس نے اسی وقت اپنا خیمہ اکھڑوا کر اُسے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خیمے کے قریب نصب کرا دیا۔ اس کے بعد اپنے ساتھیوں سے مخاطب ہو کر کہا۔

''تم میں جو لوگ شہادت کے طلب گار ہوں وہ میرے ساتھ چلیں اور جو لوگ اتنی ہمت اپنے اندر نہیں رکھتے وہ آگے بڑھ جائیں'' کوئی شخص اس کا ساتھ دینے کے لیے تیار نہ ہوا اور سب لوگ کوفہ چلے گئے۔ پھر اُس نے اپنی بیوی کو بلایا اور اُسے طلاق دے کر کہا۔

''تم اپنے بھائی کے ساتھ گھر لوٹ جاؤ، میں نے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ساتھ دینے کا تہیہ کر لیا ہے، میں نہیں چاہتا کہ میری وجہ سے تمھیں کوئی تکلیف پہنچے۔''

زہیر نے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ جام شہادت نوش کیا۔

مسلم بن عقیل کی شہادت کی خبر:

ثعامیہ کے مقام پر حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کی شہادت کا حال معلوم ہوا۔ بنو اسد کے دو اعرابی کوفہ سے آ رہے تھے۔ آپ نے ان سے وہاں کا حال پوچھا۔ انھوں نے کہا ''اے ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! لوگوں کے دل آپ کے ساتھ ہیں لیکن اُن کی تلواریں ابن زیاد کے ساتھ ہیں اور وہ آپ ہی پر چلیں گی اس لیے آپ لوٹ جائیے۔'' اس کے بعد اُنھوں نے مسلم رضی اللہ عنہ کی شہادت کا واقعہ تفصیل سے سنایا۔

حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جاں گداز واقعہ سن کر انا للّٰہ وانا الیہ راجعون پڑھا۔ اس اطلاع کے بعد آپ کے متعدد ساتھیوں نے قسمیں دلا دلا کر آپ سے عرض کیا کہ آپ یہیں سے لوٹ چلیے، کوفہ میں آپ کا کوئی حامی اور مددگار نہیں بلکہ ہمیں اندیشہ ہے کہ کوفہ پہنچنے پر کوفہ والے آپ کے خلاف میدان میں نکل آئیں گے۔''

اس موقع پر مسلم رضی اللہ عنہ کے بھائی کھڑے ہو گئے اور اُنھوں نے کہا ''واللہ

Marfat.com

ہم اس وقت تک پیچھے نہ ہٹیں گے جب تک اپنے بھائی کا بدلہ نہ لے لیں گے یا خود بھی وہی پیالہ نہ پی لیں گے جو مسلم نے پیا ہے۔ ''حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا'' ان لوگوں کے بعد ہماری زندگی کس کام کی ہوگی بعض لوگوں نے کہا'' واللہ! آپ کے ساتھ مسلم بن عقیل کا سا سلوک نہ کیا جائے۔ جونہی آپ کوفہ پہنچیں گے' لوگ جوق در جوق آپ کی فوج میں آ کر شامل ہو جائیں گے۔''

قافلہ چلتا رہا:

چنانچہ یہاں سے بھی قافلہ آگے بڑھا۔ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن جن چشموں سے گزرتے تھے' لوگ جوق در جوق آپ کی فوج میں شامل ہوتے جاتے تھے جب آپ زبالہ کے مقام پر پہنچے تو آپ کو آپ کے رضاعی بھائی عبداللہ بن یقطر کی خبر شہادت ملی۔ انھیں آپ نے مسلم رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا تھا۔ حصین بن نمیر کے سواروں نے اُنھیں بھی گرفتار کر کے ابن زیاد کے پاس بھجوا دیا تھا۔ ابن زیاد نے انھیں حکم دیا کہ محل کی چھت پر چڑھ کر حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر لعنت بھیجو۔''

وہ محل کی چھت پر چڑھے اور قیس کی طرح اُنھوں نے بھی اہل کوفہ سے کہا کہ ''حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لا رہے ہیں۔ ابن زیاد کے مقابلے میں ان کی مدد کرو'' ابن زیاد نے اُنھیں بھی چھت پر سے نیچے دھکا دینے کا حکم دیا۔ چنانچہ حکم کی تعمیل کی گئی۔ وہ محل کے نیچے پڑے سسک رہے تھے کہ ایک شخص عبدالمومن بن عمیر لخمی وہاں پہنچا اور خنجر سے آپ کو ذبح کر دیا۔ اس کے ساتھیوں نے اس فعل پر اسے بُرا بھلا کہا۔ اُس نے کہا ''میں نے یہ کام عبداللہ کو آرام پہنچانے کی خاطر کیا ہے کیونکہ میں اُن کے سسکنے کو برداشت نہ کر سکتا تھا۔''

زبالہ سے عبداللہ بن یقطر کو مسلم رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجنے سے کچھ دیر بعد حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو محمد بن اشعث اور عمرو بن سعد کے قاصد ملے اور اُنھیں مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کی وصیت سے جو انھوں نے مرنے سے پہلے محمد اور

Marfat.com

عمرو کو کی تھی۔ آگاہ کیا۔ اُنھوں نے آپ کو مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کی شہادت کے متعلق جو خبر دی تھی ابن اشعث اور ابن سعد کے قاصدوں کے ذریعے سے اُس کی تصدیق ہو گئی۔

جب حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یکے بعد دیگرے اس قسم کی خبریں ملنی شروع ہوئیں تو آپ نے اپنے ساتھیوں کو جمع کر کے تقریر کی جس میں کہا "مسلم بن عقیل اور ہانی بن عروہ کے قتل کی خبریں موصول ہو چکی ہیں۔ ہمارے ساتھیوں نے ہمارا ساتھ چھوڑ دیا ہے۔ تم میں سے جو شخص لوٹنا چاہیے وہ بلا تامل لوٹ جائے۔ ہماری جانب سے اس پر کوئی الزام نہیں"

یہ تقریر سن کر لوگ چھٹنے شروع ہو گئے اور صرف وہی باقی رہ گئے جو آپ کے ساتھ مدینہ سے آئے تھے یا وہ چند مخلص خدام جو راستے میں آپ کے ساتھ ہو لیے تھے۔

حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو معلوم تھا کہ جو لوگ آپ کے ساتھ ہیں اُن میں سے اکثر کا خیال یہ ہے کہ وہ ایسے شہر میں جا رہے ہیں جہاں کے باشندے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پورے طور پر مطیع ہیں اور وہ آسانی سے شہر پر قابض ہو جائیں گے۔ اس لیے آپ نے چاہا کہ ان کے سامنے تمام حالات کی تفصیل رکھ دی جائے اور اُنھیں بتا دیا جائے کہ ان کے ساتھ کیا کیا واقعات پیش آنے والے ہیں تا کہ اس کے بعد جو لوگ آپ کے ساتھ رہیں وہ وہی ہوں جو آپ کی رفاقت کو موت پر ترجیح دیں اور موت کی قطعاً پروا نہ کریں۔

راستوں کی ناکہ بندی:

زبالہ سے آگے بڑھ کر آپ نے بطن عقبہ میں قیام فرمایا۔ اس جگہ بنو عکرمہ کا ایک شخص ملا جس نے آپ کو بتایا کہ ابن زیاد نے قادسیہ سے عذیب تک سواروں کا ایک جال بچھا دیا ہے تا کہ آپ زندہ واپس نہ جا سکیں اس لیے آپ لوٹ جائیں لیکن حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

Marfat.com

''میں اللہ کا حکم بہر حال بجالاؤں گا۔''

کوفہ کے راستوں کی ناکہ بندی کرنے سے ابن زیاد کی غرض یہ تھی کہ نہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوفہ پہنچ سکیں اور نہ کوفہ والوں کو ان کی نقل وحرکت کا پتا چل سکے بلکہ راستے ہی میں آپ کا مقابلہ کر کے آپ کو شہید کر دیا جائے۔ آگے چل کر جو واقعات پیش آئے اُن سے یہ امر بالکل ثابت ہو جاتا ہے کہ ابن زیاد جانتا تھا، حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس اتنی طاقت نہیں کہ وہ اسے شکست دے سکیں یا لوگوں کو بغاوت کے لیے آمادہ کر سکیں لیکن اس کا واحد مقصد چونکہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جان لینا تھا۔ اس لیے اُس نے اپنے مقصد کے حصول کے لیے انتہائی شرمناک طریقے استعمال کیے۔ اگر وہ چاہتا تو بڑی آسانی سے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کوفہ لے جاتا اور یزید سے آپ کے متعلق مشورہ طلب کرتا۔ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہرگز اس سے تعرض نہ کرتے لیکن وہ تو آپ کے خون کا پیاسا ہو رہا تھا۔ اس نے دوراندیشی، عقل اور سمجھ سب کو بالائے طاق رکھتے ہوئے وہ کام کیا کہ قیامت تک آنے والی نسلیں اُس پر لعنت بھیجتی رہیں گی۔

Marfat.com

اور جب دونوں لشکر آمنے سامنے ہوئے

ابن زیاد نے عراق کے طول وعرض میں ہر اس راستے پر جو سرزمین حجاز کو جاتا تھا اور کوفہ کے اردگرد اپنے لشکر پھیلا رکھے تھے تاکہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کسی نہ کسی لشکر سے ضرور سامنا ہو جائے اور اس کے جنگی چنگل سے نہ نکل سکیں جس طرح وہ عامل مدینہ اور امیر مکہ کے ہاتھوں سے نکل گئے تھے۔

حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مکہ سے عراق تک کا سفر انتہائی مشقت اور تکلیف سے طے کیا۔ زمین انتہائی ناہموار تھی۔ راستے میں جابجا اونچے نیچے گڑھے چھوٹی بڑی پہاڑیاں اور وسیع صحرا تھا موسم شدید گرمی کا تھا بطن عقبہ کے بعد آپ کا مختصر سا لشکر شراف میں اُترا شراف عراق کی سرحد پر واقع تھا۔ اب محرم ۶۱ھ شروع ہو چکا تھا عین دوپہر کے وقت آپ نے دیکھا کہ ایک لشکر چلا آرہا ہے آپ سمجھ گئے کہ یہ ابن زیاد کا کوئی لشکر ہے۔ آپ نے اپنے ساتھیوں سے کہا بہتر یہ ہے کہ ہم پہاڑ کے دامن میں خیمہ زن ہوں تاکہ ہمیں صرف ایک جانب سے دشمن کا مقابلہ کرنا پڑے، زہیر بن قین نے کہا کہ آپ کی رائے بالکل ٹھیک ہے ہمارے قریب ہی بائیں جانب جبل ذی حسم ہے ہم جلدی سے اس کے دامن میں پہنچ کر ڈیرے ڈال لیں ورنہ دشمن وہاں پہنچ گیا تو جو فائدہ ہم حاصل کرنا چاہتے ہیں وہ اُسے حاصل ہو جائے گا۔

حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے ساتھیوں کو جلد از جلد کوچ کرنے اور جبل ذی حسم پر پہنچ کر ڈیرے ڈالنے کی ہدایت فرمائی۔ چنانچہ تھوڑی دیر میں آپ کا قافلہ جبل ذی حسم پہنچ گیا۔

Marfat.com

حُر کا لشکر:

جو لشکر آپ کو دکھائی دیا تھا وہ حُر بن یزید تمیمی یربوعی کا تھا جسے ابن زیاد نے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا راستہ روکنے اور اُنھیں گھیرے میں لینے کے لیے روانہ کیا تھا۔ حُر کے لشکر نے آپ کے لشکر کے بالمقابل پڑاؤ ڈال دیا۔ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے ساتھیوں کو حکم دیا ''ان لوگوں کو پانی پلاؤ ان کے گھوڑوں کو سیراب کرو' دوپہر میں چلے آرہے ہیں۔''

آپ کے ساتھیوں نے حکم کے مطابق دشمن کے لشکر کو پانی پلایا اور اُن کے گھوڑوں کو بخوبی سیراب کر دیا۔ کچھ دیر تک حُر کے لشکر نے آرام کیا، اس کے بعد حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے موذن حجاج بن مسروق جعفی کو ظہر کی اذان دینے کا حکم دیا۔ اذان کہی گئی حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ خیمے سے باہر نکلے اور حُر کے دستے کے سامنے کھڑے ہو کر حمد و ثنا کے بعد فرمایا:

''اے لوگو! میں تمھارے پاس از خود نہیں آیا بلکہ میرے پاس تمھارے خطوط پہنچے اور تم نے اپنے قاصدوں کے ہاتھ کہلا بھیجا کہ ہمارا کوئی امام نہیں' شاید اللہ آپ کے ذریعے سے ہمیں ہدایت اور حق پر مجتمع کر دے۔ اب میں آ گیا ہوں اگر تم عہد و میثاق کر کے مجھے پورا اطمینان دلاؤ تو میں تمھارے ساتھ چلوں لیکن اگر تم لوگ ایسا نہیں کرتے بلکہ میرا آنا تمھیں ناگوار ہے تو میں جہاں سے آیا ہوں وہیں لوٹ جاؤں گا۔

یہ سن کر سب لوگ خاموش ہو گئے اور کسی نے ایک لفظ تک منہ سے نہ نکالا۔ آپ نے اقامت کا حکم دیا اور حُر سے پوچھا:

''کیا آپ لوگ ہمارے ساتھ نماز پڑھیں گے یا علٰحدہ؟''

حُر نے جواب دیا ''سب اکٹھے ہی پڑھیں گے۔''

چنانچہ حُر کے لشکر نے بھی حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پیچھے نماز ادا کی۔

نماز کے بعد حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آپ کے ساتھی اپنے خیموں کی طرف چلے

Marfat.com

آئے اور حُر کا لشکر اپنے خیموں میں پہنچ گیا۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور حُر کا مقابلہ:

عصر کا وقت آیا تو حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مؤذن نے اذان کہی حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ آگے بڑھے اور دونوں فریقوں کو نماز پڑھائی۔ نماز کے بعد حسب ذیل تقریر کی۔

اے لوگو! اگر تم اللہ سے ڈرو اور حق دار کا حق پہچانو تو یہ اللہ کی رضا اور خوشنودی کا موجب ہوگا۔ ہم اہل بیت خلافت کے اُن دعوی داروں کے مقابل ہیں جنھیں خلافت پر کسی قسم کا حق حاصل نہیں اور جو ظلم و جبر سے تم پر حکومت کرتے ہیں، خلافت کے مستحق ہیں۔ اگر تمھیں ہمارا آنا ناگوار ہے تم ہمارا حق نہیں پہچانتے اور تمھاری رائے اس رائے سے مختلف تھی جو ہمیں تمھارے خطوط اور تمھارے قاصدوں سے معلوم ہوئی تھی تو ہم واپس چلے جاتے ہیں۔"

"حُر بن یزید کھڑا ہوا اور اُس نے کہا یہ آپ خطوط اور قاصدوں کا کیا ذکر کر رہے ہیں، ہمیں ان کا کچھ علم نہیں۔"

حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کوفیوں کے خطوط کے دو تھیلے منگوا کر حُر اور اُس کے لشکر کے سامنے ڈال دیے۔

حُر نے کہا، ہم نے یہ خطوط آپ کو نہ لکھے تھے۔ ہمیں تو اس بات کا حکم دیا گیا ہے کہ آپ کو اس وقت تک نہ چھوڑیں جب تک ابن زیاد کے پاس کوفہ نہ پہنچا دیں۔

حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا "تمھاری موت اس سے زیادہ قریب ہے۔" یہ کہہ کر اپنے ساتھیوں کو حکم دیا کہ وہ تیار ہو جائیں اور حجاز کی جانب کوچ کر دیں۔ حُر نے مزاحمت کی۔ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔

"تم آخر کیا چاہتے ہو؟"

حُر نے جواب دیا "میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ کو عبید اللہ بن زیاد امیر کوفہ کے پاس

Marfat.com

لے جاؤں۔

حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا یہ تو ناممکن ہے۔''

حُر نے جواب دیا تو میں آپ کو چھوڑ بھی نہیں سکتا۔

حُر کی تجویز:

اس پر دونوں میں کچھ تند و تیز گفتگو ہونے لگی۔ آخر حُر نے کہا۔ ''مجھے آپ سے لڑنے کا حکم نہیں دیا بلکہ یہ حکم ملا ہے کہ آپ جہاں ملیں آپ کو حراست میں لے کر کوفہ پہنچادوں اس لیے بہتر یہ ہے کہ آپ کوئی ایسا راستہ اختیار کیجیے جو عراق اور حجاز دونوں کے درمیان ہو جو نہ کوفہ پہنچائے اور نہ مدینہ واپس لے جائے۔ اس دوران میں ابن زیاد کو لکھتا ہوں آپ یزید کو لکھیے۔ شاید میرے لیے عافیت کی کوئی صورت پیدا ہو جائے اور مجھے آپ کے معاملے میں آزمائش سے دوچار نہ ہونا پڑے۔''

بیضہ کے مقام پر خطبہ:

حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ تجویز قبول فرمالی اور شمال کی طرف رُخ کر کے نینویٰ کی طرف چل کھڑے ہوئے۔ حُر بھی آپ کے ساتھ ساتھ تھا۔

راستے میں بیضہ کے مقام پر آپ نے پھر ایک خطبہ دیا جس میں فرمایا:

''اے لوگو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے ظالم، محرمات الٰہی کو حلال کرنے والے، اللہ کے عہد کو توڑنے والے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی مخالفت کرنے والے اور اللہ کے بندوں پر گناہ اور زیادتی سے حکومت کرنے والے حکمران کو دیکھا اور اُس نے اپنے فعل یا قول کے ذریعے سے غیرت کا اظہار نہ کیا تو اللہ کو حق ہے کہ اُسے اُس بادشاہ کے ساتھ دوزخ میں داخل کرے۔ لوگو! خبردار ہو جاؤ۔ اُن لوگوں نے شیطان کی اطاعت اختیار کر لی ہے اور رحمان کی اطاعت ترک کر دی ہے۔ اُنھوں نے ملک میں فتنہ و فساد پھیلا دیا ہے۔ اور حدود الٰہی کو معطل کر دیا ہے۔ مال غنیمت میں یہ لوگ اپنا حصہ زیادہ لیتے ہیں۔ اللہ کی حرام کردہ چیزوں کو حلال قرار دیتے ہیں اور حلال کی ہوئی چیزوں کو

Marfat.com

حرام اس لیے مجھے غیرت آنے کا زیادہ حق ہے میرے پاس تمھارے خطوط آئے اور قاصد پہنچے کہ تم نے بیعت کر لی ہے اور تم مجھے بے یار و مددگار نہ چھوڑو گے۔ اگر تم اپنی بیعت پوری کرو گے تو راہ راست پر پہنچو گے۔ میں حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ابن فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوں۔ میری جان تمہاری جانوں کے برابر اور میرے اہل تمہارے اہل کے برابر ہیں۔ میری شخصیت تم لوگوں کے لیے نمونہ ہے اور اگر تم ایسا نہ کرو گے اور اپنا عہد اور میری بیعت توڑو گے اور یہ بھی تمہاری ذات سے بعید اور تعجب انگیز فعل نہ ہوگا۔ تم اس سے پہلے میرے باپ، میرے بھائی اور میرے ابن عم مسلم کے ساتھ ایسا ہی کر چکے ہو۔ وہ شخص فریب خوردہ ہے جو تمھارے دھوکے میں آ گیا۔ تم نے اپنے فعل سے بہت بُری مثال قائم کی۔ جو شخص عہد توڑتا ہے وہ اپنے ہاتھ سے اپنا نقصان کرتا ہے۔ عنقریب مجھے اللہ تمھاری امداد سے بے نیاز کر دے گا۔ والسلام۔"

حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تقریر سن کر حُر نے کہا "میں آپ کو آپ کے نفس کے بارے میں اللہ کی یاد دلاتا ہوں اور گواہی دیتا ہوں کہ اگر آپ نے جنگ کی تو آپ قتل کر دیے جائیں گے۔

حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا "کیا تم مجھے موت سے ڈراتے ہو؟ اور کیا تمھاری بدبختی یہاں تک پہنچ جائے گی کہ تم مجھے قتل کر دو گے؟ میں نہیں جانتا کہ تمھیں کیا جواب دوں میں صرف وہی جواب دے سکتا ہوں جو اوس کے چچیرے بھائیوں نے اُسے اُس وقت دیا تھا جب وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کو جا رہے تھے اور اوس نے اُنھیں کہا تھا تم کہاں جا رہے ہو؟ اگر تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کو نکلو گے تو قتل کر دیے جاؤ گے۔ اس پر ان میں سے ایک نے کہا تھا، میں عنقریب روانہ ہو جاؤں گا اور موت جواں مرد کے لیے عار نہیں جب اُس کی نیت ٹھیک ہو اور وہ اسلام کی راہ میں جہاد کرنے والا ہو اور جب وہ جان دے کر نیک لوگوں کا مددگار بنے اور ملعون اور مجرم سے علیحدگی اختیار کرے۔ اگر میں زندہ رہا تو نادم نہ ہوں گا اور اگر مر گیا تو میرے لیے رنج کی کوئی بات نہیں

Marfat.com

ہاں تمھارے لیے ذلت ہی ذلت ہے خواہ تم نہایت عیش وآرام کی زندگی گزارو۔"

اہل کوفہ کے حالات کی اطلاع:

جب حُر نے یہ تقریر سنی تو وہ علیحدہ ہو کر چلنے لگا جب دونوں لشکر عذیب الہجانات کے مقام پر پہنچے تو چار سوار کوفہ کی طرف سے آتے ہوئے دکھائی دیے طرماح بن عدی اُن کا رہبر تھا اور وہ شعر پڑھ رہا تھا:

"اے میری اونٹنی! تو طلوع فجر سے پہلے ہمت سے چل کھڑی ہو۔ سب سے اچھے مسافروں کو سب سے اچھے سفر پر لے چل یہاں تک کہ شریف النسب شخص تک پہنچ جائے جو عزت والا ہے' آزاد ہے' فراخ سینہ ہے' اللہ اسے سب سے اچھے کام کے لیے لایا ہے۔"

جب حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ اشعار سنے تو آپ نے فرمایا "مجھے اللہ سے یہی امید ہے کہ وہ ہماری مدد فرمائے گا' خواہ شہادت کے ذریعے سے خواہ فتح یابی کے ذریعے سے۔"

جب حُر بن یزید نے دیکھا کہ وہ سوار حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف بڑھے چلے جا رہے ہیں تو وہ آگے آیا اور کہا۔

یہ لوگ کوفہ سے آئے ہیں اور مجھے اختیار ہے کہ میں انھیں گرفتار کرلوں یا لوٹا دوں

حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

"میں ان کی حفاظت اپنی جان کی طرح کروں گا کیونکہ یہ میرے انصار ہیں اور انھیں لوگوں کی طرح ہیں جو میرے ساتھ آئے ہیں۔ یا تو تم اپنے عہد و پیمان پر قائم رہو ورنہ میں تم سے جنگ کروں گا۔"

یہ سن کر حُر پیچھے ہٹ گیا اور اُن لوگوں سے کوئی تعرض نہ کیا۔ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے فرمایا "تم کوفہ کے لوگوں کو کس حال میں چھوڑ آئے ہو؟"

Marfat.com

اس استفسار پر اُن میں سے ایک شخص مجمع بن عبید اللہ العامری نے عرض کی کہ ''کوفہ کے معززین کو آپ کے خلاف بڑی بڑی رشوتیں دی گئی ہیں اور اُن کی ہتھیلیاں بھر دی گئی ہیں۔ اس لیے وہ سب آپ کے خلاف متحد ہیں البتہ عام لوگوں کے دل آپ ہی کی طرف مائل ہیں لیکن اُن کی تلواریں کل آپ ہی کے مقابلے میں نکلیں گی۔''

آپ نے اُن سے اپنے قاصد قیس بن مسہر کا حال دریافت کیا۔ اُنھوں نے اُس کی جرات ایمانی اور شہادت کی تمام تفصیلات بیان کر دیں۔ قیس کی شہادت کا حال سن کر آپ کی آنکھیں ڈبڈبا آئیں اور آپ نے یہ آیت پڑھی:

فَمِنهُم من قضٰی نحبه و منهم من ینتظر و ما بدلوا تبدیلا (ان میں سے بعض نے اپنے عہد پورے کر دیے اور بعض انتظار کر رہے ہیں کہ کب موقع ملے اور وہ بھی اپنی جانیں اللہ کی راہ میں پیش کر سکیں اُن کے ایمان میں کوئی تبدیلی نہیں آئی) اُس کے بعد فرمایا ''اے اللہ! ہمارے لیے اور اُن کے لیے جنت کی راہیں کھول دے۔ اپنی رحمت کے سائے میں ہمیں اور اُنھیں جگہ دے اور اپنے ثواب کے ذخیرے میں سے حصہ وافر عطا فرما۔''

طرماح بن عدی نے کہا ''میں چاروں طرف نگاہ دوڑا رہا ہوں مگر مجھے آپ کے ساتھ چند آدمیوں کے سوا کوئی لشکر دکھائی نہیں دیتا۔ اگر حُر کے ساتھی، جو آپ کے پیچھے لگے ہوئے ہیں آپ پر ٹوٹ پڑیں تو آپ کے لشکر کا خاتمہ ہو جائے۔ میں نے روانگی کوفہ سے قبل لوگوں کا اتنا جم غفیر دیکھا ہے کہ آج تک کسی ایک میدان میں کبھی نہ دیکھا تھا۔ یہ سب لوگ آپ سے لڑنے کے لیے اکٹھے کیے گئے ہیں۔ میں آپ کو اللہ کا واسطہ دے کر عرض کرتا ہوں کہ اگر ممکن ہو تو ایک بالشت بھی آگے نہ بڑھیے۔ اگر آپ کسی ایسے مقام پر جانا چاہتے ہیں جہاں کے لوگ اُس وقت تک آپ کی حفاظت کرتے رہیں جب تک آپ کوئی قطعی فیصلہ کر لیں تو ہمارے ساتھ، آجائیں پہاڑ پر چلئے اور وہاں قیام فرمائیے۔ اس پہاڑ کے ذریعے سے ہم نے غسانی اور حمیری بادشاہوں، نعمان بن منذر اور تمام ابیض واحمر کو روکا ہے۔ جو شخص

Marfat.com

ہمارے یہاں آ کر مقیم ہوا اور وہ کبھی ذلیل نہ ہوا۔ آپ طے کے قبائل باجی وسلمہ کو اپنی مدد کے لیے بلائیے۔ دس دن کے اندر بیس ہزار سوار اور پیدل آپ کے گرد جمع ہو جائیں گے اور جب تک اُن میں سے ایک ایک آپ پر نثار نہ ہو جائے گا دشمن آپ تک نہ پہنچ سکے گا۔''

حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا ''اللہ تمہیں اور تمہاری قوم کو جزائے خیر دے لیکن ہم میں اور ان لوگوں میں عہد ہو چکا ہے۔ اب ہم اس عہد سے پھر نہیں سکتے۔ ہمیں یہ بھی نہیں معلوم کہ ہمارا اور اُن کا معاملہ کس حد پر پہنچ کر ختم ہو گا اور کیا صورت اختیار کرے گا۔'' آپ قصرِ بنی مقاتل پر پہنچے تو دونوں فریقوں نے پڑاؤ ڈال دیا۔ اس جگہ ایک خیمہ نصب تھا۔ آپ نے فرمایا ''یہ کس کا خیمہ ہے؟'' لوگوں نے معلوم کر کے بتایا کہ وہ خیمہ عبید اللہ بن حر جعفی کا ہے۔ آپ نے فرمایا ''اسے ہمارے پاس لاؤ۔'' جب آپ کا آدمی عبید اللہ کے پاس پہنچا اور آپ کا پیغام اسے دیا تو اُس نے کہا:

''میں کوفہ سے صرف اس لیے چلا آیا تھا کہ اپنی موجودگی میں وہاں حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا آنا پسند نہ کرتا تھا۔ اب میں خود حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس کس طرح جا سکتا ہوں؟''

یہ سن کر حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود اُس کے پاس تشریف لے گئے اور اُسے اپنے ساتھ شامل ہونے کی دعوت دی۔ اس پر اُس نے کہا:

''واللہ! میں یہ جانتا ہوں کہ جو شخص آپ کی متابعت اختیار کرے گا اُس کا شمار آخرت میں سعید لوگوں کے ساتھ ہو گا لیکن اگر میں آپ کی مدد کروں بھی تو آپ کی کامیابی کا یقین بہت کم ہے۔''

حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ''اگر تم ہماری مدد نہیں کر سکتے تو کم از کم یہ تو کر سکتے ہو کہ ہمارے خلاف لڑنے سے باز رہو۔''

اُس نے کہا ''آپ یقین رکھیں کہ ایسا ہی ہو گا۔''

Marfat.com

نینوا میں پڑاؤ:

رات کے آخری حصے میں حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے قافلے کو کوچ کا حکم دیا اور قافلہ قصر بنی مقاتل سے چل کھڑا ہوا۔ فجر طلوع ہونے پر آپ نے قافلہ ٹھہرایا اور نمازِ فجر ادا کی۔ نماز کے بعد سفر کا سلسلہ پھر جاری کر دیا۔ جب کبھی آپ کے قافلے کا رُخ صحرائے عرب کی جانب ہو جاتا، حُر بن یزید آپ کو روک دیتا اور رُخ پھیر کر کوفہ کی جانب کر دیتا۔ چلتے چلتے آپ نینوا پہنچے اور وہاں خیمہ زن ہو گئے۔

ابن زیاد کا خط:

نینویٰ کے قیام کے دوران میں ایک دن ایک مسلح سوار کوفہ کی جانب سے آتا ہوا دکھائی دیا۔ جب وہ قریب پہنچا تو اُس نے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے منہ پھیر لیا مگر حُر کو سلام کیا اور اُسے ابن زیاد کا ایک خط دیا جس میں لکھا تھا:

''جونہی میرا یہ خط اور میرا قاصد تمہارے پاس پہنچے، حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اُن کے ساتھیوں کو، جہاں وہ ہیں، وہیں روک لو اور اُنھیں ایسی جگہ اُترنے پر مجبور کرو جو بالکل چٹیل میدان ہو اور جہاں کوئی سرسبزی اور پانی کا چشمہ وغیرہ نہ ہو۔ میرا یہ قاصد اُس وقت تک تمہارے ساتھ ساتھ رہے گا جب تک مجھے یہ معلوم ہو جائے کہ جو حکم میں نے تمہیں دیا ہے تم نے اس کی حرف بحرف تعمیل کی ہے۔''

جب حُر نے یہ خط پڑھا تو اُس نے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا ''ابن زیاد نے مجھے یہ بھی حکم دیا ہے کہ میں آپ کو گھیر لوں اور کسی ایسی جگہ نہ اُترنے دوں جہاں کوئی سرسبزی اور پانی کا چشمہ ہو۔ اس نے اپنے قاصد کو بھی حکم دیا ہے کہ وہ اُس وقت تک میرے لشکر کے ساتھ ساتھ رہے جب تک میں اُس کے احکام کی تعمیل کر لوں۔ اس لیے اب میں آپ کو اس جگہ نہ رہنے دوں گا۔''

آپ نے فرمایا ''ہمیں چھوڑ دو۔ ہم اپنی مرضی سے نینویٰ یا کسی اور جگہ خیمہ زن ہوں گے۔''

Marfat.com

حُر نے جواب دیا ''میں ایسا نہیں کر سکتا کیونکہ یہ آدمی ہم پر بطور جاسوس مقرر کیا گیا ہے۔''

اس پر زہیر بن قیس نے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کی ''آئندہ جو واقعات پیش آئیں گے وہ موجودہ واقعات سے زیادہ سخت ہوں گے۔ اے ابن رسول اللہ! ان لوگوں سے لڑنا، جو اس وقت ہمارے سامنے ہیں، اُن عظیم الشان لشکروں سے لڑنے کے مقابلے میں کہیں زیادہ آسان ہے جو بعد میں آئیں گے۔ اپنی جان کی قسم! جو لشکر بعد میں آئیں گے ہم اُن کا مقابلہ نہ کر سکیں گے اس لیے آیئے ہم حُر کے لشکر سے مقابلہ کریں۔''

حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ''میں اپنی طرف سے لڑائی میں پہل نہ کروں گا۔''

اس پر زہیر نے کہا ''اچھا اگر آپ یہ نہیں کر سکتے تو کم از کم یہ کریں کہ سامنے والے گاؤں میں اُتر پڑیں۔ وہ گاؤں بھی مضبوط و مستحکم ہے اور دریائے فرات کے کنارے واقع ہے۔ اگر ان لوگوں نے مزاحمت کی تو ہم ان سے لڑیں گے۔''

حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا ''اس گاؤں کا نام کیا ہے؟''

معلوم ہوا ''عقر'' (جس کے معنی ذبح کرنے کے ہیں) آپ نے فرمایا:

''اے اللہ میں تجھ سے عقر کی پناہ مانگتا ہوں۔''

میدان کربلا میں:

چنانچہ یہاں سے بھی قافلہ چل پڑا۔ حُر بھی ساتھ ساتھ تھا۔ تھوڑی دُور آگے جا کر فرات کے قریب کربلا کے مقام پر پہنچے۔ اُس وقت حُر آگے بڑھا اور کہنے لگا ''اب میں آپ کو آگے نہ بڑھنے دوں گا، آپ یہیں ٹھہر جایئے۔'' اس پر مجبور ہو کر ۲ محرم ۶۱ ھ کو آپ کا قافلہ کربلا کے میدان میں خیمہ زن ہو گیا۔

دوسرے روز عمرو بن سعد چار ہزار سپاہ لے کر آ پہنچا ابن زیاد نے عمر بن سعد کو

Marfat.com

رے کا حاکم مقرر کر کے دیالمہ کی سرکوبی کے لیے بھیجا تھا۔ وہ حمام اعین تک پہنچ چکا تھا کہ ابن زیاد نے اُسے واپس بلا لیا اور حکم دیا کہ پہلے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لڑنے کے لیے جائے۔ عمرو بن سعد آپ سے لڑنا نہ چاہتا تھا۔ اس لیے اس نے کچھ پس و پیش کیا۔ اس پر ابن زیاد نے اس سے کہا کہ اگر تم حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لڑنے کے لیے نہ جاؤ گے تو تمہاری ولایت چھین لی جائے گی۔ آخر قدرے تامل کے بعد وہ راضی ہو گیا اور چار ہزار فوج لے کر، جسے ابن زیاد نے اسی غرض کے لیے تیار کر رکھا تھا، کربلا پہنچ گیا۔ وہاں پہنچ کر اُس نے عروہ بن قیس الانسی کو حکم دیا کہ وہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس جائے اور اُن سے پوچھے کہ وہ کس غرض سے یہاں آئے ہیں۔ عروہ اُن لوگوں میں سے تھا جنہوں نے آپ کو کوفہ بلانے کے لیے خطوط لکھے تھے۔ اب اُسے یہ سوال کرنے کی غرض سے آپ کے پاس جاتے ہوئے بڑی شرم محسوس ہوئی اور اُس نے یہ خدمت بجا لانے سے انکار کر دیا۔ اُس کے انکار کے بعد دوسرے لوگوں کے سپرد یہ کام کیا گیا لیکن اُن میں سے ہر شخص حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بلانے والوں میں شامل تھا۔ اس لیے کوئی بھی شخص آپ کے پاس جانے پر آمادہ نہ ہوا۔ آخرکار عمرو بن سعد نے قرہ بن سفیان حنظلی کو آپ کے پاس بھیجنے کے لیے تیار کر لیا اور اُس سے کہا تم اُن سے صرف یہ پوچھنا کہ یہاں آنے سے آپ کی غرض کیا ہے؟

چنانچہ قرہ بن سفیان حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آیا اور یہی سوال کیا۔

آپ نے فرمایا ”تمہارے شہر والوں نے مجھے پے در پے خطوط لکھ کر بلایا اب اگر تمہیں میرا آنا ناپسند ہے تو میں واپس مکہ چلا جاتا ہوں۔“

ابن زیاد کی ڈھٹائی:

جب عمرو بن سعد کو حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ جواب ملا تو اُس نے اطمینان کا اظہار کیا اور کہا ”امید ہے کہ اب اللہ مجھے حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ جنگ کرنے سے بچا لے گا۔“

Marfat.com

اُس نے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جواب سے ابن زیاد کو اطلاع دے دی۔ ابن زیاد نے عمرو بن سعد کا خط پڑھ کر کہا:

''اب کہ وہ ہمارے چنگل میں آ پھنسا ہے بچ کر نکل جانا چاہتا ہے لیکن اب نکل بھاگنے کا وقت نہیں۔''

یہ کہہ کر اُس نے ابن سعد کو جواب لکھا:

پانی بند کرنے کا حکم:

''تمہارا خط ملا۔ تم نے جو کچھ تحریر کیا ہے میں اُسے اچھی طرح سمجھ گیا ہوں۔ تم حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اُن کے تمام ساتھیوں سے یزید کی بیعت لو۔ اگر وہ بیعت کر لیں تو پھر دیکھیں گے کہ کیا کرنا چاہیے۔ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اُن کے تمام ساتھیوں پر پانی بھی بند کر دو، جس طرح امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عفان پر بند کیا گیا تھا۔''

چنانچہ عمرو بن سعد نے ۷ محرم کو پانچ سو سوار دریائے فرات پر بھیج دیے اور اُنھیں تاکید کر دی کہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اُن کے ساتھیوں تک پانی کا ایک قطرہ بھی نہ پہنچنے پائے۔ عبداللہ بن ابی الحصین ازدی نے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پکار کر کہا۔ ''اے حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ! تم پانی کو دیکھتے ہو؟ واللہ! تمہیں ایک قطرہ بھی نہیں مل سکتا، تم اسی طرح پیاسے مرو گے۔

جب حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آپ کے ساتھیوں پر پیاس کا غلبہ ہوا تو آپ نے اپنے سوتیلے بھائی عباس بن علی کو پانی لانے کے لیے بھیجا۔ وہ بیس پیدل اور تیس سوار لے کر دریائے فرات پر پہنچے۔ عمرو بن سعد کے دستے نے اُنھیں روکنا چاہا لیکن وہ مقابلہ کرتے ہوئے کنارے تک پہنچ گئے اور مشکیں بھر کر واپس آ گئے۔

اس کے بعد حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عمرو بن قرظہ بن کعب انصاری کے ہاتھ عمرو بن سعد کو کہلا بھیجا کہ آج رات مجھ سے تم تنہائی میں آ کر ملو۔ چنانچہ عمرو اور حضرت

Marfat.com

حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ رات کے وقت اپنے اپنے خیموں سے نکلے اور دونوں لشکروں کے درمیان ایک مقام پر دونوں کی خفیہ بات چیت ہوئی جو خاصی دیر تک جاری رہی۔ بہت رات گئے وہ دونوں اُٹھے اور اپنے اپنے لشکر میں واپس آ گئے لیکن کسی شخص کو یہ معلوم نہ ہو سکا کہ کیا گفتگو ہوئی۔

عقبہ بن سمعان کہتے ہیں کہ میں حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ مدینہ سے مکہ تک اور مکہ سے عراق تک رہا اور آپ کی شہادت کے دن تک آپ سے علیحدہ نہ ہوا۔

اس ملاقات کے بعد حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور عمرو بن سعد تین چار بار اور ملے آخر عمرو نے ابن زیاد کو یہ خط لکھا:

''اللہ کا شکر ہے کہ اُس نے فتنہ ٹھنڈا کر دیا، پھوٹ دُور کر دی اور اتفاق پیدا کر دیا۔ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھ سے ان تین باتوں میں سے کوئی ایک بات ماننے کا وعدہ کیا ہے۔''

(1) وہ جہاں سے آئے ہیں وہیں چلے جائیں گے۔ یا

(2) مسلمانوں کی کسی ایسی سرحد پر جہاں ہم چاہیں چلے جائیں گے۔ یا

(3) یزید کے پاس جا کر خود اُس سے اپنا معاملہ طے کر لیں گے۔ اُمید ہے آپ ان تجویزوں کو پسند کریں گے کیونکہ ان میں امت کے لیے بہتری ہے۔

شمر کا مشورہ:

جب ابن زیاد نے یہ خط پڑھا تو وہ متاثر ہو گیا اور اُس نے کہا ''یہ خط ایک ایسے آدمی کا ہے جو اپنے امیر کا خیر خواہ اور اپنی قوم پر مہربان ہے، میں ان تجاویز کو قبول کرتا ہوں۔''

اس پر شمر بن ذی الجوشن کھڑا ہوا اور اُس نے کہا:

''کیا آپ ان تجاویز کو قبول کر لیں گے جب حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے قبضے میں آ چکے ہیں؟ واللہ! اگر حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہاتھ سے نکل گئے اور اُنھوں نے آپ

Marfat.com

کی اطاعت قبول نہ کی تو وہ آگے چل کر ضرور قوت وشوکت حاصل کر لیں گے اور آپ کمزور و عاجز ہو جائیں گے۔ آپ اُنھیں یہ قدر و منزلت حاصل کرنے کا موقع نہ دیں اُنھیں حکم دیں کہ وہ اور ان کے ساتھی اپنے کو آپ کے حوالے کر دیں۔ اس صورت میں اگر آپ اُنھیں سزا دیں گے تو سزا دینا آپ کا حق ہوگا اور اگر معاف کر دیں گے تو اُس کا بھی آپ کو اختیار ہوگا۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور عمرو رات بھر دونوں لشکروں کے درمیان باہم سرگوشیاں کرتے رہتے ہیں۔

ابن زیاد نے کہا ''تم نے مجھے ٹھیک رائے دی ہے۔ تم یہ خط لے کر عمرو کے پاس چلے جاؤ اور حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اُن کے ساتھیوں سے کہو کہ وہ اپنے کو ہمارے حوالے کر دیں۔ اگر وہ اس پر رضامند ہو جائیں تو اُنھیں حفاظت سے میرے پاس بھیج دو اور اگر انکار کریں تو اُن سے لڑو۔ اگر عمرو میرے احکام بجالانے کے لیے تیار ہو تو تم بھی اس کی اطاعت کرو لیکن اگر انکار کر دے تو اسے ہٹا کر فوج کی قیادت خود اپنے ہاتھ میں لے لینا اور اس کی گردن مار کر اس کا سر میرے پاس بھیج دینا۔''

ابن سعد کے نام ابن زیاد نے جو خط بھیجا تھا وہ یہ تھا:

''میں نے تمھیں اس لیے نہ بھیجا تھا کہ تم حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ڈھیل دیتے جاؤ اور اُن کے متعلق سفارشیں بھیجتے چلے جاؤ۔ تم حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اُن کے ساتھیوں سے بلاشرط ہتھیار ڈالنے کے لیے کہو۔ اگر وہ مان جائیں تو ان سب کو میرے پاس حفاظت اور سلامتی سے بھیج دو اور اگر انکار کریں تو اُن پر فوراً حملہ کر دو اور اُنھیں قتل کر کے ان کا مثلہ کر دو کیونکہ وہ اسی کے مستحق ہیں۔ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قتل کے بعد اُن کی لاش گھوڑوں سے روند ڈالنا کیونکہ وہ باغی ہیں، جماعت میں تفرقہ ڈالنے والے ہیں، ظالم ہیں۔ اگر تم نے ہمارے احکام کی تعمیل کی تو ہم تمھیں بیش قیمت انعامات سے نوازیں گے اور اگر یہ کام تم سے نہ ہو سکے تو فوج کو شمر بن ذی الجوشن کے حوالے کر کے تم الگ ہو جاؤ، والسلام۔''

جب شمر نے ابن زیاد کا خط عمرو بن سعد کو لا کر دیا تو اُس نے اُسے پڑھ کر کہا ''تمہارا برا ہو اور جو چیز تم میرے پاس لائے ہو اُس کا بھی بُرا ہو۔ واللہ! معلوم ہوتا ہے کہ

Marfat.com

جو کچھ میں نے ابن زیاد کو لکھا تھا تمہیں نے اُسے اُس کے قبول کرنے سے روکا ہے۔ ہمیں صلح کی امید تھی لیکن تم نے ہمارا کام بگاڑ دیا۔ واللہ! حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کبھی ہماری اطاعت اور فرماں برداری قبول نہ کریں گے کیونکہ ان کے پہلو میں ایک خوددار دل ہے۔''

شمر نے یہ سن کر کہا ''جو کچھ تمہیں کرنا ہے وہ مجھے بتا دو، کیا تم امیر کے حکم کی اطاعت کرو گے اور دُشمن سے لڑو گے یا نہیں؟ اگر تمہارا لڑنے کا ارادہ نہیں تو فوج میرے حوالے کر دو۔''

اب عمرو بن سعد مجبور ہو گیا اور اُس نے کہا ''نہیں، میں امیر کے حکم کی تعمیل میں ان لوگوں سے جنگ کروں گا۔ تم پیدل فوج کی نگرانی کرو۔''

جنگ کی تیاریاں:

ابن سعد نے ۹ محرم کی شام کو جنگ کی تیاریاں شروع کر دیں۔ شمر کی پھوپھی ام البنین بنت حرام حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زوجہ تھیں اور اُن کے بطن سے عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، عبداللہ اور عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیدا ہوئے تھے۔ شمر نے ابن زیاد سے کہہ کر اُن کے لیے امان حاصل کر لی تھی۔ لڑائی شروع ہونے سے پہلے اس نے ان چاروں صاحبزادوں کو بلایا اور کہا کہ میں نے ابن زیاد سے تمہارے لیے امان حاصل کر لی ہے۔ اُنھوں نے جواب دیا:

''تم پر اور تمہاری امان پر اللہ کی لعنت! تم ہمیں تو امان دیتے ہو لیکن ابن رسول اللہ کے لیے امان نہیں؟ ہمیں تمہاری امان کی حاجت نہیں۔''

ابن سعد کا الٹی میٹم:

۹ محرم ہی کو ابن سعد چند لوگوں کو ساتھ لے کر حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خیموں کی طرف آیا۔ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تلوار حمائل کر رکھی تھی اور گھٹنوں پر سر رکھے سو رہے تھے۔ آپ کی بہن زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے شور سن کر آپ کو جگایا۔ آپ کے بھائی عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آ کر کہا کہ ابن سعد آیا ہے اور آپ سے ملنے کا خواہش

Marfat.com

مند ہے۔ آپ نے باہر جانے کا ارادہ کیا۔ لیکن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا" آپ یہیں ٹھہریئے، میں خود جا کر اس سے بات چیت کرتا ہوں۔" چنانچہ وہ بیس سواروں کے ساتھ، جن میں زہیر بن قین اور حبیب بن مظاہر شامل تھے، ابن سعد کے پاس آئے اور اُس کی آمد کا مقصد پوچھا۔ ابن سعد کے ساتھیوں نے جواب دیا:

"امیر اس غرض سے آئے ہیں کہ یا تو آپ بلاشرط ہتھیار ڈال دیں ورنہ مقابلے کے لیے تیار ہو جائیں۔"

عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا "اچھا، ذرا ٹھہرو۔ میں ابو عبداللہ (حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے پاس جاتا ہوں اور اُنھیں تمہاری آمد کی غرض سے آگاہ کرتا ہوں۔"

چنانچہ وہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس الٹی میٹم سے آگاہ کرنے اُن کے خیمے میں گئے۔ آپ کے ساتھی ابن سعد کے سواروں سے باتیں کرتے اور اُنھیں خدا کا خوف دلاتے رہے۔

جب عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ابن سعد کا پیغام دیا تو آپ نے فرمایا: "اُن کے پاس جاؤ اور اگر ممکن ہو تو اُنھیں کل تک کے لیے ٹال دو تاکہ ہم اس رات اپنے رب کی عبادت کر لیں، دعائیں مانگ لیں اور استغفار کر لیں۔ اللہ جانتا ہے کہ مجھے نماز پڑھنے، قرآن کریم کی تلاوت کرنے اور کثرت سے دعا و استغفار کرنے کا کس قدر شوق ہے۔"

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابن سعد کے پاس گئے اور اُس سے کہا "تم فی الحال لوٹ جاؤ۔ ہم رات کو تمہارے مطالبے پر غور کریں گے اور صبح کو قطعی جواب دے دیں گے۔ اگر مطالبہ ماننا ہو گا مان لیں گے، اگر مسترد کرنا ہو گا مسترد کریں گے۔"

ابن سعد نے شمر سے پوچھا "تمہاری کیا رائے ہے؟"

اُس نے جواب دیا "آپ امیر ہیں، جو مناسب سمجھیں کریں۔"

ابن سعد نے اپنے دوسرے ساتھیوں سے رائے کی کہ کیا کرنا چاہیے۔

Marfat.com

عمرو بن حجاج زبیدی نے کہا ''سبحان اللہ! یہ تو اہل بیت ہیں، اگر ویلمی بھی، جن کی سرکوبی کے لیے آپ کو بھیجا جا رہا تھا، آپ سے یہ درخواست کریں تو آپ کو قبول کرنا چاہیے۔''

قیس بن اشعث بن قیس نے کہا ''آپ اُنھیں مہلت دے دیجیے۔ البتہ یہ بات ضرور ہے کہ یہ لوگ ہتھیار کسی صورت میں بھی نہ ڈالیں گے اور آپ سے مقابلے کے لیے میدان میں نکل آئیں گے۔''

اپنے ساتھیوں سے رائے لینے کے بعد ابن سعد نے عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جانب رُخ کیا اور کہا ''ہم نے تمہاری درخواست پر تمھیں کل تک کے لیے مہلت دے دی ہے۔'' یہ کہہ کر واپس چلا آیا۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا خطبہ:

ابن سعد کے واپس جانے کے بعد حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے تمام ساتھیوں کو جمع کیا اور حسب ذیل خطبہ دیا:

''میں اللہ کی حمد و ستائش کرتا ہوں اور مصیبت و راحت ہر حال میں اُس کا شکر گزار ہوں۔ اے اللہ! میں تیری ستائش کرتا ہوں کہ تو نے ہمارے خاندان کو نبوت کی نعمت سے سرفراز کیا۔ ہمیں کان دیے تاکہ ہم تیری باتیں سن سکیں۔ آنکھیں دیں تاکہ تیرے انعامات ملاحظہ کر سکیں اور دل دیا تاکہ ہم غور و فکر سے کام لے سکیں۔ تو نے ہمیں قرآن کا علم دیا اور ہمیں دین کی فراست عطا کی۔ اب تو ہمیں شکر گزار بندوں میں شامل فرما۔ میں نے اپنے ساتھیوں سے زیادہ وفادار اور نیک ساتھی کہیں نہیں دیکھے اور اپنے اہل بیت سے زیادہ نیکوکار اور صلہ رحمی کرنے والے رشتہ دار کہیں نہیں پائے۔ اے اللہ! ان سب کو جزائے خیر دے۔ (اے ساتھیو) تم نے ہم سے نیکی کی اور ہماری مدد کی۔ کل کا دن میرے اور دشمنوں کے درمیان آخری فیصلے کا ہے۔ اُنھیں صرف میری ضرورت ہے اس لیے میں تمھیں بخوشی واپسی کی اجازت دیتا ہوں۔ میری طرف سے کوئی شکایت نہ ہوگی۔ رات ہو چکی ہے، میرے اہل بیت کا ہاتھ پکڑو، تاریکی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اِدھر اُدھر چلے جاؤ اور اپنی جانوں کو

Marfat.com

ہلاکت سے بچاؤ۔''

ساتھیوں کا اظہار وفاداری:

یہ سن کر آپ کے بھائیوں، بیٹوں، بھتیجوں اور تمام عزیزوں، ساتھیوں نے یک زبان ہو کر کہا ''ہم آپ کے بعد زندہ رہ کر کیا کریں گے! اللہ ہمیں اُس دن کے لیے باقی نہ رکھے!'' سب سے پہلے بنو عقیل نے کہا:

''معاذ اللہ! اگر ہم آپ کو چھوڑ کر چلے گئے تو لوگوں کو کیا جواب دیں گے؟ کیا ہم اُنھیں یہ کہیں گے کہ ہم اپنے سردار، اپنے آقا اور اپنے عم زادہ کو چھوڑ کر چلے آئے؟ ہم نے اُن کے لیے ایک تیر بھی نہ چلایا، اُن کے لیے ایک نیزہ بھی نہ مارا، ان کے لیے تلوار کا ایک وار بھی نہ کیا اور ہمیں معلوم نہیں کہ ان پر کیا بیتی؟ واللہ! ہم ہرگز ایسا نہ کریں گے۔ ہم اپنی جانیں، اموال اور اہل وعیال سب آپ پر قربان کر دیں گے۔ آپ کے ساتھ ہو کر دشمنوں سے لڑیں گے۔ جو انجام آپ کا ہوگا وہی ہمارا ہوگا۔ اللہ آپ کے بعد ہمیں زندہ نہ رکھے!''

مسلم بن عوسجہ نے کھڑے ہو کر یہ تقریر کی:

''کیا ہم آپ کو چھوڑ کر چلے جائیں اور اللہ کے سامنے آپ کے حقوق ادا نہ کرنے کا عذر کریں؟ واللہ! میں اس وقت تک آپ کا ساتھ نہ چھوڑوں گا جب تک دشمنوں کے سینوں میں نیزہ نہ توڑ ڈالوں اور جب تک تلوار میرے ہاتھ میں صحیح وسالم رہے اسے چلانہ لوں۔ اگر میرے تمام ہتھیار ٹوٹ بھی جائیں گے تو میں ان پر پتھر پھینکنا شروع کر دوں گا یہاں تک کہ موت میرا خاتمہ کر دے۔''

سعید بن عبداللہ حنفی نے کہا:

''اللہ کی قسم! ہم آپ کا ساتھ کبھی نہیں چھوڑیں گے تاکہ اللہ تعالیٰ پر ظاہر ہو جائے۔ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد آپ کی حفاظت کی ہے۔ اللہ کی قسم! اگر مجھے یہ معلوم ہو کہ میں قتل کیا جاؤں گا۔ اور اس کے بعد زندہ کیا جاؤں گا۔ پھر زندہ جلا کر اڑا دیا جاؤں گا اور ستر دفعہ میرے ساتھ ایسا ہی کیا جائے گا تو بھی میں آپ کو اپنے سے جدا

Marfat.com

نہیں کروں گا یہاں تک کہ آپ کے سامنے میری موت ہو جائے۔ بھلا میں ایسا کیوں نہ کروں جب کہ میں جانتا ہوں کہ قتل تو ایک ہی بار ہونا ہے مگر اس قتل سے جو بزرگی اور کرامت حاصل ہوتی ہے وہ کبھی ختم نہیں ہو سکتی۔

اس کے بعد جناب زہیر بن القین نے بھی اسی طرح کی باتیں کیں اور کہا'

''اللہ کی قسم! میں چاہتا ہوں کہ مجھے قتل کیا جائے اور اٹھایا جائے اس کے بعد پھر قتل کیا اور اٹھایا جائے۔ اسی طرح مجھے ہزار بار بھی قتل کیا جائے تو مجھے منظور ہوگا لیکن آپ اور آپ کے اہل بیت کے نوجوان قتل نہ ہونے پائیں۔''

مقابلے کی تیاری کا حکم:

آپ کے باقی ساتھیوں نے بھی اُٹھ اُٹھ کر اپنی جاں نثاری اور عقیدت کا اظہار کیا۔ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے ساتھیوں کے اس جذبہ عقیدت سے بے حد متاثر ہوئے اور آپ نے جنگ کی تیاری کرنے کا حکم دے دیا۔

آپ کے صاحبزادے زین العابدین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ اس رات، جس کی صبح کو میرے والد شہید ہوئے، میں بیمار تھا اور میری پھوپھی زینب میری تیمارداری کر رہی تھیں۔ خیمے میں ابوذر غفاری کے غلام جوین آپ کی تلوار صاف کر رہے تھے اور میرے والد یہ شعر پڑھ رہے تھے:

اے زمانے تجھ پر افسوس! تو کیسا بے وفا دوست ہے۔ صبح اور شام تیرے ہاتھوں کتنے لوگ مارے جاتے ہیں! زمانہ کسی کی رعایت نہیں کرتا اور کسی سے کوئی عوض قبول نہیں کرتا۔ اب سارا معاملہ اللہ کے ہاتھ میں ہے اور ہر زندہ موت کی راہ پر چلا جا رہا ہے۔

ان اشعار کو آپ نے دو تین بار دُہرایا۔ میں سمجھ گیا کہ یہ پڑھنے سے آپ کا مقصد کیا ہے۔ پھر بھی میں خاموش رہا۔ لیکن میری پھوپھی زینب یہ اشعار سن کر اپنے آپ کو قابو میں نہ رکھ سکیں۔ وہ دوڑتی ہوئی آپ کے پاس آئیں اور آپ سے لپٹ کر کہنے لگیں:

''کاش! آج موت میری زندگی کا خاتمہ کر دیتی۔ میری والدہ فاطمہ رضی اللہ

Marfat.com

تعالیٰ عنہا مجھے چھوڑ کر چل دیں۔ میرے والد علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ دنیا سے رخصت ہو گئے۔ میرے بھائی حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہ رہے۔ ان گزرے ہوؤں کے جانشین اور ہم لوگوں کے محافظ اب ایک تمہیں رہ گئے ہو۔''

حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُن کی طرف دیکھا اور فرمایا ''اے بہن! اپنے حلم اور وقار کو شیطان کے حوالے نہ کرو۔''

پھوپھی نے کہا'' کیا آپ اپنے کو مجھ سے الگ رکھنا چاہتے ہیں؟ واللہ اس بات سے میرے دل کے ٹکڑے ٹکڑے ہوئے جاتے ہیں۔'' یہ کہہ کر وہ بے ہوش ہو کر گر پڑیں۔

میرے والد نے ان کے منہ پر پانی کے چھینٹے دیے۔ جب اُنھیں ہوش آیا تو فرمایا:

''بہن! اللہ سے ڈرو اور اللہ سے تسکین حاصل کرو۔ اچھی طرح جان لو کہ تمام اہل زمین مر جائیں گے اور آسمان والوں میں سے بھی کوئی باقی نہ رہے گا۔ اللہ کے سوا ہر چیز فنا ہونے والی ہے۔ میرے والد مجھ سے بہتر تھے۔ میری والدہ مجھ سے بہتر تھیں۔ میرے بھائی مجھ سے بہتر تھے۔ میرے اور ہر مسلمان کے لیے رسولؐ اللہ کی ذات نمونہ ہے۔ تم اسی نمونے سے صبر حاصل کرو۔ آپ اسی طرح کی باتیں کرتے رہے۔ پھر فرمایا:

''اے میری بہن! میں تمہیں قسم دیتا ہوں کہ جب میں مر جاؤں تو گریبان چاک نہ کرنا، اپنا چہرہ نہ نوچنا اور آہ و بکا نہ کرنا۔'' (چاک)

''یہ کہہ کر آپ باہر آئے اور اپنے ساتھیوں کو حکم دیا کہ وہ اپنے منتشر خیموں کو یک جا کر لیں اور صبح کو دشمن کا مقابلہ اِس طرح کریں کہ اُن کے خیمے اُن کے دائیں بائیں اور پیچھے ہوں تاکہ دشمن پیچھے سے حملہ نہ کر سکے۔ یہ ہدایت دے کر آپ اپنے خیمے میں تشریف لے آئے اور ساری رات نماز پڑھنے اور دعا و استغفار کرنے میں گزاری۔ آپ کے ساتھی بھی رات بھر خدا کے حضور میں کھڑے رہے اور استغفار کرتے رہے۔ دشمنوں کے گھوڑے برابر خیموں کے گرد چکر لگاتے رہے تاکہ کوئی شخص بچ کر نہ نکل سکے۔

Marfat.com

کرب و بلا

۱۰ محرم کی صبح خون آلود اُفق کے ساتھ نمودار ہوئی۔ صبح کی نماز کے بعد حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے ساتھیوں کی صف بندی کی۔ آپ کے ساتھ صرف بتیس سوار چالیس پیادے تھے۔ میمنہ پر آپ نے زہیر بن قین کو مقرر کیا اور میسرہ پر حبیب بن مظاہر کو۔ جھنڈا اپنے بھائی عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیا۔ فوج کی ترتیب اس طرح تھی کہ خیمے پشت پر تھے۔ پشت کو اور زیادہ محفوظ بنانے کے لیے آپ نے حکم دیا کہ پچھلی طرف چند گڑھوں میں، جو خندق کے مشابہ تھے، آگ جلا دی جائے تاکہ دشمن پچھلی طرف سے حملہ آور نہ ہو سکے۔

عمرو بن سعد نے اپنے لشکر کو یوں ترتیب دیا تھا کہ میمنہ پر عمرو بن حجاج زبیدی کو، میسرہ پر شمر بن ذی الجوشن کو، سواروں پر عروہ بن قیس الاحمسی کو اور پیادوں پر شیث بن ربعی کو مقرر کیا تھا۔ جھنڈا اپنے غلام درید کو دیا تھا۔

دشمن سے خطاب:

لڑائی شروع ہونے سے پہلے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ دشمن کے لشکر سے مخاطب ہوئے اور حمد و ثنا کے بعد یہ تقریر فرمائی:

"اے لوگو! جلدی نہ کرو۔ پہلے میری بات سن لو۔ مجھ پر تمہیں سمجھانے کا جو حق ہے اُسے پورا کر لینے دو اور میرے آنے کی وجہ بھی سن لو۔ اگر تم میرا عذر قبول کر لو گے اور مجھ سے انصاف کرو گے تو تم انتہائی خوش بخت انسان ہو گے۔ لیکن اگر تم اس کے لیے تیار نہ ہوئے تو تمہاری مرضی۔ تم اور تمہارے شریک سب مل کر میرے خلاف زور لگا لو اور مجھ سے جو

Marfat.com

برتاؤ کرنا چاہتے ہو کر ڈالو۔ اللہ میرا کارساز ہے اور وہی اپنے نیک بندوں کی مدد کرتا ہے۔"

جب آپ کی بہنوں اور بیٹیوں نے یہ تقریر سنی تو شدتِ رنج کی وجہ سے اُن کی چیخیں نکل گئیں۔ جب آپ نے اُن کے رونے کی آوازیں سنیں تو اپنے بھائی عباس کو اُنھیں چپ کرانے کے لیے بھیجا اور دل ہی دل میں کہا "میری عمر کی قسم! ابھی اُنھیں بہت رونا ہے۔"

جب آپ کی بہنیں اور بیٹیاں خاموش ہوگئیں تو آپ نے پھر تقریر شروع کی:

لوگو! تم میں سے ہر ایک شخص جو مجھ سے واقف ہے اور ہر ایک وہ شخص بھی جو مجھ کو نہیں جانتا اچھی طرح جان لے کہ میں حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نواسہ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیٹا ہوں۔ سیّدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا میری ماں اور جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ میرے چچا تھے۔ اس فخرِ نسبی کے علاوہ مجھ کو یہ فخر بھی حاصل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھ کو اور میرے بھائی حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جوانانِ اہل جنت کا سردار بتایا ہے اگر تم کو میری بات کا یقین نہ ہو تو ابھی تک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بہت سے صحابی زندہ ہیں تم ان سے میری اس بات کی تصدیق کر سکتے ہو۔ میں نے کبھی وعدہ خلافی نہیں کی، میں نے کبھی نماز قضا نہیں کی اور نہ میں نے کسی مومن کو قتل کیا نہ تکلیف پہنچائی۔ اگر عیسیٰ علیہ السلام کا گدھا بھی باقی ہوتا تو تمام عیسائی قیامت تک اس گدھے کی پرورش اور نگہداشت میں مصروف رہتے۔ تم کیسے مسلمان ہو اور کیسے اُمتی ہو کہ اپنے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نواسے کو قتل کرنا چاہتے ہو نہ تم کو اللہ کا خوف ہے نہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شرم ہے۔ میں نے جب ساری عمر کسی شخص کو بھی قتل نہیں کیا تو ظاہر ہے کہ مجھ پر کسی کا قصاص بھی نہیں۔ پھر بتاؤ کہ تم نے میرے خون کو کس طرح حلال سمجھ لیا ہے میں دنیا کے جھگڑوں سے آزاد ہو کر مدینہ طیبہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قدموں میں پڑا تھا تم نے وہاں بھی مجھ کو نہ رہنے دیا پھر مکہ مکرمہ کے اندر بیت اللہ میں مصروفِ عبادت تھا تم کوفیوں نے مجھ کو وہاں بھی چین نہ لینے دیا اور میرے پاس مسلسل

Marfat.com

خطوط بھیجے کہ ہم تم کو امامت کا حقدار سمجھتے اور تمہارے ہاتھ پر بیعت خلافت کرنا چاہتے ہیں۔ جب تمہارے بلانے کے موافق میں یہاں آیا تو اب تم مجھ سے برگشتہ ہو گئے۔ تم اگر اب بھی میری مدد کرو تو میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ مجھے قتل نہ کرو اور آزاد چھوڑ دو تا کہ میں مکہ مکرمہ یا مدینہ طیبہ میں جا کر مصروف عبادت ہو جاؤں اور اللہ تعالیٰ جل جلالہ خود اس جہان میں فیصلہ کر دے گا کہ کون حق پر تھا اور کون ظالم تھا۔"

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس تقریر کو سن کر سب نے خاموشی اختیار کر لی اور کسی نے بھی کوئی جواب نہ دیا تھوڑی دیر انتظار کرنے کے بعد حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا'

"اللہ کا شکر ہے کہ میں نے تم پر حجت پوری کر دی اور تم کوئی عذر نہیں پیش کر سکتے۔"

اس کے بعد آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک ایک کا نام لے کر آواز دی کہ اے شیث بن ربعی۔ اے حجاج بن الحسن' اے قیس بن الاشعث' اے حر بن یزید تمیمی' اے فلاں بن فلاں! کیا تم نے مجھے خطوط نہیں لکھے تھے اور اصرار کر کے مجھے یہاں نہیں بلوایا تھا؟ اور اب جبکہ میں یہاں آیا ہوں تو تم مجھے قتل کرنے کے درپے ہو۔

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ بات سن کر سب لوگوں نے صاف انکار کر دیا اور کہا کہ ہم نے آپ کو کوئی خط نہیں لکھا اور نہ ہی آپ کو بلایا ہے۔ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہ خطوط نکالے اور الگ الگ پڑھ کر سنائے کہ یہ تمہارے خطوط ہیں۔ انہوں نے نہائیت ڈھٹائی سے جواب دیا کہ خواہ ہم نے یہ خطوط بھیجے ہیں یا نہیں لیکن اب ہم علی الاعلان آپ سے اپنی بیزاری کا اظہار کرتے ہیں۔

یہ سن کر حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اونٹ سے اترے اور گھوڑے پر سوار ہو کر لڑائی کے لیے تیار ہوئے یزیدی لشکر سے ایک پرجوش شخص مقابلے کی غرض سے میدان میں آپ کی طرف بڑھا لیکن اس کا گھوڑا اس بری طرح بدکا کہ وہ گھوڑے سے گر کر اُسی

Marfat.com

وقت مر گیا۔

لشکر یزید سے پھر خطاب:

تاریخ کے اوراق میں یہ بھی تحریر ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اتمام حجت کی غرض سے میدان میں آئے اور لشکر یزید سے مخاطب ہوئے فرمایا'

اے بدترین قوم تو نے دنیا میں افضل رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اس وصیت سے انحراف کیا جو ہمارے متعلق تھی۔ تم اس جرم بغاوت میں عذابِ عظیم میں مبتلا ہوئے۔ کیا ہمارے نانائے پاک برگزیدہ پیغمبر نہیں۔ کیا سیدہ فاطمۃ الزہرا ہماری والدہ ماجدہ نہیں؟ اور کیا محبوبِ خدا کے بھائی حضرت علی ہمارے والد محترم نہیں؟

اس وقت سے ڈرو جب بروز قیامت میری ماں فاطمۃ الزہرا باپ علی المرتضیٰ اور نانا محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہارا دامن پکڑیں گے۔ اس وقت تم کیا جواب دو گے۔

اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ اے لشکر یزید مجھے معلوم ہے کہ تم حرصِ دنیا میں گرفتار ہو کر احکام خداوندی سے انحراف کر رہے ہو۔ میں تمہیں پھر متنبہ کرتا ہوں کہ اب بھی اپنی غلط کاریوں سے باز آ جاؤ گناہوں سے توبہ کرلو۔ ورنہ خدائے قہار و جبار ناراض ہو کر تم پر عذاب الیم نازل کرے گا۔ میں تم لوگوں سے پھر کہتا ہوں کہ میرے خون ناحق سے ہاتھ رنگ کر اللہ قہار و جبار کی ابدی لعنت مول نہ لو اور قوم ظالمین میں شمار نہ ہو' مجھے خلافت و امارت کا قطعی طور پر کوئی شوق نہیں میں اب بھی تمہارے سامنے دو صورتیں رکھتا ہوں اول یہ کہ مجھے مکہ مکرمہ واپس جانے دو اور دوسرے یہ کہ اگر تمہیں میرے وہاں واپس جانے پر کچھ اعتراض ہو تو مجھے کسی دوسرے ملک میں چلے جانے دو۔

یہ ساری باتیں میں نے تمہارے سامنے اتمام حجت کی غرض سے پیش کر دی ہیں تاکہ روز محشر اللہ تعالیٰ کے سامنے سرخرو ہو سکوں۔

ابن سعد کی ضد:

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس تقریر کو سن کر یزیدی لشکر پر خاموشی

Marfat.com

طاری ہوگئی کچھ دیر کے بعد ابن سعد نے بلند آواز سے کہا' اے حسین! ہم تمہارے حسب و نسب' شان وشوکت سے خوب اچھی طرح آگاہ ہیں لیکن ہمارا تم سے صرف یہ مطالبہ ہے کہ تم خلیفہ وقت یزید کی بیعت کرلو ورنہ لڑائی کے لیے تیار ہو جاؤ۔ یہ سن کر حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آسمان کی طرف دیکھا اور کہا' اے اللہ! تو جانتا ہے کہ میں نے ان لوگوں کو سمجھانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی لہٰذا اب میں ان کا معاملہ تیرے حوالے کرتا ہوں۔

حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعض ساتھیوں نے بھی اسی قسم کی تقریریں کیں لیکن شمر بن ذی الجوشن اور اسی قماش کے اور لوگوں نے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لڑنے کا فیصلہ کر ہی لیا۔ انھوں نے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ پیش کش بھی رد کردی کہ وہ اُنھیں یزید کے پاس لے چلیں، وہ خود اس سے اپنا معاملہ طے کرلیں گے مگر ان لوگوں نے سمجھا کہ رسول اللہ کے نواسے کو زیر کرنے کا یہ موقع دوبارہ ہاتھ نہ آئے گا۔ اس لیے، خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو، اسے ہاتھ سے نہ کھونا چاہیے۔

حُر بن یزید:

مخالفین کے لشکر میں اس وقت صرف ایک شخص تھا جس کے دل پر حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی باتوں سے چوٹ لگی۔ وہ تھا حُر بن یزید۔ یہی شخص تھا جس نے سب سے پہلے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آپ کی جماعت کو مکہ واپس جانے سے روکا تھا اور کربلا کے میدان میں محصور کر دیا تھا۔ وہ سالار لشکر عمرو بن سعد کے پاس آیا اور اس سے کہا:

''اللہ تمہیں ہدایت دے، کیا تم اس انسان سے لڑو گے؟''

ابن سعد نے جواب دیا ''ہاں، واللہ! ضرور لڑوں گا اور ایسی لڑائی جس میں کم از کم سر ضرور کٹیں گے اور ہاتھ شانوں سے الگ ہو جائیں گے۔''

حُر نے کہا'' کیا ان شرطوں میں سے، جو اُنھوں نے تمہارے سامنے پیش کی ہیں، ایک بھی اس قابل نہیں کہ اُسے قبول کیا جائے؟''

عمرو بن سعد نے جواب دیا'' واللہ! اگر میرے اختیار میں ہوتا تو میں اُنھیں ضرور

Marfat.com

منظور کر لیتا مگر کیا کروں تمہارے امیر نے اُنھیں منظور کرنے سے انکار کر دیا ہے؟''

یہ جواب سن کر حُر نے آہستہ آہستہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف بڑھنا شروع کیا۔ اس کے قبیلے کے ایک شخص مہاجر بن اوس نے کہا'' کیا تم حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر حملہ کرنا چاہتے ہو؟ حُر خاموش رہا۔ مہاجر کو شک گزرا اور اُس نے حُر سے کہا:

'' واللہ! تمہاری خاموشی انتہائی مشتبہ ہے۔ میں نے کبھی کسی جنگ میں تمہاری یہ حالت نہیں دیکھی۔ جیسی آج دیکھ رہا ہوں۔ اگر مجھ سے پوچھا جائے کہ کوفہ میں سب سے شجاع شخص کون ہے تو میں بلا تامل تمہارا نام لے دوں گا لیکن تم آج یہ کیا کر رہے ہو؟''

حُر کی توبہ:

حُر نے جواب دیا'' یہ جنت یا دوزخ کے انتخاب کا موقع ہے۔ میں نے جنت کا انتخاب کر لیا ہے۔ خواہ مجھے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جائے۔ یہ کہہ کر اُس نے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لشکر میں پہنچ گیا۔ وہاں پہنچ کر آپ سے عرض کی:

'' اے ابن رسولؐ اللہ! اللہ مجھے آپ پر قربان کرے! میں وہی بدنصیب شخص ہوں جس نے آپ کو واپس جانے سے روک کر اس جگہ محصور کر دیا۔ واللہ! مجھے یہ خیال ہرگز نہ تھا کہ یہ قوم آپ کی پیش کردہ شرطوں کو رد کر کے آپ سے یہ سلوک کرے گی۔ اگر مجھے علم ہوتا کہ یہ لوگ اس حد تک بڑھ جائیں گے تو میں کبھی اس عظیم گناہ کا مرتکب نہ ہوتا۔ اب میں اللہ کے حضور تائب ہونے کے لیے آپ کے پاس آیا ہوں اور میں نے تہیہ کر لیا ہے کہ اس وقت تک آپ کی حفاظت کے لیے دشمنوں سے لڑوں گا جب تک میرا ایک ایک عضو اس راہ میں نہ کٹ جائے اور میں اپنے رب کے حضور حاضر نہ ہو جاؤں۔ کیا اس طرح میری توبہ قبول ہو جائے گی؟''

حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا'' یقیناً اللہ تمہاری توبہ قبول فرمائے گا اور تمہیں اپنے فضل سے بخشش عطا فرمائے گا۔''

حُر آگے بڑھا اور اپنے ساتھیوں سے، جو اُس کے سامنے کھڑے تھے، کہنے لگا:

Marfat.com

”اے میری قوم! تم حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شرطوں کو، جو اُنھوں نے تمہارے سامنے رکھی ہیں، قبول کیوں نہیں کر لیتے تا کہ اللہ تمہیں ان کے ساتھ لڑائی سے محفوظ رکھے؟ اے اہل کوفہ! تمہیں وہ لوگ ہو جنھوں نے خطوط بھیج کر انھیں بلایا اور حتمی وعدے کیے کہ ہم آپ کے لیے اپنی جانیں قربان کر دیں گے۔ لیکن اب کہ وہ تمہارے پاس آ گئے، تم اُن سے لڑنے کے لیے نکل آئے ہو، تم نے اُن کا محاصرہ کر لیا ہے اور اللہ کی وسیع زمین میں انھیں کسی جانب جانے بھی نہیں دیتے۔ اب وہ ایک قیدی کے مانند ہو گئے ہیں جو نہ اپنی مدد کر سکتا ہے اور نہ کسی تکلیف اور مصیبت کو اپنے سے دُور رکھ سکتا ہے۔ تم نے اُن پر اور اُن کے ساتھیوں پر فرات کا پانی بند کر دیا ہے جسے یہود و نصاریٰ اور مجوسی تو پی سکتے ہیں جانوروں کو بھی اس میں سے پینے میں کوئی روک نہیں لیکن حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک قطرہ پانی کا نہیں مل سکتا۔ وہ اور اُن کے ساتھی پیاس سے تڑپ رہے ہیں۔ لیکن تم کھڑے ہنس رہے ہو۔ تم نے رسولؐ اللہ کے بعد اُن کی اولاد کی خوب قدر دانی کی۔ اگر تم توبہ نہ کرو گے اور زیادتی سے باز نہ آؤ گے تو اللہ قیامت کے دن پیاسا رکھ کر تڑپائے گا۔“

اس تقریر کا جواب حُر کو تیر کی صورت میں ملا۔ ابن سعد لشکر کے علم بردار درید کے ساتھ آگے بڑھا اور ترکش سے تیر نکال کر حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فوج پر چلاتے ہوئے پکار کر کہا:

”لوگو! گواہ رہو کہ سب سے پہلا تیر میں نے چلایا ہے۔“

عبداللہ بن عمیر کلبی رضی اللہ عنہ کی جرأت و بہادری:

بنی علیم میں سے عبداللہ بن عمیر نامی ایک شخص تھے جو ہمدان سے کوفہ میں آئے اور برالجعد کے پاس ٹھہرے۔ ان کی بیوی ام وہب بھی جو نمر بن قاسطہ کی بیٹی تھی۔ اس کے ساتھ تھی۔ عبداللہ بن عمیر نے کچھ اشخاص کو کھجور کے ایک درخت کے پاس دیکھا تو ان سے پوچھا کہ کہاں جا رہے ہو؟ انہوں نے بتایا کہ وہ حضرت حسین بن فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جا رہے ہیں۔

Marfat.com

عبداللہ نے کہا:

''اللہ کی قسم! مجھے اہل شرک سے جہاد کرنے کی بہت خواہش تھی۔لیکن میں سمجھتا ہوں کہ اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نواسہ سے جنگ کرنے والے لوگوں سے جہاد کرنا مشرکین سے جہاد کرنے کی بہ نسبت اللہ کے نزدیک زیادہ ثواب کا باعث ہوگا۔''

پھر عبداللہ بن عمیر نے اپنی بیوی کے پاس آ کر ذکر کیا اور اپنا ارادہ بتایا۔ان کی بیوی نے کہا۔تو حق پر آ گیا ہے اللہ تجھے ہدایت دے۔اپنے معاملات کو سنوار اور اپنی عاقبت کو سنوار اور وہی کام کر جس کا تو نے ارادہ کیا ہے۔میں بھی تیرے ساتھ جاؤں گی۔ چنانچہ وہ اپنی بیوی کو لے کر رات کے وقت روانہ ہوئے اور دونوں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچ کر دوسرے لوگوں کے ساتھ کھڑے ہو گئے۔جب عمرو بن سعد نے ان کے قریب آ کر تیر چلایا تو ان لوگوں نے بھی تیر پھینکے۔اس کے ساتھ ہی زیاد بن ابی سفیان کا خادم یسار اور عبید اللہ بن زیاد کا خادم سالم آگے نکلے اور دونوں نے پکار کر کہا: کون مبارزت کرے گا؟ تم میں سے کوئی ہمارے مقابلہ پر آئے! یہ آواز سن کر حبیب بن مظاہر اور بریر بن خضیر آگے جانے کے لیے تیار ہوئے تو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم دونوں بیٹھ جاؤ! پھر عبداللہ بن عمیر کلبی کھڑے ہوئے اور کہا:

''اے ابو عبداللہ! اللہ آپ پر رحم کرے۔مجھے اجازت دیجئے تاکہ میں ان دونوں سے جنگ کروں۔''

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے یہ دیکھ کر کہ وہ دراز قد' قوی بازو اور چوڑی چھاتی والا طاقتور آدمی ہے انہیں اجازت دے دی۔جب وہ آگے نکلے تو ان دونوں (یسار اور سالم) نے کہا کہ تو کون ہے؟ انہوں نے اپنا نام بتایا تو انہوں نے کہا۔ہم تجھے نہیں جانتے ہمارے مقابلہ کے لیے زہیر بن قیس یا حبیب بن مظاہر یا بریر بن خضیر نکلیں۔اس وقت یسار سالم کے آگے آگے تھا۔عبداللہ کلبی نے اسے کہا: اے زانیہ کے بیٹے! میں تجھ سے ہی مقابلہ کرنا چاہتا ہوں اور لوگوں میں سے جو بھی تیرے مقابلہ کے لیے [illegible] گا وہ تجھ

Marfat.com

سے بہتر ہوگا۔ ان الفاظ کے ساتھ ہی عبداللہ نے جوش میں آ کر یسار کو تلوار ماری جس سے وہ ٹھنڈا ہو گیا۔ عبداللہ اسی میں مشغول تھے۔ اور اسے تلواریں مار رہے تھے کہ یکا یک سالم نے ان پر حملہ کر دیا اور ساتھ ہی چلایا کہ تجھے ایک غلام نے قابو کر لیا مگر عبداللہ نے اس کی طرف کوئی توجہ نہ کی تو اس نے جلدی سے دوسرا وار کر دیا۔ عبداللہ کلبی نے بائیں ہاتھ سے اس کا وار روکا تو ان کے ہاتھ کی انگلیاں کٹ گئیں۔ پھر عبداللہ اس کی طرف لپکے اور تلوار کی ایک ہی ضرب سے اسے قتل کر دیا۔ عبداللہ کلبی ان دونوں کو اکٹھے قتل کر کے یہ رجز پڑھتے ہوئے آئے۔

ان تنکرونی فانا بن کلب حسبی بیتی فی علیم حسبی

اگر تم مجھے نہیں جانتے تو میں ابن کلب ہوں بنو علیم میرا گھر ہونا کافی ہے

ان امروذو مرۃ و عصب ولست بالخوار عندالنکب

میں تلخی اور سختی رکھنے والا مرد ہوں اور مصیبتوں کے وقت میں بزدل اور کمزور نہیں ہوں

انی زعیم لك ام وھب بالطعن فیھم مقدما والضرب

اے ام وہب میں تیرے لئے ان میں پیش قدمی کرتے ہوئے مار اور تیر کھانے کا گمان کرتا ہوں

ضرب غلام مومن بالرب

اُم وہب کی دلیری:

پھر ان کی بیوی ام وہب نے ایک لوہے کا ڈنڈا لیا اور اپنے خاوند کی طرف آ کر کہا:

> ”تجھ پر میرے ماں باپ قربان ہوں محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذریت کے دشمنوں کی خوب خبر لے۔“

عبداللہ کلبی اپنی بیوی کو عورتوں کی طرف واپس بھیجنے کے لئے آئے تو ام وہب نے ان کا کپڑا پکڑ کر کھینچا اور کہا کہ میں نے تجھے صرف اس لئے بلایا ہے کہ میں تیرے ساتھ

Marfat.com

مرنا چاہتی ہوں۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے ام وہب کو آواز دے کر فرمایا:

''اللہ تعالیٰ تمہیں اہل بیت کی طرف سے جزائے خیر دے۔ تجھ پر اللہ تعالیٰ رحم کرے عورتوں میں آ کر بیٹھ کیونکہ عورتوں پر جنگ روا نہیں ہے۔''

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے سمجھانے پر وہ عورتوں میں آ کر بیٹھ گئی۔

ابن جوزہ کی بدبختی:

اس کے بعد عمرو بن الحجاج، ابن سعد کے میمنہ کو لے کر حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے میمنہ کی طرف بڑھا۔ جب وہ قریب پہنچا تو حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھی زمین پر گھٹنے ٹیک کر کھڑے ہو گئے اور نیزے سیدھے کر دیے۔ گھوڑے ان نیزوں کی تاب نہ لا کر پیچھے ہٹے۔ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فوج نے تیر چلانے شروع کر دیے اور بہت سے آدمی موت کے گھاٹ اتار دیے۔

اس کے بعد ابن سعد کی فوج میں سے ایک شخص عبداللہ بن حوزہ نکلا اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لشکر کے سامنے آ کر کہنے لگا ''کیا تم میں حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے؟'' کسی نے کوئی جواب نہ دیا۔ دوبارہ اُس نے یہی فقرہ کہا۔ پھر بھی کسی نے جواب نہ دیا۔ سہ بارہ کہنے پر لوگوں نے کہا ''ہاں، تمہارا مقصد کیا ہے؟ ابن حوزہ نے کہا:

''اے حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نارِ جہنم کی بشارت دیتا ہوں۔''

حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ''تو جھوٹ بولتا ہے۔ میں رحیم و کریم اور شفیع و مطاع رب کے حضور جاؤں گا۔ تو ہے کون؟''

اُس نے جواب دیا ''ابن حوزہ۔''

حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہاتھ اوپر اُٹھانے اور فرمایا ''اے اللہ! اسے دوزخ میں داخل کر۔''

Marfat.com

ابن حوزہ یہ سن کر غصے سے بے قابو ہو گیا۔ اسی دوران میں اس کا گھوڑا بدک گیا۔ اس کا پاؤں رکاب میں اٹک گیا اور وہ گھوڑے کی پیٹھ پر سے گر پڑا۔ گھوڑا سرپٹ بھاگا جا رہا تھا اور ابن حوزہ کا سر پتھروں اور درختوں سے ٹکرا رہا تھا، اسی حالت میں اُس کا کام تمام ہو گیا۔

مسروق بن وائل حضرمی نے جو ابن سعد کی فوج میں تھا، اس خواہش کا اظہار کیا تھا کہ کاش اُسے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سر کاٹنے کا موقع ملے اور وہ اُسے لے کر ابن زیاد کے پاس جائے۔ جب اُس نے ابن حوزہ کا عبرت ناک انجام دیکھا تو اُسے اتنا خوف محسوس ہوا کہ وہ یہ کہتا ہوا کوفہ لوٹ گیا ''میں حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ کبھی نہ لڑوں گا۔''

ابھی تک باقاعدہ جنگ شروع نہ ہوئی تھی۔ طرفین سے ایک ایک دو دو آدمی نکلتے اور اپنے مدِمقابل پر حملہ آور ہوتے۔ جنگ مبارزت میں حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پلہ بھاری تھا۔ جو بھی شخص سامنے آتا مارا جاتا۔ حُر بن یزید اور دوسرے جاں نثاروں نے بہادری کا حیرت انگیز مظاہرہ کیا۔ ان کے سامنے ابن سعد کے بہادروں کی ایک نہ چلی۔ اُس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھیوں کے سامنے صرف ایک مقصد تھا کہ وہ اللہ کی رضا حاصل کر سکیں۔ اس جذبے نے اُنھیں بے خوف بنا دیا تھا اور وہ موت کی قطعاً پرواہ نہ کرتے تھے لیکن ان کے مدِمقابل جو لوگ تھے وہ محض انعام و اکرام کی خاطر جنگ کرنے آئے تھے۔ اُن میں وہ روح نہ تھی جو حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھیوں میں جاری و ساری تھی۔

کربلا کے پہلے شہید:

جب شامی فوج متعدد آدمیوں کا نقصان اُٹھا چکی تو میمنہ کے سالار عمرو بن حجاج نے پکار کر کہا کہ انفرادی جنگ بند کر دی جائے اور عام حملہ شروع کر دیا جائے۔ چنانچہ انفرادی لڑائی بند ہو گئی اور خود عمرو بن الحجاج فرات کی جانب سے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فوج پر حملہ آور ہوا۔ تھوڑی دیر تک لڑائی جاری رہی۔ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی

Marfat.com

طرف سے شہادت کا شرف سب سے پہلے مسلم بن عوسجہ کو حاصل ہوا۔ تھوڑی دیر کے لیے جب لڑائی بند ہوئی اور عمرو بن حجاج اپنا دستہ لے کر واپس چلا گیا تو حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسلم کے پاس پہنچے۔ ابھی ان میں تھوڑی سی جان باقی تھی۔ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

''اے ابن عوسجہ! اللہ تم پر رحمت نازل فرمائے! اس کے بعد یہ آیت پڑھی۔

منھم من قضٰی نحبه و منھم من ینتظر و ما بدلوا تبدیلاً۔

(ان میں سے بعض نے اپنا عہد پورا کر دیا اور بعض انتظار کر رہے ہیں، ان کے ایمان میں کوئی تبدیلی نہیں آئی۔)

حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد حبیب بن مظاہر، مسلم بن عوسجہ کے پاس پہنچے اور کہا:

''میں تمھیں جنت کی شہادت دیتا ہوں۔ اگر مجھے یقین نہ ہوتا کہ میں عنقریب تمہارے پاس پہنچوں گا تو تم سے وصیّت کی درخواست کرتا اور اُسے پورا کرتا۔''

مسلم بن عوسجہ نے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف اشارہ کر کے کہا ''میں تمھیں صرف ان کے بارے میں وصیّت کرتا ہوں کہ تم مر مٹنا مگر اپنے سامنے انھیں کوئی گزند نہ پہنچنے دینا۔'' یہ کہہ کر اُنھوں نے جان دے دی۔

حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھی جان توڑ کر لڑے۔ جو آدمی جس طرف رُخ کرتا۔ صفوں کی صفیں اُلٹ دیتا تھا۔ یزید بن کندی، عمرو بن سعد کے ساتھ کوفہ سے آیا تھا۔ لیکن جب ابن سعد نے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شرائط کو مسترد کر دیا تو وہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فوج کے ساتھ شامل ہو گیا تھا۔ وہ اپنے گھٹنوں کے بل زمین پر بیٹھ گیا اور دشمنوں پر تیر چلانے لگا۔ سو تیر چلائے جن میں سے صرف پانچ خطا گئے۔ جب وہ تیر چلاتا، حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ''اے اللہ! اس کے تیروں کو نشانے پر بٹھا اور اس کے بدلے اسے جنت عطا فرما۔''

Marfat.com

یہ حالت دیکھ کر شمر بن ذی الجوشن نے عمرو بن سعد کے میسرے کے ساتھ چاروں طرف سے حملہ کر دیا۔ لیکن آپ کے ساتھی بے جگری سے لڑے اور اس حملے کو بھی پسپا کر دیا۔ آخر سوار دستے کے سردار عروہ بن قیس نے عمرو بن سعد کو پیغام بھیجا کہ ان گنتی کے چند لوگوں نے ہمارا برا حال کر دیا ہے تم ہماری مدد کے لیے کچھ پیادہ اور کچھ تیرانداز بھیجو۔

عمرو بن سعد نے پانچ سو تیراندازوں کا ایک دستہ حصین بن نمیر کی سرکردگی میں مدد کے لیے روانہ کر دیا۔ حصین بن نمیر نے اپنے آدمیوں کو تیر چلانے کا حکم دیا۔ تیروں سے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فوج کے گھوڑے زخمی ہو گئے اور سواروں کو مجبوراً گھوڑوں سے اترنا پڑا۔

حُر بن یزید کا گھوڑا بھی زخمی ہو گیا۔ وہ گھوڑے سے کود پڑے اور تلوار ہاتھ میں لے کر دشمنوں کی صف میں گھس گئے۔ دشمن چاروں طرف سے اُن پر ٹوٹ پڑے اور انہیں شہید کر دیا۔

خیموں کو آگ لگانے کا حکم:

دوپہر ہو گئی لیکن حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فوج میں ضعف کے آثار نمودار ہوئے نہ ابن سعد کی فوج غلبہ حاصل کر سکی۔ وجہ یہ تھی حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خیموں کی ترتیب اس طرح رکھی تھی کہ دشمن صرف ایک جانب سے حملہ کر سکتا تھا۔ آخر ابن سعد نے حکم دیا کہ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فوج کے دائیں اور بائیں جو خیمے ہیں اُنھیں گرا دیا جائے لیکن یہ تدبیر بھی کارگر نہ ہو سکی۔ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چار پانچ آدمی خیموں کی آڑ میں چھپا دیے جو آدمی اُن کی زد میں آتا وہ اسے، تیروں کے ذریعے سے ہلاک کر دیتے یا تلوار سے قتل کر دیتے۔ یہ دیکھ کر عمرو بن سعد نے خیموں کو آگ لگانے کا حکم دیا۔ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

"کچھ پروا نہیں۔ انھیں جلا دو۔ یہ ہمارے لیے اور بھی بہتر ہے کیونکہ اب یہ لوگ پیچھے سے حملہ نہ کر سکیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

Marfat.com

اسی دوران میں عبداللہ بن عمیر کلبی بھی شہید ہو چکے تھے۔ان کی شہادت کے بعد ان کی بیوی ان کے پاس جا کر سر سے مٹی پونچھنے لگیں۔مٹی پونچھتی جاتی تھیں اور کہتی جاتی تھیں "تمہیں جنت مبارک ہو۔شمر نے اپنے غلام رستم کو حکم دیا کہ اس عورت کو جا کر قتل کر دو۔رستم نے جا کر خیمے کی چوب سے ان کا سر کچل دیا۔

شمر بن ذی الجوشن نے ایک زوردار حملہ کیا اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خیمے تک پہنچ گیا۔قریب پہنچ کر اس نے ساتھیوں کو حکم دیا کہ اس خیمے کو جلا دیا جائے۔ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔تو میرے اہل بیت کو جلانا چاہتا ہے۔اللہ تجھے دوزخ کی آگ میں جلائے۔شیث بن ربعی نے بھی اسے لعنت ملامت کی۔آخر شمر وہاں سے چلا گیا۔اس کے جانے کے بعد زہیر بن قین نے دس آدمیوں کے ساتھ ان لوگوں پر، جو خیموں کو جلانے میں مصروف تھے، حملہ کر دیا اور ایک شخص ابوعزہ کو قتل کر ڈالا۔

اب حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ بہت تھوڑے آدمی رہ گئے تھے۔ باقی شہید ہو چکے تھے۔گو کوفیوں کے بھی متعدد آدمی قتل ہوئے تھے، چونکہ ان کا ایک لشکر جرار میدان میں موجود تھا اس لیے اگر ان کے چند آدمی قتل ہو جاتے تھے تو کوئی کمی محسوس نہ ہوتی تھی لیکن حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فوج کے ایک آدمی کے شہید ہو جانے سے بھی نمایاں کمی محسوس ہوتی تھی۔

صلوٰۃ خوف:

ظہر کی نماز کا وقت جا رہا تھا۔حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے آدمیوں سے فرمایا کہ دشمنوں سے کہو وہ ہمیں نماز پڑھنے دیں۔لیکن دشمن نے یہ درخواست نامنظور کر دی اس لیے مجبوراً لڑائی ہی کی حالت میں صلوٰۃ خوف ادا کی گئی۔نماز کے بعد زہیر بن قین نے پھر دشمنوں کی فوج پر زور سے حملہ کر دیا لیکن کب تک؟ دشمن کی فوج میں سے کثیر بن عبد اللہ الشعبی اور مہاجر بن اوس نے ان پر حملہ کر کے انھیں شہید کر دیا۔

مروی ہے کہ ابوثمامہ عمرو بن عبداللہ الصائدی نے جب حضرت امام حسین رضی

Marfat.com

اللہ عنہ کے ساتھیوں کو شہید ہوتے اور دشمنوں کو ان کے قریب آتے دیکھا تو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے کہا:

''اے ابو عبداللہ! میری جان آپ کے لیے فدا ہے۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ دشمن آپ کے قریب ہوتے جا رہے ہیں مگر قسم ہے اللہ کی آپ قتل نہیں ہوں گے جب تک انشاء اللہ میں آپ سے پہلے قتل نہ ہو جاؤں اور میں چاہتا ہوں کہ اپنے رب سے جاملوں۔ اور وہ نماز پڑھ لوں جس کا وقت قریب آ گیا ہے۔''

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے سر اٹھا کر فرمایا:

''تو نے نماز کو یاد کیا ہے اور اللہ تعالیٰ تجھے نماز پڑھنے اور ذکر کرنے والوں میں شامل کرے۔ ہاں! یہ نماز شروع کرنے کا وقت ہے۔ ان سے کہو کہ وہ ہم سے دور ہٹ جائیں تاکہ ہم نماز پڑھ لیں۔''

حبیب بن مظاہر کی شہادت:

یہ بات سن کر حصین بن تمیم نے آپ سے کہا۔ کہ یہ بات نہیں مانی جائے گی۔ حبیب بن مظاہر نے اس کو مخاطب کر کے کہا۔ ''قبول نہ کی جائے گی؟ کیا تو نے یہ سمجھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد کی نماز قبول نہ کی جائے گی تو تیرے جیسے گدھے قبول کی جائے گی۔''

ان الفاظ کو سنتے ہی حصین بن تمیم نے حملہ کر دیا۔ حبیب بن مظاہر نے آگے بڑھ کر اس کے گھوڑے کے منہ پر تلوار ماری جس سے گھوڑا سیخ پا ہو گیا اور حصین کو نیچے گرا دیا۔ اس کے ساتھیوں نے بھاگ کر اسے اٹھایا اور بچا لیا۔

حبیب بن مظاہر نے رجز کے چند اشعار پڑھے اور جانبازی سے لڑنے لگے۔ اسی اثناء میں بنی تمیم کے ایک شخص نے جس کو بدیل بن حریم کہتے تھے وہ بنی عشفان سے تھا حبیب پر حملہ کیا۔ انہوں نے اس کے سر پر تلوار ماری اور ایک ہی وار میں اسے قتل کر دیا۔ یہ

Marfat.com

دیکھ کر بنو تمیم کے ایک اور آدمی نے ان پر حملہ کیا تو انہوں نے تیر مار کر اسے گرا دیا۔ اس کے بعد حبیب ذرا ایک طرف کھڑا ہونا چاہتے تھے کہ حصین بن تمیم نے ان کے سر پر تلوار ماری جس سے وہ گر گئے۔ تمیمی نے جلدی سے گھوڑے سے اتر کر ان کا سر تن سے جدا کر دیا۔

حبیب بن مظاہر کا قتل حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو بہت شاق گزرا کیونکہ وہ بہت دلیر اور مخلص تھے۔ ان کے بعد حر بن یزید اور زبیر بن الیقن نے بہت سے دشمنوں کو تہ تیغ کیا یہاں تک کہ دونوں قتل ہو گئے۔ نافع بن ہلال بجلی نے عمرو بن سعد کی فوج کے کئی آدمیوں کو زخمی کرنے کے علاوہ بارہ آدمی قتل کئے اور آخری دم تک انہیں مارتے رہے حتیٰ کہ تلوار چلاتے چلاتے ان کے دونوں مونڈھے اتر گئے اور بے بس ہو کر پکڑے گئے۔ ان کو شمر بن ذی الجوشن نے پکڑا اور شمر کے ساتھی انہیں دھکیلتے ہوئے عمرو بن سعد کے پاس لے گئے۔ عمر نے ان سے کہا۔ ''اے نافع تیرا برا ہو تجھے کس چیز نے جدال وقتال پر آمادہ کیا؟

نافع کی شہادت:

نافع نے جواب دیا کہ میرا رب میرے ارادے کو خوب جانتا ہے۔ اس وقت ان کی داڑھی سے خون بہہ رہا تھا۔ انہوں نے عمرو بن سعد سے کہا:

''قسم اللہ کی! میں نے بہت سے آدمیوں کو زخمی کرنے کے علاوہ بارہ آدمیوں کو قتل کیا اور اس سے مجھے کوئی تکان محسوس نہیں حتیٰ کہ اگر میرا ایک شانہ اور ایک بازو بھی صحیح رہتا تو تم مجھے پکڑ نہیں سکتے تھے۔''

اس موقع پر شمر بن ذی الجوشن نے عمرو بن سعد کو کہا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو کامیابی دے اس کو قتل کر دیجئے!

عمرو نے کہا تو ہی اس کو لایا ہے اگر تو چاہتا ہے تو اسے قتل کر دے۔ شمر نے اپنی تلوار سونتی تو نافع نے اسے کہا: ''خدا کی قسم! اگر تو مسلمان ہوتا تو ہمارے خونوں کے ساتھ اللہ کے سامنے جانا تیرے لئے بہت برا ہوتا۔ اللہ تعالیٰ کی حمد ہے جس نے تمام مخلوق سے برے لوگوں کے ہاتھوں سے ہمیں موت دی ہے۔''

Marfat.com

اس کے بعد شمر نے انہیں قتل کر دیا۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے اصحاب نے جب یہ دیکھا کہ ان کے زیادہ آدمی قتل ہو گئے اور اب وہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی اور اپنی جانوں کو بچانے کی طاقت نہیں رکھتے تو انہوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ وہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے سامنے قتل ہو جائیں۔ چنانچہ عرزہ الغفاری کے دونوں بیٹوں عبداللہ اور عبدالرحمٰن نے آپ کے پاس آ کر کہا:

"اے ابو عبداللہ! آپ پر سلام ہو۔ دشمن آپ تک پہنچنے کے لیے ہمیں کاٹ رہا ہے۔ اس لیے ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ آپ کے سامنے قتل ہو جائیں اور انہیں آپ تک پہنچنے سے روکیں۔"

آپ نے فرمایا: "خدا کرے تمہیں خوشی خوشی آنا نصیب ہو میرے قریب آؤ۔"

وہ دونوں قریب ہوئے تو آپ نے دعا دی جس کے بعد دونوں بھائی دشمنوں کے سامنے جا کر لڑنے لگے۔

دو بھائیوں کی شہادت:

پھر جابر کے خاندان کے دو جوان سیف بن حارث بن سریع اور مالک بن عبد بن سریع جو ماں کی طرف سے سگے بھائی اور باپ کی طرف سے چچازاد بھائی تھے۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور دونوں رو رہے تھے۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"تمہیں کون سی چیز رلاتی ہے؟ خدا کی قسم! میں امید رکھتا ہوں کہ تھوڑی دیر میں تم دونوں کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی۔"

انہوں نے کہا: "اللہ تعالیٰ ہمیں آپ پر فدا ہونے کی توفیق دے۔ قسم خدا کی! ہم اپنی جانوں کو نہیں روتے آپ کے لیے روتے ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ آپ کو گھیرا جا رہا ہے اور ہم دشمنوں کو روکنے پر قادر نہیں۔"

Marfat.com

آپ نے فرمایا: ''اے میرے بھائی بیٹو! اللہ تم دونوں کو اس احساس اور اپنی جانوں پر تکلیف سہنے کے لیے پرہیز گاروں کی بہترین جزا میں سے جزائے خیر عطا فرمائے۔''

وہ دونوں بھائی حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے لپٹ گئے اور پھر دشمن کی طرف رخ کر کے لڑنا شروع کیا یہاں تک کہ دونوں قتل ہو گئے۔ پھر حنظلہ بن سعد الشامی نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے سامنے کھڑے ہو کر بلند آواز سے پکارتے ہوئے کہا:

''اے قوم! میں تمہارے متعلق احزاب کے دن کی مثال سے اور نوح، عاد، ثمود اور ان کے بعد والوں کے انجام کی مثال صادق آنے سے ڈرتا ہوں۔ درآنحالیکہ اللہ تعالیٰ بندوں کے ظلم کا ارادہ نہیں رکھتا (ظلم پسند نہیں کرتا)

اے قوم! میں تمہیں قیامت کے دن کا خوف دلاتا ہوں جس دن تم سامنے نہیں ہو سکو گے۔ تمہیں اللہ کی پکڑ سے بچانے والا کوئی نہ ہوگا اور جسے اللہ تعالیٰ گمراہ کر دے اسے ہدایت کوئی نہیں دے سکتا۔ اے قوم! حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے جنگ نہ کرو تا کہ اللہ تعالیٰ تم پر عذاب نازل نہ کر دے اور یاد رکھو جس نے افتراء باندھا وہ ذلیل ہوا۔

اس پر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''اے ابن سعد! انہوں نے اپنے لئے عذاب خریدنا ضروری سمجھا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تو نے ان کو حق کی جو دعوت دی وہ انہوں نے تجھ ہی پر لوٹا دی اور تجھے اور تیرے ساتھیوں کو جھٹلانے پر تیار ہو گئے۔ تو اب وہ کیسے اس دعوت کی طرف آسکتے ہیں۔ جب کہ انہوں نے تیرے پرہیز گار بھائیوں کو قتل کر دیا ہے۔''

حنظلہ نے عرض کیا: ''آپ نے سچ فرمایا ہے۔ میں آپ پر قربان ہو جاؤں آپ مجھ سے زیادہ سمجھ دار اور ساتھ ہی زیادہ حق دار ہیں۔ کیا آخرت کی طرف جانے میں اب میں اپنی باری نہ دوں اور اپنے بھائیوں سے نہ مل جاؤں۔''

آپ نے فرمایا: ''دنیا و مافیہا سے بہتر چیز کی طرف اور ایسے ملک کی طرف جس میں کوئی آزمائش نہیں بڑی خوشی سے جا۔''

Marfat.com

اس نے عرض کیا: ''اے ابوعبداللہ! آپ پر سلام ہو۔ اللہ تعالیٰ آپ پر اور آپ کے اہل بیت پر درود بھیجے۔ اور میری آپ سے جنت میں ملاقات ہو۔''

آپ نے فرمایا: ''آمین! (یا اللہ ایسا ہی ہو)

عابس کی شہادت:

اس کے بعد عابس بن ابی شعیب شاکری آئے اور شاکر کا خادم شوزب ان کے ساتھ تھا۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تو کیا چاہتا ہے؟ اس نے عرض کیا میں یہ چاہتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نواسے کے ہمرکاب ہو کر دشمن سے یہاں تک لڑوں کہ قتل ہو جاؤں۔

آپ نے فرمایا:

''تجھ سے یہی توقع ہے۔ تو ابوعبداللہ کے سامنے کی طرف بڑھ تا کہ تیرا بھی محاسبہ ہو جائے جیسا کہ تجھ سے پہلے اپنے ساتھیوں کا احتساب ہو چکا ہے اور میں بھی تیرا محاسبہ کرلوں کیونکہ آج کے دن جو بھی میرے ساتھ ہوا کل قیامت کو جب کہ ہم ہر ممکن اجر مانگیں گے مجھے خوشی ہوگی کہ اسے میری ذات سے بھی بہتر اجر ملے۔ آج کے بعد کوئی ایسا عمل نہیں جس کا حساب نہ ہوگا۔''

عابس نے آگے بڑھ کر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو سلام کیا اور جنگ کے لیے تیار ہو کر کہا:

''اے ابوعبداللہ! قسم خدا کی روئے زمین پر دور یا نزدیک کوئی چیز ایسی نہیں جو مجھے آپ سے زیادہ محبوب اور پیاری ہو۔ اگر میرے لئے یہ ممکن ہو کہ اپنی بہتر چیز یعنی جان اور خون سے آپ کا قتل اور آپ پر ہونے والا ظلم روک دوں تو میں ضرور یہ کروں۔

اے ابوعبداللہ' سلام علیک! میں اللہ کو گواہ کرتا ہوں کہ میں آپ کی اور آپ کے

Marfat.com

باپ کی راہ پر ہوں۔

پھر وہ اپنی تلوار کھینچ کر چل دیئے۔ وہ ان لوگوں میں بہت زیادہ دلیر اور بہادر تھے۔ چنانچہ دشمن کے سامنے جا کر انہوں نے آواز دی کہ خبردار ہو جاؤ! مرد کے لئے مرد۔ اس سے عابس کا مطلب یہ تھا کہ کوئی شخص ان کے مقابلہ کے لیے نکلے۔ عمرو بن سعد نے اپنی قوم سے کہا کہ اسے پتھروں سے کچل ڈالو! چنانچہ ان پر ہر طرف سے پتھر برسائے گئے۔ یہ دیکھ کر انہوں نے اپنا خود اور زرہ ڈال کر ان لوگوں پر پورے زور سے حملہ کر دیا۔ دشمنوں نے ان کو چاروں طرف سے گھیر لیا اور قتل کر دیا۔ پھر ان کا سر کاٹ لیا گیا اور ہر شخص یہ کہتا تھا کہ میں نے اسے قتل کیا ہے۔ آخر عمرو بن سعد نے یہ کہہ کر ان کا جھگڑا مٹایا کہ وہ کسی ایسے شخص کے وار سے قتل نہیں ہوا۔ بہت سے وار اس کی ہلاکت کا باعث ہوئے ہیں۔

دیگر جانثاروں کی شہادت:

اصحاب حسین رضی اللہ عنہم میں سے جو لوگ اس روز قتل ہوئے ان میں ایک یزید بن زیاد بن المہاجر تھے۔ جو پہلے عمرو بن سعد کے ساتھ تھے۔ لیکن جب اس نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شرطوں کو نہ مانا تو وہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی طرف آ گئے اور لڑتے لڑتے قتل ہو گئے۔ اس کے علاوہ ابوالشعثاء کندی جو بنو بہدلہ سے تھے اور صیدادی عمر بن خالد، جابد بن حارث سلمانی، سعد بن عمر بن خالد اور مجمع بن عبداللہ عائذی تھے۔ یہ لوگ جنگ کے شروع میں بڑی بہادری سے لڑتے رہے اور دشمنوں کو کاٹتے ہوئے آگے بڑھتے گئے۔ جب زیادہ دور چلے گئے تو دشمنوں نے ان کو گھیر لینا چاہا۔ مگر حضرت ابن علی رضی اللہ عنہ نے حملہ کر کے ان کو بچا لیا۔ اس کے بعد جب بھی کوئی دشمن قریب آتا وہ اس پر ٹوٹ پڑتے اور اس طرح جنگ کرتے ہوئے وہ سب ایک ہی جگہ قتل کر دیئے گئے۔

ضحاک بن عبداللہ نے دیکھا کہ اب حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بکر گروگنتی کے چند آدمی باقی رہ گئے ہیں، باقی سب شہید ہو چکے ہیں تو وہ آپ کے پاس آیا اور کہنے لگا:

''اے ابن رسول اللہ! آپ کو یاد ہوگا میں نے آپ سے عرض کی تھی کہ جب تک

Marfat.com

ممکن ہو گا میں آپ کی طرف سے لڑوں گا لیکن جب دیکھوں گا کہ مجھ میں لڑنے کی طاقت نہیں تو میں میدان جنگ سے چلا جاؤں گا۔"

حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا "بے شک تم نے یہی کیا تھا لیکن اب تم کس طرح بھاگ سکتے ہو، تمہارے لیے فرار کی سب راہیں بند ہیں۔ اگر بھاگ سکتے ہو تو ضرور بھاگ جاؤ۔ میری طرف سے اجازت ہے۔"

جب شامی فوج کی طرف سے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فوج پر تیروں کی بارش شروع ہوئی تھی اور گھوڑے زخمی ہو کر ناکارہ ہو گئے تھے تو ضحاک نے اپنا گھوڑا ایک خیمے میں چھپا دیا تھا اور پیدل چل کر دشمنوں کے دو آدمی قتل کر دیے تھے۔ جب حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے واپس جانے کی اجازت دے دی تو اُس نے خیمے سے گھوڑا نکالا اور میدان جنگ سے فرار ہو گیا۔ شامی فوج کے پندرہ سپاہیوں نے اُس کا پیچھا کیا لیکن وہ ہاتھ نہ آیا۔

اب حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھیوں میں سے صرف دو شخص سوید بن عمرو بن ابی المطاع اور بشیر بن عمرو الحضرمی رہ گئے تھے یہ بھی بے جگری سے آگے بڑھے اور لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔ سوید بن عمرو حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آخری ساتھی تھے جنھوں نے جام شہادت نوش کیا۔ اب آپ کے ساتھ سوا آپ کے گھر والوں کے جن کی تعداد بہت تھوڑی تھی اور کوئی شخص باقی نہ رہا۔

Marfat.com

حضرت علی اکبر رضی اللہ عنہ کی شہادت

جاں نثاران حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک ایک کر کے سب شہید ہو چکے تھے۔ اب صرف خاندان بنی ہاشم کے افراد باقی رہ گئے تھے۔ وہ بھی دل و جان سے آپ پر فدا ہونے کے لیے تیار تھے۔ سب سے پہلے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیٹے علی اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میدان میں آئے۔ وہ اُنیس برس کے خوبرو اور وجیہ نوجوان تھے۔

وہ انیس برس کے خوبرو اور وجیہہ نوجوان تھے شکل وصورت میں سیدنا رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مشابہ تھے انہوں نے جب اپنے والد ماجد کو میدان جنگ میں جانے کی غرض سے تیاری کرتے ہوئے دیکھا تو فوری طور پر آگے بڑھے اور عرض کرنے لگے۔ ابا جان یہ آپ کیا کر رہے ہیں۔ یہ کیسی تیاریاں ہیں؟ کدھر کا ارادہ ہے؟ کیا آپ میدان جنگ کی طرف تشریف لے جا رہے ہیں؟ یہ کیسے ممکن ہے کہ میں زندہ ہوں آپ کے پاس ہوں۔ اور آپ میری آنکھوں کے سامنے زخم کھانے' تکلیف اٹھانے کے لیے تشریف لے جا رہے ہیں۔ میں کم عمر ہی سہی کمزور ہی سہی لیکن کیا کوئی بیٹا یہ گوارہ کر سکتا ہے کہ وہ خود تو بیٹھا رہے اور باپ زخم کھاتا رہے۔ جب میں دنیا میں زندہ نہ رہوں گا تو آپ جو چاہیں کریں۔ میرے ہوتے ہوئے ہرگز ایسا نہ ہوگا۔ میرے مہربان ابا جان آپ میری کمسنی پر نہ جایئے آخر میری رگوں میں بھی تو شیر خدا کا خون گردش کر رہا ہے۔ اے ابا جان آپ ہی یہ وعظ کرتے ہیں کہ ہمیشگی سوائے باری تعالیٰ کے اور کسی کو نہیں۔ مرنا تو بہر حال ہے اور پھر ایسے درندہ نما انسانوں کو مار کر مرنا تو سعادت ہے۔ اچھے ابا جان مجھے اجازت دیجئے اور ان دشمنوں کو خون حیدری کے جوہر دکھا کر نانا جان کے پاس جانے کا موقعہ عطا فرمایئے۔

Marfat.com

حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ صدموں سے نڈھال تھے۔ دل زخموں سے چور تھا۔ داغ پر داغ کھا چکے تھے۔ بیٹے کی باتیں سن کر سناٹے میں آ گئے۔ آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ تھوڑی دیر خاموش رہنے کے بعد فرمایا۔ بیٹا تم نے جو کچھ غم نصیب باپ سے کہا ہے اس نے سنا ہے اور جو کچھ کہو گے۔ وہ بھی سنے گا۔ تم نے جو کچھ کہا ہے۔ وہ بجا ہے کیا تمہیں یہ معلوم نہیں کہ میرے پہلو میں بھی باپ کا دل ہے جو اپنے بیٹے پر ذرا سی آنچ آنا بھی گوارہ نہیں کر سکتا۔ تمہارے شہید ہونے کے بعد میرے ہوش و حواس قائم نہ رہ سکیں گے۔ جان پدر بیٹوں سے زیادہ والدین کو تڑپ ہوتی ہے۔ تمہاری استدعا نے میرے دل کے ٹکڑے کر کے رکھ دیئے ہیں۔ میری بات بے شک نہ سنو۔ میری پرواہ بے شک نہ کرو۔ جب تم بھی اور میں بھی نہ رہوں گا۔ تو ان غمزدہ عورتوں کا کون وارث بنے گا۔ یہ کس طرف نظریں اٹھائیں گی؟ یہ کس کی ہو کر رہیں گی۔ بیٹا کچھ تو سوچو اور غور کرو۔ میری نہیں مانتے تو ان کی خاطر ہی رک جاؤ۔ جب وہ تمہارا جانا سنیں گی تو ان کے کلیجے پھٹ جائیں گے۔ وہ تڑپ تڑپ کر جانیں دے دیں گی۔ دیکھو اگر تم شہید ہو گئے تو ماں کا کلیجہ شق ہو کر رہ جائے گا۔ پھوپھی تڑپ تڑپ کر مر جائے گی۔ جنہوں نے تجھے اولاد کی طرح پالا ہے۔ حضرت علی اکبر رو پڑے اور عرض کرنے لگے ابا جان کیا میں ہی رہ گیا ہوں۔ جو اپنے باپ کے ٹکڑے اڑتے ہوئے دیکھوں۔ ابا جان کیا آپ چاہتے ہیں کہ میں ہی شرف جانثاری سے محروم رہوں۔ سب اپنی اپنی منزل مقصود تک پہنچ گئے ہیں۔ اب مجھے بھی جانے دیجئے۔ ابا جان آپ نے تو کبھی میری بات نہیں ٹالی۔ آپ نے ہمیشہ میری بات مانی ہے آج اتنی سی اور مان لیجئے۔ قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اس کے بعد اور کوئی مطالبہ نہ کروں گا۔ کوئی بات نہ منواؤں گا۔ خدارا انکار نہ کیجئے۔ اتنی منتیں کیں اور اتنا مجبور کیا کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو صبر کی سل سینے پر رکھ کر اجازت دینی پڑی۔

غمزدہ ماں نے آہیں بھرتے ہوئے اور روتے ہوئے دل سے بیٹے کو رخصت کیا غم نصیب پھوپھی زینب نے کلیجے پر ہاتھ رکھتے ہوئے بیٹے کو خدا حافظ کہا۔

آپ جب جسم مبارک پر اسلحہ سجائے ہوئے تلوار کو لہراتے ہوئے میدان جنگ

Marfat.com

کی طرف بڑھے تو کوفی حیران ہو کر ابن سعد سے پوچھنے لگے کہ یہ نوجوان کون ہے۔ چند پرانے دشمن جنہوں نے جناب محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی تھی۔ کہنے لگے بھائی یہ تو خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لا رہے ہیں اب کیا ہوگا۔ چلو بھاگ چلیں۔ ابن سعد بولا گھبراؤ نہیں۔ یہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا بیٹا ہے اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے مشابہ ہے۔

تمام لشکر آپ کو محویت کے ساتھ دیکھ رہا تھا۔ ساتھ ہی ان پر دہشت طاری ہوتی جا رہی تھی۔

آپ نے میدان جنگ میں آتے ہی باآواز بلند یہ رجز پڑھا۔

اَنَا عَلِی اِبْنِ الحُسین بِنْ عَلِی

وَنَحنُ وَاللّٰہِ اُولادِ النبی

اطعَنکُم بالرُّقح طَعنَا صیبِیْ

اَضرِبُکُم بِالسَّیفِ اَحلی عَن اَبی

ضوبُ غلامٍ ھاشمی عَرَبِیْ

مِن آلِ بِیتِ الھَاشمیْ الیثرِبْ

غرضیکہ آپ نے دشمنوں کو مقابلہ کے لیے للکارا۔ تو لشکر یزید میں کھلبلی مچ گئی۔ کسی لعین کی جرأت نہ ہوئی کہ مقابلے کے لیے نکل سکے۔ آخر آپ خود بجلی کی طرح یزیدی لشکر کی صفوں میں گھس گئے اور آن کی آن میں کئی دشمنوں کو واصل جہنم کیا۔ جس طرف شمشیر حیدری چمک کر گرتی۔ دشمنوں سے میدان صاف ہو جاتا۔

آپ پر یکایک تشنگی کا غلبہ ہوا اور پوری شدت کے ساتھ ہوا۔ اسی وقت دشمنوں میں سے نکل کر صاف حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور عرض کی ابا جان پیاس کے مارے تو میرا دم نکلا جا رہا ہے۔ غمزدہ باپ کے پاس پانی کہاں تھا۔ سنتے ہی تڑپ

Marfat.com

گئے۔ بیٹے کی بے قراری باپ سے کہاں دیکھی جاتی تھی۔ آبدیدہ ہو گئے۔ فرمایا'

جان پدر میدان میں جا کر شانِ حیدری دکھاؤ اور منزل مقصود کو پہنچو۔ تمہارے جدامجد حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم جام کوثر ہاتھ میں پکڑے ہوئے تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔

چنانچہ آپ دوبارہ میدان جنگ میں تشریف لائے اور آپ نے مبازرت طلبی کی۔ جب کوئی میدان میں نہ آیا تو آپ نے باآواز بلند کہا۔ او جنتی باپ کے دوزخی بیٹے عمرو تو بہت بڑا جنگجو ہے۔ تو نے بڑے بڑے معرکے دیکھے ہیں اور اس وقت بھی تو اپنی فوج کا سپہ سالار ہے اگر کچھ ہمت وجرأت ہے تو آ اور ابن حسین سے مقابلہ کر۔ ابن زیاد تو تجھے زیادہ سے زیادہ رے کی حکومت دے گا۔ میں تجھے آن کی آن میں خطۂ جہنم کی شہنشاہی بخشوں گا۔ اس سگِ دُنیا کے پاس نہ کوئی جواب تھا اور نہ ہی ہمت وقوت کہ اس شیر خدا کے پوتے کے سامنے آئے ایک نامور جرنیل طارق بن شیث سے کہنے لگا۔ کہ بڑھ اور اس نوجوان کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے خاموش کر۔ میں اس کے صلہ میں تجھے ابن زیاد سے رقہ اور موصل کی حکومت دلواؤں گا۔ طارق کہنے لگا اب تو تو کہتا ہے ممکن ہے بعد میں انکار کر جائے پہلے مجھے مطمئن کر۔ تب میں مقابلہ کے لیے نکلوں گا۔

ابن سعد نے اسے بطور تحریر اپنی انگوٹھی دی۔ طارق بن شیث نے انگوٹھی لی اور میدان جنگ کی جانب چل پڑا۔

ادھر رگِ ہاشمی جوش زن ہوئی۔ قریب جا کر طارق نے آپ پر نیزے کا ایک بھرپور وار کیا۔ آپ نے برق سرعتی کے ساتھ ایک طرف ہٹ کر اس کا وار روک کر ضائع کر دیا۔ پھر علی کے پوتے نے اپنا نیزہ مارا جو اس دشمن کے سینے سے پار ہو گیا۔ گھوڑے سے گرا تو اسے آپ نے اپنے گھوڑے سے روندتے ہوئے کہا او ظالم رقہ وموصل کی حکومت تو تجھے نہ مل سکی۔ البتہ اب تو جہنم کے وسیع وعریض خطے کا مالک بن گیا ہے۔

جب طارق کے بیٹے عمرو نے باپ کو گھوڑے سے گرتے دیکھا تو غضب ناک ہو

Marfat.com

کر بڑھا۔ لیکن ایک ہی وار سے آپ نے اسے بھی باپ کے پاس پہنچا دیا اس کے بعد اس کا دوسرا بیٹا طلحہ آگ بگولا ہو کر لپکا اور قریب آ کر وار کرنا ہی چاہتا تھا کہ آپ نے عجلت کے ساتھ ہاتھ بڑھا کر اس کی گردن پکڑ لی اور اس کا گلا اس زور سے دبایا کہ وہ وہیں مر گیا یہ طاقت و ہمت یہ پھرتی دیکھ کر کوفیوں کے اوسان خطا ہو گئے۔

ابن سعد نے ایک اور بہادر جرنیل مصراع بن غالب کو حکم دیا اور کہا اے مصراع یہ لڑکا تو تیرے ایک وار کا حریف نہیں بن سکتا بڑھ اور اس کا رشتہ حیات منقطع کر۔

چنانچہ مصراع نے بڑھ کر نیزہ کا وار کیا۔ آپ نے اسے ڈھال پر روکا اور پھر اللہ اکبر کا نعرہ لگا کر تلوار کا ایک ایسا وار کیا کہ مصراع کے دو ٹکڑے ہو گئے۔

جب ابن سعد نے بڑے بڑے جرنیلوں کو آن کی آن میں ختم ہوتے دیکھا تو سوچنے لگا کہ اگر ایک ایک فوجی علی اکبر کے مقابلہ پر جاتا رہا تو ساری فوج ختم ہو جائے گی لیکن شبیہہ مصطفیٰ کا مقابلہ ناممکن ہے۔ چنانچہ اس نے ابن نوفل اور محکم بن طفیل کو سواروں کے ساتھ آپ کے مقابلہ میں بھیجا۔

حضرت علی اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بہادری کے جوہر دکھاتے ہوئے بہت سے دشمنوں کو موت کے گھاٹ اتارا۔

اور جو بچے وہ بھاگ نکلے۔ لڑتے لڑتے پھر تشنگی غالب ہوئی اور واپس خیمہ میں والدِ محترم کے پاس آتے ہیں اور العطش کا نعرہ لگاتے ہیں۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے سر پر دست شفقت پھیرتے ہوئے فرمایا۔ بیٹا گھبراؤ نہیں تم عنقریب حوضِ کوثر سے پیاس بجھاؤ گے۔ پھر رخصت ہو کر میدان جنگ میں آئے اور دشمنوں کی صفوں میں گھس گئے ذوالفقار حیدری سے دشمنوں کے کشتوں کے پشتے لگا دیئے۔

چاروں طرف سے تلواروں' تیروں' اور نیزوں کی بوچھاڑ ہو رہی تھی۔ آخر ایک ظالم ابن نمیر نے ایک ایسا نیزہ مارا جو سینہ مبارکہ سے پار ہو گیا۔ آپ نے دلیری سے جب تیر کو باہر کھینچا۔ تو جگر کے دو ٹکڑے ہو کر تیر کے ساتھ باہر آ گئے۔

Marfat.com

ایک روایت میں آتا ہے کہ مرہ بن منقذ العبدی نے آپ پر نیزے کا وار کیا اور ان کو زمین پر گرا دیا ان کا گرنا تھا کہ چاروں طرف سے دشمن خونخوار بھیڑیوں کی طرح ٹوٹ پڑے اور تلواروں سے ان کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے۔ یہ دلگداز منظر دیکھ کر ان کی پھوپھی زینب رضی اللہ عنہا تڑپ کر خیمے سے باہر آئیں اور اے میرے بھتیجے! کہہ کر علی اکبر رضی اللہ عنہ کے ٹکڑوں پر گر پڑیں۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے انہیں زبردستی خیمے میں واپس بھیجا اور بیٹے کی لاش کے ٹکڑوں کو اس کے بھائیوں کی مدد سے اٹھوا کر خیمے کے سامنے لٹا دیا۔

علی اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد یکے دیگرے عبداللہ بن مسلم بن عقیل بن عون بن عبداللہ بن جعفر، محمد بن عبداللہ بن جعفر، عبدالرحمان بن عقیل اور جعفر بن عقیل بن ابی طالب میدان کارزار میں نکلے اور شہید ہوئے۔

حضرت عبداللہ کی شہادت:

اس کے بعد حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے میدان جنگ میں جانے کا ارادہ فرمایا جیسے ہی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ گھوڑے پر سوار ہوئے تو آپ کے قوت بازو مسلم بن عقیل کے فرزند ارجمند حضرت عبداللہ نے آپ کو روک لیا۔ اور خود میدان کارزار میں جانے کی اجازت طلب کی۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ میں تجھے ہرگز اجازت نہ دوں گا مگر عبداللہ نے اصرار کیا۔ آخر حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے اجازت طلب کر کے میدان جنگ میں پہنچے اور مقابلہ کے لیے للکارا سب سے پہلے قدامہ بن سعد آپ کے مقابلہ کے لیے نکلا مگر دو ہاتھ دیکھ کر ہی بھاگ کھڑا ہوا۔ یہ دیکھ کر سب سے پہلے آپ نے نیزہ زمین پر پھینک دیا اور تلوار رکھ کر پکارے او بدبخت اگر ہمت ہے۔ تو مقابلہ کر اس نے جب حضرت عبداللہ کو نہتا دیکھا تو پلٹ کر نیزے کا وار کیا۔ آپ جھک گئے۔ دوبارہ وار کرنا ہی چاہتا تھا تو آپ نے تلوار کا ایک ہی وار کیا جس سے اس کا رخسار کٹ گیا۔ جب دوسرا وار کیا تو لعین کے دو ٹکڑے ہو گئے اور خاک و خون میں تڑپنے لگا۔ اس کے بعد آپ کوفیوں کے لشکر میں گھس گئے۔ صفیں الٹ دیں اور نامور بہادر صالح بن نصیر قدامہ حبشی، حمید حمیری

Marfat.com

اور کامل بن حمیر کے علاوہ دوسرے کئی دشمنوں کو واصل جہنم کیا آخر ظالموں نے چاروں طرف سے آپ کو گھیر لیا اور تیر وتلوار سے وار کرنے شروع کر دیئے۔ آپ کا جسم مبارک زخموں سے چور ہو چکا تھا۔ مگر پھر بھی برابر دشمنوں کو واصل جہنم کرتے رہے۔ آخر جداع و مشقی نے پشت کی جانب سے آ کر آپ کے گھوڑے کے پچھلے دونوں پاؤں کاٹ دیئے۔ حضرت عبداللہ گھوڑے سے نیچے گر پڑے نوفل بن مزاحم نے ایک ایسا تیر مارا۔ جس کی تاب نہ لا کر آپ شہید ہو گئے۔

عون ومحمد کی شہادت:

سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے دو بچوں عون ومحمد کی شہادت کا وقت بھی آ گیا بہن اپنے دونوں شہزادوں کو لے کر اپنے بھائی حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض گزار ہوئی کہ بھائی جان! میرے یہ دونوں بیٹے اپنے ماموں جان پر قربان ہونے کے لیے بیتاب ہیں میں ان کی سفارش کے لیے حاضر ہوئی ہوں میرے ان دونوں معصوموں کو میدان کارزار میں جانے کی اجازت مرحمت فرمائیں۔ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہن کی بات سن کر سوچ میں پڑ گئے سمجھانے کی کوشش کی مگر سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا بضد رہیں اور اصرار کرتی رہیں ننھے بچوں عون ومحمد کا جذبہ بھی قابل دید تھا وہ بھی دشمنوں کے مقابلے پر جانے کے لیے بیتاب تھے اور اجازت کے منتظر تھے آخر کار حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اجازت دے دی تو دونوں میدان کی طرف روانہ ہوئے تلواریں ہاتھوں میں جذبہ ایمانی وسرفروشی سے سرشار دشمن کی صفوں میں گھس گئے اس قدر زبردست حملہ کیا کہ آن واحد میں بہت سے یزیدیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا اور بہت سے زخمی کر دیے یہ دیکھ کر یزیدی لشکر میں کھلبلی مچ گئی بچوں کی ہمت و بہادری دیکھ کر ان کے حوصلے پست ہو رہے تھے۔

صورت حال کا ادراک کرتے ہوئے یزیدی لشکر کے سرکردہ لوگوں نے فوری طور پر فیصلہ کیا کہ ان بچوں سے کیسے نپٹا جائے چنانچہ شمر آگے بڑھ کر ابن سعد سے کہنے لگا

Marfat.com

اگر چہ یہ اصول جنگ کے خلاف ہے تاہم سیاست کا یہی تقاضا ہے کہ ان بچوں کو جتنی جلدی ممکن ہو سکے ختم کیا جائے اور کم از کم پچاس پچاس شیر دل شہواران دونوں کا سر قلم کرنے کے لیے روانہ کئے جائیں۔ حکم ملتے ہی پچاس شہسوار محمد کی جانب اور پچاس عون کی طرف روانہ ہو گئے۔ جب یزیدی لشکر کو اپنی جانب بڑھتے ہوئے ان دونوں معصوموں نے دیکھا۔ تو ان کے قدم پہلے سے زیادہ اور مضبوط ہو گئے۔ حوصلے بلند ہو گئے اور شوق شہادت میں سرشار جام کوثر پینے کے آرزومند دونوں بھائی شانہ سے شانہ جوڑ کر مقابلہ کے لیے کمر بستہ ہو گئے۔ ان ظالموں نے آتے ہی یکبارگی حملہ کر دیا یہ ننھے معصوم جو پہلے ہی سے تھکے ہوئے اور پیاسے تھے۔ برابر آگے بڑھے جارہے تھے۔

بدن زخموں سے چور ہو چکا تھا۔ پیاس سے زبان پر کانٹے پڑ چکے تھے۔ خون میں شرابور تھے۔ ایک ظالم کا تیر محمد کی پیشانی میں پیوست ہو گیا۔ ایک چیخ نکلی۔ گھوڑے سے نیچے گر گئے۔ اتنے میں ایک لعین نے پچھلی جانب سے عون کی کمر میں نیزہ مارا۔ وہ بھی گھوڑے سے نیچے گر پڑے اور ان دشمنوں نے ان گرے ہوئے شہزادوں پر تلواروں کے اتنے وار کئے کہ ان ننھے منے جسموں کے لاتعداد ٹکڑے کر دیئے۔ وہ دشمن دونوں ننھے ننھے سر نیزوں پر چڑھا کر لے گئے۔ امام مظلوم آئے اور معصوموں کی لاشوں کے ٹکڑے جو بکھرے پڑے تھے انہیں جمع کیا۔ اپنی چادر میں باندھ کر خیمے میں لے گئے اور زینب کے سامنے لا رکھے۔ کہنے لگے اے میری مظلومہ بہن میدان کربلا میں تیری کمائی لٹ گئی ہے۔ تیرے دونوں معصوم ماموں پر قربان ہو گئے ہیں۔ اس صبر و رضا کی پتلی پر جاں فدا ہو کہ یہ سب کچھ دیکھنے کے باوجود صبر و استقامت کا مظاہرہ کیا۔ شہیدوں کو چومنے لگی اور سر بسجود ہو کر کہنے لگی۔ بارِ الٰہا شکر ہے کہ آج میرے معصوموں نے میرے دودھ کا حق ادا کر کے اسلام کی عظمت کو چار چاند لگا دیئے ہیں۔

حضرت قاسم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت:

اس کے بعد حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیٹے حضرت قاسم رضی اللہ عنہ

Marfat.com

ہاتھ میں تلوار لے کر نکلے وہ اس قدر حسین تھے کہ ان کا چہرہ چاند کا ٹکڑا معلوم ہوتا تھا۔

آپ بائیس سالہ کڑیل جوان تھے۔ مؤرخین اس بات پر متفق ہیں کہ جب زینب رضی اللہ عنہا کے دونوں فرزندوں کی شہادت کے بعد آپ کے دونوں بھائی حضرت عبداللہ الاکبر اور حضرت عمر منصب شہادت پر سرفراز ہو گئے تو حضرت قاسم جوش میں آ کر اٹھے اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر میدان جنگ میں جانے کی اجازت طلب کی۔ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بے چینی کے عالم میں قاسم کی جانب دیکھ کر فرمایا بیٹا! تمہی میرے بھائی حسن کی آخری نشانی ہو۔ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ میرے بھائی حسن کا دنیا سے نام ونشان ہی مٹ جائے۔ ایسا کبھی نہیں ہو سکتا۔ میں تمہیں کبھی میدان جنگ میں جانے کی اجازت نہیں دوں گا۔ قاسم نے بہت اصرار کیا مگر ہر بار حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قاسم میں اپنے بھائی کی جھلک نظر آتی اور آپ انکار کر دیتے۔ آخر حضرت قاسم تھک ہار کر عالم بیتابی میں خیمہ کے اندر تشریف لے گئے اور سوچنے لگے کہ میں کتنا بدنصیب ہوں کہ مجھے ہاشمی خون کے جوہر دکھانے کی اجازت نہیں ملی اور شہادت جیسے اعلیٰ وارفع منصب پر سرفراز ہونے میں ناکام رہا ہوں۔ آخر مجبور ہو کر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے اُن کو اجازت دے دی۔

آپ نے خود قاسم کو گھوڑے پر سوار کیا۔ ہاتھ میں ذوالفقار حیدری دی۔ امام حسن رضی اللہ عنہ کا پٹکہ زیب کمر کیا اور میدان کی طرف روانہ کر دیا۔ دشمن چونکہ پہلے ہی سے محمد اور عون کی بہادری اور جرأت سے مرعوب تھے۔ جب انہوں نے بائیس سالہ قاسم کو آتے ہوئے دیکھا تو ان کے ہاتھوں کے طوطے اُڑ گئے ایک دوسرے سے کہنے لگے۔ بھائی غور سے دیکھو یہ جوان کہیں ہاشمی تو نہیں دو چھوٹے چھوٹے بچوں نے ہمارے بہت سے جوان مار ڈالے ہیں تو اس کا مقابلہ کون کرے گا؟ یہ تو اکیلا ہی ہم سب کو ختم کر دے گا۔ اسی سرگوشی کے دوران آپ میدان جنگ میں پہنچ گئے۔

جب ابن سعد کو معلوم ہوا کہ یہ جوان حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا بیٹا ہے تو اس نے

Marfat.com

کسی چھوٹے موٹے سپاہی کو آپ کے مقابلے کے لیے بھیجنا مناسب نہ سمجھا اس نے عرب کے مشہور جنگجو ارزق کو بلایا اور کہنے لگا اے ارزق تو نے دیکھا ہے کہ ہاشمی خاندان کے چھوٹے چھوٹے بچوں نے ہمارے سینکڑوں جوان قتل کر ڈالے ہیں۔ قاسم تو جوان ہے۔ یہ ضرور ہزاروں سپاہیوں کو قتل کر دے گا میں تجھ سے التجا کرتا ہوں کہ تو اس کے مقابلے کے لیے خود جا۔ کیونکہ تو اکیلا ہزاروں آدمیوں سے لڑ سکتا ہے۔ ارزق نے جب ابن سعد کا یہ حکم سنا تو تکبر و تعجب سے کہنے لگا۔ اے ابن سعد میں پرانا جنگجو ہوں۔ قاسم تو ابھی کل کا بچہ ہے۔ اس کے مقابلہ پر جانا میری توہین ہے۔ اے ارزق میں ہاشمی خون سے اچھی طرح واقف ہوں۔ کسی چھوٹے موٹے سپاہی کو قاسم کے مقابلہ پر بھیجنا بے وقوفی ہوگی۔ اس لیے تو ہی قاسم سے مقابلہ کے لیے تیار ہو۔ ارزق نے انکار کرتے ہوئے جواب دیا۔ اے ابن سعد تجھے تو قاسم کا سر ہی مطلوب ہے نا؟ لے میں ابھی اپنے سب سے چھوٹے لڑکے کو بھیجتا ہوں وہ ابھی اس کا سر لے آئے گا۔ اس پر ابن سعد چپ رہا۔ جب ارزق کا بیٹا حضرت قاسم کے سامنے آیا تو آپ نے جھپٹ کر بالوں سے پکڑ کر اسے اوپر اٹھالیا اپنے سر کے اوپر اسے گھماتے ہوئے زور سے زمین پر دے مارا کہ زمین پر گرتے ہی اس کی ہڈیاں ٹوٹ گئیں اور اس طرح سے وہ واصل جہنم ہوا۔ ارزق نے اپنے دوسرے بیٹے کو بھیجا اور ایک قیمتی شمشیر آبدار زہر میں بجھی ہوئی اسے دیتے ہوئے کہا کہ اے میرے بہادر بیٹے۔ قاسم نے میرے بیٹے کو نہیں مارا بلکہ مجھے مارا ہے۔ تو فوراً جا اور اس شمشیر آبدار سے اپنے بھائی کا بدلہ لے کر آ۔ ارزق کا بیٹا گھوڑے پر سوار ہوا اور گرجتا ہوا حضرت قاسم کے قریب آیا۔ جونہی وہ آپ کے قریب پہنچا۔ آپ نے اس کی پشت پر نیزہ سے وار کیا۔ وہ زخمی ہو کر گھوڑے سے نیچے گرا تو آپ نے اس کی تلوار سے اس کے کئی ٹکڑے کر دیئے۔ ارزق غصے میں آیا۔ اور اپنے تیسرے بیٹے کو قاسم کے مقابلہ کے لیے روانہ کیا۔ وہ ابھی قریب نہ آیا تھا کہ قاسم نے اس کے پیٹ میں نیزہ چبھو کر اس کو اوپر اٹھالیا اور گھماتے ہوئے جب اسے چھوڑا۔ تو وہ آپ سے کئی گز کے فاصلے پر جا گرا۔ اس کا بند بند جدا ہو گیا اور اس طرح سے وہ بھی ختم ہوا۔ اب ارزق کا صرف ایک لڑکا باقی تھا۔ طیش و ضد میں آ کر اپنے چوتھے لڑکے کو

Marfat.com

بھی قاسم کے مقابلہ میں بھیجتا ہے۔ جونہی وہ قریب آیا۔ آپ نے جوش میں آ کر تلوار سے اس پر حملہ کیا تو اس کا ہاتھ کٹ گیا اور سینہ پھٹ گیا وہ وہاں سے بھاگا۔ اور بمشکل اپنے لشکر میں پہنچا ہی تھا کہ گر کر مر گیا۔

اب تو ارزق غصے سے لال پیلا ہو رہا تھا۔ بغیر کسی کے کہے سنے گھوڑے پر سوار ہوا۔ اور میدان کی طرف چل پڑا دور سے اسے آتے دیکھ کر حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اشارہ کیا اور بھاگ کر آئے۔ ارزق سے فرمانے لگے کہ تو واپس جا اور کسی اور آدمی کو بھیج میرا قاسم ابھی بچہ ہے۔ وہ تیرے ساتھ تاب مقاومت نہیں رکھتا اور اگر تو اسی وقت لڑنا چاہتا ہے تو پھر تیرے مقابلے کے لیے میں خود میدان میں نکلتا ہوں۔ ارزق جس کی آنکھوں کے سامنے اس کے چار نوجوان لڑکوں کے لاشے تڑپ رہے تھے۔ وہ بھلا کسی کی بات کیا سنتا۔ اس کی آنکھوں میں خون اتر رہا تھا۔ غصے سے لال پیلا اور از خود رفتہ ہوا جاتا تھا۔ گرج کر بولا حسین میرے راستے سے ہٹ جاؤ۔ میں تمہارے ساتھ بھی نپٹ لوں گا لیکن فی الحال تو مجھے قاسم سے اپنے چاروں بیٹوں کا بدلہ لینا ہے۔ جب تک میں اس کے چار ٹکڑے نہیں کر لیتا اس وقت تک میں چین سے نہیں بیٹھوں گا۔ یہ سن کر آپ نے اپنے دونوں ہاتھ اٹھا کر اے بار الہٰ میرا قاسم نو آموز ہے اور ظالم ارزق تجربہ کار جنگجو ہے۔ میری دعا سن لے۔ آج میدان میں میرے قاسم کی لاج رکھ لے یہ کہا اور خیمے کی جانب واپس آ گئے۔

اتنے میں ارزق حضرت قاسم کے مقابلہ میں آ کھڑا ہوا اور شیر کی مانند گرج کر کہنے لگا۔ او قاسم تو ہی حسن کا بیٹا ہے۔ جس نے میرے چار بیٹوں کو خاک وخون میں تڑپایا ہے۔ اب تیار ہو جا میں تجھ سے اپنے چاروں بیٹوں کا بدلہ لینے لگا ہوں۔

حضرت قاسم اس کی یہ ہرزہ سرائی سن کر نہ گھبرائے اور نہ متفکر ہوئے بلکہ فرمانے لگے اے ارزق اگر تمہیں اپنے ساز و سامان پر بھروسہ ہے تو مجھے اپنے ایمان پر بھروسہ ہے۔ یہ تو اللہ ہی جانتا ہے کہ تو میرے ٹکڑے اڑاتا ہے یا میرے ہاتھوں تیرے ٹکڑے اڑ جاتے ہیں۔

Marfat.com

جنگی حکمت عملی:

اس کے ساتھ ہی حضرت قاسم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حکمت عملی اور داؤ سے کام لینا چاہا کیونکہ جنگ میں دشمن کے خلاف داؤ استعمال کرنا جائز ہے۔ اچانک ایک تدبیر آپ کے ذہن میں آئی۔ آگے بڑھے اور ارزق سے فرمانے لگے۔ میں نے سنا تھا کہ تو بڑا جنگجو، بہادر، مرد میدان ہے مگر میں نے تو تیرے جیسا احمق اور اصول جنگ سے ناآشنا آج تک نہیں دیکھا۔ تجھ سے تو تیرے بیٹے ہی اچھے شہسوار تھے۔ ارزق یہ باتیں سن کر بڑا سٹ پٹایا اور کہنے لگا قاسم تو مجھے یہ طعنہ کیوں دے رہا ہے تو نے مجھ میں کون سی خامی پائی ہے۔ آپ فرمانے لگے۔ وہ دیکھ تیرے گھوڑے کا تسمہ ٹوٹا ہوا ہے اور تجھے خبر نہیں۔ لڑائی کے دوران میں جب تو کوئی حرکت کرے گا تو گھوڑے سے نیچے گر پڑے گا۔ اس لیے میں تمہیں مہلت دیتا ہوں کہ تو اپنے گھوڑے کی زین کے تسمے باندھ لے۔ ارزق کچھ تو پہلے ہی مخبوط الحواس ہو چکا تھا اب قاسم کی یہ باتیں سن کر اور بھی بدحواس ہو کر یقین کر بیٹھا کہ شاید میری زین کا تسمہ فی الواقعہ ہی ٹوٹ چکا ہے۔ اسے دیکھنے کے لیے فوراً نیچے جھکا اور ہاتھ تسمے کی جانب بڑھانا ہی چاہتا تھا کہ حضرت قاسم جو موقع کی تلاش میں تھے۔ آگے بڑھے اور اللہ اکبر کا نعرہ لگا کر اس زور کا وار کیا کہ ظالم ارزق کے دو ٹکڑے ہو کر نیچے گر پڑے اور وہ خاک و خون میں تڑپنے لگا۔ یہ سارا نظارہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ دیکھ رہے تھے۔ دوڑے ہوئے آئے اور قاسم کو کچھ وقفے کے لیے خیمے میں لے گئے۔ سینے سے لگا کر پیار کرنے لگے۔ قاسم کہنے لگے۔ چچا جان پیاس نے تنگ کر رکھا ہے۔ زبان پر کانٹے پڑ چکے تھے۔ اگر دو گھونٹ پانی کے نصیب ہو جائیں تو دشمن کی ساری فوج کے لیے آپ کا یہ بیٹا اکیلا ہی کافی ہے آپ نے فرمایا بیٹا دنیا کا پانی تو ہماری قسمت میں نہیں رہا۔ میدان میں جاؤ اور نانائے پاک کے حوض کوثر سے اپنی پیاس بجھاؤ۔ آپ پھر میدان میں واپس لوٹے اور آ کر مبارزت طلبی کی۔ ادھر ارزق کی موت کا سن کر لشکر یزید میں ہلچل مچ گئی تھی اور شور برپا تھا۔

اب ابن سعد نے حکم دیا کہ پانچ سو آدمی مل کر قاسم پر حملہ کریں۔ تشنہ لب قاسم نے جب جم غفیر کو آتے ہوئے دیکھا تو ان پر باز کی طرح جھپٹ پڑے کبھی میمنہ پر حملہ

Marfat.com

کرتے تو کبھی میسرہ پر حملہ آور ہوتے اور کبھی قلب میں داخل ہو کر تیغ آبدار اور شانِ حیدر کرار کے جوہر دکھاتے مگر ادھر اکیلا قاسم اور ادھر سینکڑوں دشمن تھے۔ آپ زخموں سے نڈھال ہو گئے ایک تیر آپ کے سینہ مبارک پر ایسا لگا جو دل میں پیوست ہو گیا آپ خون سے لت پت گھوڑے سے لڑھکنے لگے۔

ایک روایت میں ہے کہ عمرو بن سعد بن نفیل ازدی نے آپ کی گردن پر تلوار ماری حضرت قاسم رضی اللہ تعالیٰ عنہ پکارے اے چچا الوداع! اور زمین پر گر پڑے۔

ان کی آواز سنتے ہی حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ باز کی طرح جھپٹے اور شیر کی طرح حملہ کر کے عمرو کا ہاتھ کاٹ ڈالا اور عمرو کی چیخ پکار سن کر کوفی سوار اُسے بچانے کے لیے ٹوٹ پڑے لیکن گھبراہٹ میں بجائے بچانے کے اسے اپنے گھوڑوں کی ٹاپوں سے روند ڈالا اور وہ اُسی وقت ہلاک ہو گیا۔

جب غبار چھٹا تو لوگوں نے دیکھا کہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ قاسم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی لاش کے سرہانے کھڑے ہیں اور فرما رہے ہیں:

''اِس قوم کے لیے ہلاکت ہو جس نے تجھے قتل کیا۔ قیامت کے دن یہ لوگ تیرے نانا کو کیا جواب دیں گے؟''

اس کے بعد فرمایا ''واللہ! تیرے چچا کے لیے یہ سخت حسرت کا مقام ہے کہ تو اُسے پکارے اور وہ تجھے جواب نہ دے سکے اور نہ تیری کوئی مدد کر سکے۔ افسوس آج تیرے چچا کے دشمن بہت ہو گئے اور مددگار کوئی بھی باقی نہ رہا۔'' یہ کہہ کر اُسے اُٹھایا اور اپنے بیٹے علی اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دیگر اہل بیت کی لاشوں کے پاس لٹا دیا۔ اس کے بعد حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے خیمے کے سامنے کھڑے ہو گئے۔ عین اس وقت آپ کے یہاں لڑکا پیدا ہوا جس کا نام عبداللہ رکھا گیا۔ اُسے آپ کے پاس لایا گیا اور آپ اس کے کان میں اذان دینے لگے۔ فوراً ہی بنی اسد کے ایک بدبخت نے ایسا تیر مارا جو بچے کے حلق میں پیوست ہو گیا اور اُس کی روح عالم بالا کو پرواز کر گئی۔ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے

Marfat.com

اپنے چلو میں اُس کا خون بھرا اور اُسے زمین پر گرا دیا۔ بعد ازاں اُسے بھی دوسرے شہیدوں کے پاس لا کر لٹا دیا۔

اسی دوران میں عبداللہ بن عقبہ نے ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تیر مار کر شہید کر دیا۔

جب حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھا کہ خاندان کے تمام لوگ ایک ایک کر کے فدا ہو گئے ہیں تو اُنھوں نے اپنے سوتیلے بھائیوں عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا "اب تمہارے قربان ہونے کا وقت آ گیا ہے، آگے بڑھو اور اللہ کے راستے میں جانیں دے دو۔" چنانچہ سب سے پہلے عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آگے بڑھے اور شدید لڑائی کے بعد جام شہادت نوش کیا۔ اُن کے بعد جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بڑھے، وہ بھی شہید ہوئے۔ ان کے بعد عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ میدان میں نکلے، اُن پر بنوابان کے ایک شخص نے حملہ کیا اور اُن کا سر تن سے جدا کر دیا۔ بنوابان ہی کے ایک شخص نے محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن ابی طالب پر حملہ کیا اور اُنھیں شہید کر دیا تھا۔

اسی دوران میں اہل بیت کے خیموں میں سے ایک ننھا بچہ نکلا اور خوف زدہ نظروں سے اِدھر اُدھر دیکھنے لگا۔ ہانی بن شبیت حضرمی نے آگے بڑھ کر اُسے بھی شہید کر دیا۔

حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ زخموں سے چُور چُور ہو چکے تھے اور آپ کو شدید پیاس لگی ہوئی تھی۔ آپ اپنے بھائی عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لے کر دریائے فرات کی طرف چلے۔ دشمن کے سواروں نے آپ کو روکنا چاہا مگر آپ لڑتے بھڑتے کنارے تک پہنچ ہی گئے اور برتن میں پانی لے کر پینا ہی چاہتے تھے کہ حصین بن نمیر نے تیر مارا جو آپ کے گلے میں پیوست ہو گیا۔ آپ نے تیر کھینچا اور اپنے ہاتھ منہ کی طرف اُٹھائے تو دونوں چُلّو خون سے

Marfat.com

بھر گئے۔ آپ نے خون کو آسمان کی طرف پھینکا اور فرمایا:

''اے اللہ! میں تجھی سے شکوہ کرتا ہوں۔ دیکھ، تیرے رسولؐ کے نواسے کے ساتھ کیا سلوک ہو رہا ہے!''

یہ کہہ کر اسی تشنگی کی حالت میں آپ واپس چلے۔ دشمنوں نے نرغہ کر کے عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آپ سے علیحدہ کر دیا۔

حضرت عباس علمدار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت:

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ صورت حال کا خوب اچھی طرح ادراک کر چکے تھے۔ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے میدان کارزار میں جانے کی اجازت طلب کی تو حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھائی کی طرف دیکھا اور فرطِ محبت سے بے تاب ہو کر فرمایا اے میرے محبوب عباس یہ تم نے کیا کہا ہے؟ ذرا سوچو اور دیکھو فراوانی غم سے میری کیا حالت ہے۔ میرے قلبِ حزیں میں باقی رہ ہی کیا گیا ہے کیوں دکھی دل کو مزید دکھاتے ہو کیا تم یہ چاہتے ہو کہ جب میں اس دنیا سے جاؤں تو حقیقی معنوں میں بے یار و مددگار جاؤں اور اگر آخری وقت اتفاق سے میری آنکھیں کھل بھی جائیں تو گرد و پیش دور دور تک کوئی اپنا نظر نہ آئے اگر تمہیں میری۔ بے کسی کا خیال نہیں تو نہ سہی۔ مجھے اس کا کوئی شکوہ نہیں مگر خواتین حرم کا تو کچھ خیال کرو مجھے تو یہ ظالم کسی صورت میں بھی نہ چھوڑیں گے۔ پھر جب تم بھی نہ ہو گے تو ان مظلوموں کا وارث کون ہوگا اور یہ مدد کے لئے کس کو پکاریں گی۔ اس میں کسی طرح بھی فرمایئے یہ تو قیامت تک بھی نہیں ہو سکتا کہ آپ پر آنچ آتی ہو اور میں اپنی آنکھوں سے دیکھتا رہوں۔

حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ عباس کا یہ محبت بھرا پیغام سن کر خاموش رہ گئے۔ دل تو نہ چاہتا تھا کہ عباس جیسے دلربا کو اپنی آنکھوں کے سامنے خاک و خون میں تڑپتا دیکھیں مگر مجبوراً بولے۔ اے عباس تو نے میرے ساتھ رات دن بھوک اور پیاس میں گزارے ہیں۔ اب بخوشی جاؤ اور حوضِ کوثر سے اپنی پیاس بجھاؤ۔ کچھ وقفے کے بعد میں

Marfat.com

بھی تمہارے پاس آنے والا ہوں۔

آخری وصیت:

جب حضرت عباس علمدار کو حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے میدان جنگ میں جانے کی اجازت دے دی تو آپ خوشی سے پھولے نہ سمائے کہ آج شجاعت حیدری دکھانے کا موقع ملے گا اور پھر شہادت جیسے اعلیٰ وارفع منصب پر سرفرازی ہوگی۔ جانے سے پہلے آخری رخصت کے لئے آپ خیمہ اہل بیت میں تشریف لائے۔

اپنی زوجہ مطہرہ کو تسلی دی۔ خواتین حرم سے اجازت طلب کر کے جب معصوم سکینہ کے سر پر دست شفقت پھیرا۔ تو سکینہ نے ہاتھ پکڑ لیا اور کہنے لگی میرے اچھے چچا جان آپ کدھر جا رہے ہیں؟ تشنگی سے میری زبان پر کانٹے پڑ چکے ہیں۔ شفیق چچا بولے۔ بیٹی میں تیرے لیے پانی لینے جا رہا ہوں تم کچھ دیر میرا انتظار کرو۔ معصوم سکینہ لہجہ معصومیت میں بولی۔ چچا جان پانی کتنی دور ہے کہ بھائی قاسم لینے گئے لیکن ان کا انتظار کرتے کرتے بھی میں تھک گئی ہوں۔ ادھر پیاس سے میرا دم گھٹا جا رہا ہے۔ جان نکلی جا رہی ہے۔ پیاس کے مارے منہ سے بات نہیں نکلتی۔ پیارے چچا جان کیا آپ بھی اتنی ہی دیر لگائیں گے؟ سکینہ کی معصومیت بھری باتیں سن کر عباس کا دل بھر آیا اور روتے ہوئے کہنے لگے۔ بیٹی میں اب پانی ہی لینے جا رہا ہوں۔ ابھی لے آؤں گا۔ تم مجھے مشکیزہ دو۔ پیاس کی شدت سے دو قدم بھی چلنے کی ہمت نہ تھی لیکن پانی کی خوشی میں سکینہ دوڑتی ہوئی گئی اور اپنے ننھے ننھے ہاتھوں سے مشکیزہ اٹھا لائی۔

حضرت عباس نے مشکیزہ کاندھے پر رکھا۔ معصوم سکینہ کو پیار کیا۔ حرم سے رخصت ہو کر بھائی جان حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے گلے ملے اور میدان جنگ کی طرف روانہ ہو گئے۔

دشمنوں نے جب حضرت عباس کو میدان میں اترتے دیکھا تو ان کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ عباس جیسا بہادر اور جنگجو تو اب میدان میں

Marfat.com

آیا ہے۔

حضرت عباس علمدار میدان جنگ میں:

حضرت عباس علمدار نے میدان جنگ میں پہنچتے ہی نعرہ تکبیر بلند کیا آواز سنتے ہی لعینوں کے کلیجے دہل گئے۔ چہروں کا رنگ فق ہوگیا۔ اور کسی لعین کی جرأت نہ ہوئی مقابلہ کر سکے اس فوج میں دمشق کا ایک نامور سردار بھی شامل تھا جس کا نام مارو بن صدیف تھا۔ جب اس نے یہ کوفیوں کی حالت اضطراری دیکھی تو کہنے لگا۔

اے کوفیو شامی تو تمہاری بہادری کے متعلق بہت کچھ سنتے آئے تھے مگر آج تمہاری حالت عجیب ہے۔ ایک ہی جوان مقابلے پر آیا ہے اور تمہارے اُوسان خطا ہو گئے ہیں۔ تم ہزاروں کی تعداد میں ہو اور ادھر صرف ایک متنفس ہے۔ پھر بھی تمہاری روحیں تھرا رہی ہیں۔

شمر ملعون نے جب یہ طعنہ سنا تو جھلا کر بولا۔ اگر ہم بزدل ہیں اور اس جوان کا مقابلہ کرنے سے قاصر ہیں تو ذرا تو ہی آگے بڑھ اور ہاشمی بہادر کے دو ہاتھ دیکھ لے۔

مارو بن صدیف واقعی بہادر تھا۔ غرور میں آ کر تنہا آگے بڑھا اور تفاخرانہ انداز میں کہنے لگا۔ اے ہاشمی جوان مجھے تیری جوانی اور خوبصورتی دیکھ کر ترس آ رہا ہے۔ میں تجھے اب بھی کہتا ہوں اگر جان کی سلامتی چاہتے ہو تو واپس چلے جاؤ۔

حضرت عباس علمدار کی رگوں میں ہاشمی خون گردش کر رہا تھا۔ مارو کی اس لاف زنی پر پہلے تو مسکرائے اور پھر جھپٹ کر اس کا نیزہ پکڑ لیا پھر جو جھٹکا مارا تو نیزہ آپ کے ہاتھ میں آ گیا اور مارو لعین گھوڑے سے نیچے گر پڑا۔ آپ نے نعرہ تکبیر بلند کرتے ہوئے تلوار کا ایک ایسا بھرپور وار کیا کہ تلوار سر کو کاٹتی ہوئی حلق تک اتر گئی۔ معاً آپ کو خیال آیا کہ میں ان لعینوں کو واصل جہنم کرنے کی غرض سے نہیں بلکہ معصوم سکینہ کے لیے پانی لینے آیا ہوں اسی وقت آپ نے فرات کا رخ کیا۔ جب دشمنوں نے حضرت عباس کو فرات کی جانب بڑھتے دیکھا تو حملہ کرنے کی غرض سے بڑھے۔ آپ تنہا ان ظالموں کا مقابلہ کرتے ہوئے لبِ

Marfat.com

فرات پہنچ گئے۔

دریائے فرات کے کنارے:

دریائے فرات پر یزیدیوں کا پہرہ تھا مگر وہ آپ کے سامنے کب ٹھہر سکتے تھے۔ کائی کی طرح پھٹ گئے حضرت عباس گھوڑے سے نیچے اتر آئے ایک ہاتھ سے علم سنبھالا اور دوسرے ہاتھ سے مشکیزہ بھرا۔ جی چاہا کہ ایک چلو بھر پانی پی لیوں۔ آپ نے چلو بھرا اور جونہی منہ کے قریب لائے تو ننھے ننھے بچوں اور خواتین حرم کی تشنگی یاد آئی اور پانی پھینک دیا۔

اب مشکیزہ بھر کر گھوڑے پر سوار ہوئے اور گھوڑے کو ایڑ لگا دی۔ جب شمر ملعون نے آپ کو خیمہ اہل بیت کی طرف بڑھتے دیکھا تو با آواز بلند کہنے لگا۔ اے لشکر یزید دیکھنا یہ پانی کہیں خیمے تک نہ پہنچ جائے۔ ورنہ ہمارا کوئی ٹھکانہ نہیں۔ ان میں اب سے ہزار گنا زیادہ طاقت پیدا ہو جائے گی۔

ابن سعد لعین کے حکم سے ہزاروں کی تعداد میں دشمنوں نے یکدم آپ پر تیر و تفنگ کی بوچھاڑ شروع کر دی۔ ہزاروں وار ایک وقت میں آپ پر ہو رہے تھے۔ حضرت عباس کو اپنی جان کی پرواہ نہ تھی۔ وہ صرف یہ چاہتے تھے کہ کسی نہ کسی طرح پانی کا مشکیزہ خیمے تک پہنچ جائے۔ چنانچہ مشکیزہ کو تیروں کی بوچھاڑ سے بچاتے ہوئے برابر خیمہ کی جانب بڑھ رہے تھے۔

آپ کا تمام جسم مبارک تیروں سے چھلنی ہو چکا تھا۔ اچانک ایک ظالم نے جس کا نام نوفل تھا۔ پیچھے سے آ کر داہنے شانے پر تلوار کا وار کیا۔ جس سے آپ کا دایاں بازو کٹ گیا پھرتی سے آپ نے گرتے ہوئے مشکیزے کو بائیں کندھے پر لے لیا۔ ایک ظالم نے بائیں کندھے پر وار کر کے آپ کا بایاں بازو بھی جسم سے جدا کر دیا اب آپ کے لیے بہت مشکل کا وقت تھا۔ آپ نے دامن تدبیر کو مضبوطی سے پکڑتے ہوئے عجلت و دلیری کے ساتھ مشکیزے کو دانتوں میں دبا لیا۔ اب لعینوں نے مشکیزے پر وار کرنے شروع کر دیئے۔ ایک ظالم نے ایسا تیر مارا جو سیدھا مشکیزے میں پیوست ہو گیا اور سارا پانی بہہ

Marfat.com

گیا۔ اس وقت آپ نے آسمان کی جانب منہ کیا اور کہا اے میرے خالق و مالک تیرا منشا اس میں کیا ہے کہ تشنگان اہل بیت کو پانی ایک قطرہ نصیب نہیں ہوتا۔ اے مولا گواہ رہنا کہ میں نے اہل بیت رسول کی تشنگی دور کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگایا اور اپنی جان کی بھی پرواہ نہ کی۔ اس کے بعد آپ گھوڑے سے نیچے گر پڑے۔ اور جام شہادت نوش کیا۔

امام حسین رضی اللہ عنہ پر حملہ:

جب حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے خیمے کی طرف لوٹ آئے تو شمر بن ذی الجوشن کئی سواروں کو لے کر جن میں ابوالخنوب عبدالرحمان الجعفی، قشعم بن عمرو بن یزید الجعفی، صالح بن وسبب الیزنی، سنان بن انس النخعی اور خولی بن یزید الاصبحی تھے آپ کی جانب بڑھا اور اُنھیں آپ کے خلاف برانگیختہ کرنے لگا۔ آپ بھی آگے بڑھ کر تلوار کے جوہر دکھانے لگے جس کی تاب نہ لا کر وہ لوگ پیچھے ہٹ گئے لیکن تھوڑی دیر میں وہ پھر جمع ہو گئے اور آپ کا محاصرہ کر لیا۔ قبیلہ کندہ کے ایک شخص مالک نے تلوار سے آپ کے سر پر وار کیا۔ آپ ٹوپی پہنے ہوئے تھے۔ تلوار ٹوپی کو چیرتی ہوئی سر میں جا کر لگی۔ سر سے خون جاری ہو گیا اور ساری ٹوپی خون سے بھر گئی۔ آپ نے ٹوپی اتاری، سر پر پٹی باندھی اور دوسری ٹوپی اوڑھ کر اس پر عمامہ باندھ لیا۔

خیمے کے اندر سے نوعمر عبداللہ بن حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب آپ کو دشمنوں کے نرغے میں گھرا دیکھا تو وہ جوش سے بے قابو ہو گیا اور ایک لکڑی لے کر آپ کے پہلو میں جا کھڑا ہوا۔ اسی وقت ابن کعب نے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر تلوار سے ایک اور حملہ کیا۔ عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چلا کر کہا:

"اے خبیث! میرے چچا کو قتل کرے گا؟"

یہ سن کر ابن کعب نے بچے پر تلوار چلائی۔ بچے نے اپنے ہاتھ پر وار روکا جس سے اُس کا ہاتھ کٹ گیا۔ بچہ تکلیف سے بے قرار ہو کر چیخنے لگا۔ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

Marfat.com

نے اُسے گود میں اُٹھالیا اور فرمایا:

''اے میرے بھتیجے! اس مصیبت پر، جو تجھ پر پڑی، صبر کر۔ اللہ تجھے بھی تیرے پاک و مطہر آباؤ اجداد تک پہنچادے گا۔''

اس کے بعد آپ نے اپنی نظر آسمان کی طرف اُٹھائی اور فرمایا:

''اے اللہ! اِن لوگوں سے بارش کے قطروں کو روک لے اور زمین کی برکتوں کو ان پر حرام کردے۔ اے اللہ! اگر تو انھیں کچھ دنوں کی اور مہلت دے تو ان میں پھوٹ ڈال دے اور انھیں ایک دوسرے سے الگ الگ کردے کیونکہ ان لوگوں نے ہمیں بلایا اور ہماری مدد کا وعدہ کیا لیکن جب ہم آئے تو ہمارے خلاف میدانِ جنگ میں کود پڑے اور ہمیں قتل کر دیا۔''

آپ کا سر اور سارا بدن شدید زخمی ہو چکا تھا لیکن اس حالت میں بھی جب آپ تلوار چلاتے تھے تو آپ کے دائیں بائیں دشمنوں کی بھیڑ اس طرح چھٹ جاتی تھی جس طرح پانی پر سے کائی۔ اسی دوران میں آپ کی بہن زینب اپنے خیمے سے یہ کہتی ہوئی باہر نکلیں۔ ''کاش آسمان زمین پر ٹوٹ پڑے۔'' اسی موقع پر عمرو بن سعد حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قریب پہنچا۔ زینب نے چلاّ کر کہا ''اے عمرو! کیا ابوعبداللہ (حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تیری آنکھوں کے سامنے قتل ہو جائیں گے؟ یہ سن کر عمرو بن سعد کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور ٹپ ٹپ اس کے رخساروں اور ڈاڑھی پر گرنے لگے جس پر اُس نے منہ پھیر لیا۔

حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ انتہائی بہادری سے لڑ رہے تھے اور فرما رہے تھے۔

''کیا تم میرے قتل پر مجتمع ہو گئے ہو؟ واللہ! میرے بعد اپنے بندوں میں سے کسی بندے کے قتل پر اللہ اتنا ناراض نہ ہوگا جتنا میرے قتل پر ہوگا۔ مجھے اللہ ضرور عزت بخشے گا لیکن تم سے ایسے ایسے طریقوں سے انتقام لے گا کہ ان کا تصور بھی نہ کر سکو گے۔''

اب بہت دیر ہو چکی تھی۔ دشمن اگر چاہتا تو خاصی دیر پہلے آپ کو شہید کر چکا ہوتا

Marfat.com

لیکن ہر شخص اس گناہ کا بار دوسرے پر ڈالنا چاہتا تھا اور خود بچنا چاہتا تھا۔

جب شمر بن ذی الجوشن نے یہ دیکھا تو پیدل فوج کے پیچھے سوار لا کر کھڑے کر دیے اور تیر اندازوں کو حکم دیا کہ وہ تیر چلائیں۔ ساتھ ہی چلا کر کہا:

تمہارا برا ہو، تم کس کا انتظار کر رہے ہو؟ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قتل کیوں نہیں کر چکتے؟"

سر مبارک کاٹ دیا گیا:

چنانچہ چاروں طرف سے آپ پر حملہ کر دیا گیا۔ زرعہ بن شریک تمیمی نے آپ کے بائیں بازو پر تلوار ماری اور اسے الگ کر دیا۔ پھر آپ کے شانے پر تلوار ماری۔ آپ لڑ کھڑائے۔ لوگ پیچھے ہٹ گئے۔ لیکن سنان بن انس نخعی نے آگے بڑھ کر آپ کے نیزہ مارا اور آپ زمین پر گر پڑے۔ خولی بن یزید الاصبحی آپ کا سر کاٹنے کے لیے آگے بڑھا لیکن ہمت نہ پڑی یہ دیکھ کر سنان نے کہا:

"اللہ تیرے اعضاء کو شل کر ڈالے!" یہ کہہ کر خود گھوڑے سے اُتر کر آپ کو ذبح کیا۔

"مفید" میں لکھا ہے کہ آپ کا سر خود شمر بن ذی الجوشن نے کاٹ کر خولی بن یزید کے حوالے کیا تھا۔

شہادت کے بعد دیکھا گیا تو معلوم ہوا کہ آپ کے جسم پر تیروں کے زخموں کے تینتیس اور تلوار کے چونتیس زخم تھے۔

آخری شہید:

حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ کے ساتھیوں میں سے ایک شخص سوید بن ابی المطاع ابھی تک زندہ تھے اور مقتولوں کے درمیان پڑے دم توڑ رہے تھے اُنھوں نے لوگوں کو کہتے ہوئے سنا کہ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ قتل کر دیے گئے۔ وہ یہ سن کر اسی جانکنی کی حالت

Marfat.com

میں اُٹھے اور قریب پڑی ہوئی ایک چُھری لے کر دشمنوں کی طرف بڑھے لیکن تلوار کی ایک ہی ضرب سے اُن کا کام تمام کر دیا گیا۔ قافلہ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں وہ سب سے آخری شہید تھے۔

اب کوفی خیموں کی طرف بڑھے اور اہل بیت کا سارا سامان لُوٹ لیا۔ اس کے بعد وہ زین العابدین رضی اللہ عنہ کی طرف بڑھے جو بیمار پڑے تھے۔ شمر نے انھیں بھی قتل کرنا چاہا لیکن حمید بن مسلم نے کہا:

''سبحان اللہ! کیا بچوں کو بھی قتل کرو گے؟''

شمر کے باقی ساتھیوں نے بھی کہا کہ ہم اس بیمار کو قتل نہ کریں گے۔ اسی اثنا میں عمرو بن سعد بھی وہاں آ گیا۔ اُس نے کہا ''خبردار کوئی شخص خیموں میں نہ جائے، اس بیمار کو کوئی ہاتھ نہ لگائے اور جس نے جو کچھ لُوٹا ہے سب واپس کر دے۔''

اُس نے خیموں پر چند سپاہی متعین کر دیے تاکہ وہ عورتوں اور بچوں کی حفاظت کریں۔ یہ انتظام کرنے کے بعد وہ واپس میدان میں آ گیا اور پکار کر کہا کہ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جسم روندنے کے لیے کون کون تیار ہے؟ اِس پر دس آدمیوں نے اپنے نام پیش کیے اور گھوڑے دوڑا کر جسم اطہر کو روند ڈالا۔

دن کا آخری حصہ تھا۔ آفتاب زیادہ دیر تک یہ ہولناک منظر نہ دیکھ سکا اور خون روتا ہوا غروب ہو گیا۔

حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کا واقعہ یوم عاشوراء یعنی ۱۰ محرم ۶۱ھ مطابق ۱۰ اکتوبر ۶۸۰ء کو بعد نماز ظہر پیش آیا۔ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عمر اس وقت پچپن برس کی تھی۔ آپ کے ساتھ بہتر آدمی شہید ہوئے۔ ان میں اٹھارہ آپ کے رشتہ دار اور خاندان بنو ہاشم کے فرد تھے جن کے نام مندرجہ ذیل ہیں۔

(1) عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (2) جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (3) عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (4) عثمان رضی

Marfat.com

اللہ تعالیٰ عنہ بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (5) محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (6) ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (7) علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (8) عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ (9) ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ (10) عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ (11) قاسم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ (12) عون بن عبداللہ بن جعفر (13) محمد بن عبداللہ بن جعفر (14) جعفر بن عقیل (15) عبدالرحمان بن عقیل (16) عبداللہ بن عقیل (17) عبداللہ بن مسلم بن عقیل (18) محمد بن ابوسعید بن عقیل۔

عمرو بن سعد کی فوج کے اٹھاسی آدمی مارے گئے۔ زخمیوں کی تعداد ان کے علاوہ تھی۔

عمرو نے تمام شہداء کے سر کاٹنے کا حکم دیا اور شمر ذی الجوشن، قیس بن اشعث عمرو بن الحجاج اور عروہ بن قیس کے ہاتھ یہ سر، حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سر کے ساتھ، ابن زیاد کے پاس بھجوا دیے۔ یہ لوگ ان سروں کو نیزوں پر لٹکا کر ابن زیاد کے پاس لے گئے۔

کربلا سے کوفہ کی طرف:

شہادت کے دو روز بعد عمرو بن سعد، حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیٹیوں، بہنوں، شیر خوار بچوں اور علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ زین العابدین کو ہمراہ لے کر کربلا سے کوفہ روانہ ہوا۔ جب یہ تباہ شدہ قافلہ اُس جگہ سے گزرنے لگا جہاں حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دیگر شہداء کی لاشیں بے گور وکفن چٹیل میدان میں پڑی تھیں تو قافلے میں ایک ہنگامہ بپا ہو گیا۔ آپ کی بہن زینب رو رو کر کہتی تھیں:

''اے رسولؐ اللہ! جن پر ملائکہ آسمان سے درود بھیجتے ہیں دیکھیے، یہ حسین رضی

Marfat.com

اللہ تعالیٰ عنہ خاک وخون میں غلطاں، ٹکڑے ٹکڑے ہو کر چٹیل میدان میں پڑے رہے۔
آپ کی بیٹیاں قیدی ہیں۔ آپ کی اولاد مقتول ہے اور ہوا ان پر خاک اڑا رہی ہے۔"

یہ دردناک مرثیہ سن کر دوست دشمن کوئی نہ تھا جو رونے نہ لگا ہو۔ اس وقت ان لوگوں کو احساس ہوا کہ وہ کس قدر شدید گناہ کے مرتکب ہوئے ہیں۔ لیکن اب کیا ہوسکتا تھا؟

جب عمرو بن سعد میدان کربلا سے کوچ کر گیا تو اہل غاضریہ نے، جو قریب ہی رہتے تھے، آ کر نمازِ جنازہ ادا کی اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دیگر شہداء کی لاشیں دفن کیں۔

بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیان کیا ہے کہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خواب میں دیکھا کہ آپ غبار آلود تشریف لئے جارہے ہیں اور آپ کے دست مبارک میں خون سے بھری ہوئی بوتل ہے۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! میرے ماں باپ آپ پر قربان یہ کیسا حال ہے اور یہ کیا ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ یہ حسین رضی اللہ عنہ کا خون ہے جو میں نے جمع کیا ہے۔ چنانچہ اسی دن کو مدنظر رکھتے ہوئے حساب لگایا گیا تو وہ دن امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کا دن تھا۔

ترمذی شریف میں حضرت سلمٰی سے روایت ہے۔ فرماتی ہیں کہ میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئی تو میں نے دیکھا کہ آپ آنسو بہا رہی ہیں۔ میں نے آنسو بہانے کی وجہ پوچھی تو آپ نے فرمایا کہ میں نے خواب میں حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا تو آپ کا سر اطہر اور ریش مبارک غبار آلود تھی۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! یہ میں آپ کو کس حال میں دیکھ رہی ہوں؟ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ میں نے ابھی ابھی حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو شہید ہوتے دیکھا ہے۔

''مفید'' کہتا ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مزار اسی جگہ ہے جہاں دیگر

Marfat.com

شہداء کو دفن کیا گیا تھا۔ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آپ کے قدموں میں دفن کیا گیا۔ آپ کے اہل بیت اور دیگر شہداء کے لیے ایک ہی قبر کھودی گئی اور سب کو ایک ساتھ ہی دفن کر دیا گیا۔ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو، جو حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ دریائے فرات تک گئے تھے اور دشمنوں نے نرغہ کر کے اُنھیں وہیں شہید کر دیا تھا، اسی جگہ دفن کیا گیا جہاں وہ شہید ہوئے تھے۔

حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سر کے بارے میں مؤرخین میں اختلاف ہے کہ وہ کہاں دفن کیا گیا۔ بعض کہتے ہیں کہ دمشق میں دفن کیا گیا، بعض کہتے ہیں اُسے مدینہ بھیج دیا گیا جہاں اُسے دفن کیا گیا! بعض دیگر مقامات کا نام لیتے ہیں۔

Marfat.com

ابن زیاد کے دربار میں

ابن زیاد قصر الامارۃ میں بیٹھا تھا۔ لوگوں کو محل میں آنے کی عام اجازت تھی۔ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سر ایک طشت میں اُس کے سامنے رکھا تھا۔ وہ اسے دیکھ دیکھ کر مسکرا رہا تھا اور ایک چھڑی بار بار آپ کے لبوں پر مارتا تھا۔ اُس کی ایک جانب رسولؐ اللہ کے صحابی زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن ارقم بیٹھے تھے جو بہت بوڑھے ہو چکے تھے۔ جب اُنھوں نے دیکھا کہ ابن زیاد اس حرکت سے باز نہیں آتا تو فرمایا:

''ان لبوں سے چھڑی ہٹالو۔ اللہ کی قسم جس کے سوا اور کوئی معبود نہیں، میں نے اپنی ان آنکھوں سے دیکھا ہے کہ رسولؐ اللہ ان ہونٹوں پر اپنے ہونٹ رکھتے تھے اور چومتے تھے۔''

یہ کہہ کر وہ رونے لگے۔

ابن زیاد نے کہا ''اللہ تیری دونوں آنکھوں کو رُلائے۔ واللہ! اگر تو بوڑھا ہو کر سٹھیانہ گیا ہوتا اور تیری عقل ماری نہ گئی ہوتی تو میں تیری گردن اُڑا دیتا۔''

زید بن ارقم یہ کہتے ہوئے اس مجلس سے اُٹھ کھڑے ہوئے:

''اے لوگو! آج کے بعد تم غلام بن گئے کیونکہ تم نے فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لخت جگر کو قتل کیا اور ابن زیاد کو اپنا حاکم بنایا جو تمہارے نیک لوگوں کو قتل کرتا اور شریروں کو نوازتا ہے۔''

احادیث کی مختلف کتابوں میں حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ذرا

Marfat.com

مختلف الفاظ کے ساتھ اس بات کو اس طرح بیان کیا گیا ہے۔ ترمذی کی روایت میں ہے کہ اس لعین نے امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ناک مبارک پر چھڑی ماری۔ طبرانی کی روایت میں ہے کہ اس لعین نے آپ کی دونوں آنکھوں اور ناک پر چھڑی ماری۔ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس لعین سے کہا اپنی چھڑی سر اقدس سے اٹھالو میں نے اس جگہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بوسہ دیتے ہوئے دیکھا تھا۔ بزار نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا میں نے ابن زیاد لعین سے کہا کہ میں نے حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس جگہ بوسہ دیتے دیکھا ہے۔ جہاں تو چھڑی سے مار رہا ہے۔ تو وہ رک گیا۔ طبری نے اپنی اسناد کے ساتھ حمید بن مسلم سے روایت کی ہے۔ جب ابن زیاد لعین اپنی چھڑی سے امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے والے دانتوں پر مار رہا تھا تو حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ منظر برداشت نہ ہوسکا اور کہا ان دونوں پیارے پیارے ہونٹوں سے اپنی چھڑی اٹھالے اللہ کی قسم! میں نے حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو انہیں بوسہ دیتے ہوئے دیکھا ہے۔ یہ کہہ کر فرط غم سے حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ رو دیئے۔ ابن زیاد لعین نے حضرت زید بن ارقم سے کہا اللہ تجھے رولائے اگر تو بوڑھا نہ ہوتا تو میں تیری گردن اڑا دیتا۔

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی جرأت

پھر اہل بیت کے دوسرے افراد اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہمشیرہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا ابن زیاد کے پاس لائی گئیں۔ ان کی حالت نہایت خستہ ہو رہی تھی اور وہ پھٹے پرانے کپڑے پہنے ہوئے تھیں۔ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا آکر محل کے ایک گوشے میں بیٹھ گئیں اُن کے ارد گرد ان کی لونڈیاں بیٹھ گئیں۔ ابن زیاد نے پوچھا۔ "یہ کون ہے جو محل کے گوشے میں بیٹھی ہے اور چاروں طرف سے عورتیں اُسے گھیرے میں لیے ہوئے ہیں؟" ابن زیاد کی اس بات کا کسی نے کوئی جواب نہ دیا۔ اس نے دوبارہ پوچھا، پھر بھی کوئی جواب نہ ملا۔ تیسری بار پوچھنے پر ایک لونڈی نے کہا:

Marfat.com

''یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نواسی اور فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بیٹی زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں۔'' اس پر ابن زیاد نے اُنھیں مخاطب کر کے کہا:

''اللہ کا شکر ہے جس نے تمھیں ذلیل و خوار کیا اور جھٹلایا۔''

حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جواب دیا ''اللہ کا شکر ہے جس نے ہمیں اپنے نبیؐ کے ذریعے سے عزت دی اور ہمیں گندگی سے پاک کیا ہم نہیں بلکہ فاسق ذلیل ہوتے ہیں اور فاجر جھٹلائے جاتے ہیں۔''

ابن زیاد نے کہا۔ ''تو نے دیکھا، اللہ نے تیرے گھر والوں سے کیا سلوک کیا؟''

زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جواب دیا ''اُن کی قسمت میں قتل ہونا لکھا تھا اِس لیے وہ اپنے مقتل میں پہنچ گئے۔ عنقریب اللہ تجھے اور اُنھیں ایک جگہ جمع کر دے گا۔ اُس وقت تم اللہ کے سامنے ایک دوسرے سے سوال و جواب کر لو گے۔''

یہ سن کر ابن زیاد کو سخت طیش آیا، اُس نے کہا ''اللہ نے سرکش اور نافرمان باغیوں کی موت سے میرا دل ٹھنڈا کر دیا۔''

زینب رونے لگیں اور کہا ''میری عمر کی قسم! تم نے ہمارے لوگوں کو قتل کر ڈالا، ہماری شاخوں کو کاٹا اور ہمارے خاندان کو ملیامیٹ کر دیا۔ اگر اس سے تیرا دل ٹھنڈا ہو سکتا ہے تو کر لے۔''

زین العابدین رضی اللہ عنہ کی جرأت

ابن زیاد نے یہ سن کر کہا ''یہ شاعری ہے۔ تیرا باپ بھی شاعر تھا۔'' اس کے بعد ابن زیاد کی نظر زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر پڑی اس نے پوچھا ''تم کون ہو؟''

اُنھوں نے جواب دیا ''علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔''

ابن زیاد نے پوچھا ''کیا اللہ نے علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قتل نہیں کیا؟''

Marfat.com

زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا ''میرے ایک اور بھائی کا نام بھی علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھا، اسے لوگوں نے قتل کر دیا۔''

ابن زیاد نے کہا ''اسے لوگوں نے قتل نہیں بلکہ اللہ نے قتل کیا ہے۔

زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب میں فرمایا '' اللہ ہی لوگوں کو، جب اُن کی وفات کا وقت قریب آتا ہے موت دیتا ہے۔ کسی نفس کی یہ مجال نہیں کہ وہ بغیر اللہ کی اجازت کے مرجائے۔''

ابن زیاد غضبناک ہو کر بولا ''اچھا تو تم میں میری بات لوٹانے کی جرأت پیدا ہو گئی!''

یہ کہہ کر اپنے آدمیوں کو حکم دیا کہ ''اسے لے جاؤ اور اس کی گردن اڑا دو۔''

زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا، زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے چمٹ گئیں اور کہا ''اے ابن زیاد! میں تجھے اللہ کا واسطہ دے کر کہتی ہوں کہ اگر تو اسے قتل کرنا چاہتا ہے تو اس کے ساتھ مجھے بھی قتل کر ڈال۔''

ابن زیاد کو زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بے قراری دیکھ کر رحم آ گیا او. اُس نے حکم دیا کہ ''زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو چھوڑ دو، یہ بھی اپنے خاندان کی عورتوں کے ساتھ جائے۔

اس کے بعد ابن زیاد مجلس سے اُٹھا اور مسجد میں آیا۔ اذان کہی گئی۔. وہ منبر پر چڑھا اور خطبہ دینا شروع کیا:

''اللہ کا شکر ہے کہ اس نے حق کو ظاہر کیا اور امیر المومنین یزید بن معاویہ اور اُن کے لشکر کو فتح عطا فرمائی۔ جھوٹوں کے جھوٹے حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اس کے گروہ کو قتل کر ڈالا۔''

یہ سن کر عبداللہ بن حنیف ازدی جو اندھے تھے اور اپنی ایک آنکھ جنگ جمل کے

Marfat.com

موقع پر اور دوسری جنگ صفین کے موقع پر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رفاقت میں کھو چکے تھے اور جو دن بھر مسجد میں اللہ کی عبادت کیا کرتے تھے، کھڑے ہوئے اور کہا:

"اے ابن زیاد! تو نبیوں کے بیٹوں کو قتل کرتا ہے اور منبر پر صدیقوں کی جگہ کھڑا ہوتا ہے۔ جھوٹا تو ہے اور تیرا باپ اور وہ جس نے تجھے والی بنایا۔"

ابن زیاد نے کہا "اسے میرے پاس لاؤ۔" چنانچہ ابن زیاد کے آدمیوں نے ابن حنیف کو پکڑ لیا۔ اس پر انھوں نے قبیلہ ازد کا مخصوص نعرہ لگایا۔ یہ نعرہ سن کر ایک ازدی نے اُنھیں ابن زیاد کے ہاتھوں سے بزور چھین لیا اور انھیں ان کے گھر پہنچا دیا۔ رات کے وقت ابن زیاد نے اپنے آدمیوں کو اُنھیں گرفتار کرنے کے لیے بھیجا۔ انھیں ابن زیاد کے سامنے حاضر کیا گیا اور اُس نے اُنھیں قتل کرا دیا۔

یزید کے دربار میں:

جب صبح ہوئی تو ابن زیاد نے حکم دیا کہ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دیگر مقتولین کے سر نیزوں پر چڑھا کر یزید کی خدمت میں دمشق بھیج دیے جائیں۔ اُن کے ساتھ ہی تمام عورتوں اور بچوں کو بھی یزید کے پاس روانہ کر دیا۔

جب یہ قافلہ یزید کے پاس پہنچا تو حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاحبزادیوں فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور سکینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔ اُن کے سامنے اُن کے والد کا سر رکھا ہوا تھا۔ یزید نے یہ بات محسوس کر لی اور سر کو وہاں سے ہٹا دیا۔ پھر اُن سے مخاطب ہو کر کہا "یہ جو کچھ ہوا میرے علم کے بغیر ہوا۔ اگر میں اس موقع پر موجود ہوتا تو ضرور حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو معاف کر دیتا اور درگزر سے کام لیتا۔

اس کے ساتھ ہی یزید نے عبید اللہ بن زیاد کو گالیاں دیتے ہوئے کہا کہ میں نے کب یہ حکم دیا تھا کہ حسین بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قتل کر دیا جائے۔ پھر وہ شمر ذی الجوشن اور وہاں پر موجود اہل عراق سے مخاطب ہوا اور کہنے لگا کہ میں تو تمہاری اطاعت وفرمانبرداری سے ویسے ہی خوش تھا تم نے حسین بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کیوں قتل کر دیا۔

Marfat.com

یزید کے منہ سے اس طرح کے الفاظ سن کر شمر ذی الجوشن کو بڑی حیرت ہوئی کیونکہ شمر اور اس کے ساتھیوں کو یہ توقع تھی کہ چونکہ انہوں نے یزید کی حکومت کو استحکام عطا کرنے کی غرض سے بہت بڑا کام کیا ہے اور اس کے صلے میں یزید ہم کو انعام و اکرام سے نوازے گا اور ہماری عزت بڑھائے گا مگر یزید کے اس رویے سے ان کو شدید مایوسی ہوئی یزید نے کسی کو بھی کوئی انعام اور صلہ نہ دیا اور اپنی ناخوشی اور ناراضی کا اظہار کر کے سب کو واپس لوٹا دیا۔

اس کے بعد یزید درباریوں سے مخاطب ہوا اور کہنے لگا کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کی ماں میری ماں سے اچھی تھیں اُن کے نانا سیدنا رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام رسولوں سے بہتر اور اولاد آدم کے سردار ہیں لیکن ان کے باپ علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور میرے باپ معاویہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) میں جھگڑا ہوا اسی طرح میرے اور حسین بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے درمیان تنازعہ پیدا ہوا۔ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ دونوں کہتے تھے کہ جس کے باپ دادا اچھے ہوں وہ خلیفہ ہو اور قرآن کریم کی اس آیت پر انہوں نے غور نہیں فرمایا کہ

قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِی الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ۔

بالآخر سب کو یہ معلوم ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے حق میں فیصلہ کیا یا اُن کے حق میں۔

اس کے بعد یزید نے تمام قیدیوں کو اپنے محل میں رہنے کا حکم دیا چنانچہ جب خواتین محل کے اندر عورتوں میں گئیں تو انہوں نے دیکھا کہ یزید کے محل میں موجود تمام عورتیں واقعہ کربلا کے غم میں رو رہی ہیں۔

زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیڑیوں اور زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے۔ یزید نے بیڑیاں اور زنجیریں الگ کرنے کا حکم دیا اور اُن سے مخاطب ہو کر کہا۔ ''اے علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ! تمہارے باپ نے مجھ سے قطع رحمی کی۔ میرا حق بھلایا۔ حکومت میں مجھ سے

Marfat.com

جھگڑا کیا۔ اس پر اللہ نے جو کچھ ان سے کیا وہ تم نے دیکھ لیا۔"

زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب میں یہ آیت پڑھی:

ترجمہ: (جتنی مصیبتیں روئے زمین پر اور تم پر نازل ہوتی ہیں وہ سب ہم نے ان کے پیدا کرنے سے پہلے کتاب میں لکھ رکھی ہیں اور یہ اللہ کے لیے بہت آسان ہے۔ یہ اس لیے کہ تم نقصان پر افسوس نہ کرو اور جو کچھ ہم نے تمھیں دیا ہے اس پر مغرور نہ ہو۔ اللہ ہر مغرور اور فخر کرنے والے کو ناپسند کرتا ہے)

(تمھیں جو مصیبت پہنچتی ہے وہ تمہارے اعمال کا نتیجہ ہے اور اللہ بہت سی خطاؤں کو تو معاف بھی کر دیتا ہے)

اس کے بعد یزید نے حکم دیا کہ اس کے محل کے متصل ایک گھر ان لوگوں کے لیے خالی کر دیا جائے اور انھیں نہایت عزت سے اس میں رکھا جائے۔

کچھ دن گزرنے کے بعد یزید نے اُنھیں مدینہ روانہ کرنا چاہا۔ نعمان بن بشیر کو بلا کر حکم دیا کہ ان لوگوں کی ضروریات کا سارا سامان مہیا کیا جائے اور ان کی حفاظت کے لیے سواروں کا ایک دستہ ساتھ کیا جائے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور تمام اہل بیت کو عزت و احترام سے مدینہ پہنچا دیا گیا۔

یزید سے بحث:

اس ضمن میں ایک واقعے کا ذکر کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے جس سے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بہن زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی جرأت و ہمت اور دلیری کا پتا چلتا ہے۔ جب حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اہلِ خاندان یزید کے سامنے پیش کیے گئے تو ایک شامی نوجوان نے یزید سے درخواست کی کہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ایک دوسری روایت کے رو سے فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس کے حوالے کر دیا جائے۔ فاطمہ رضی اللہ

Marfat.com

نے یہ سن کر سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی چادر پکڑ لی۔ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا چہرہ غیرت کے مارے سرخ ہو گیا اور اُنھوں نے پکار کر کہا:

''تو کمینہ ہے۔ نہ تجھے یہ اختیار حاصل ہے اور نہ یزید کو۔ یزید کو غصہ آ گیا اور اُس نے کہا:

''تم جھوٹ بولتی ہو۔ مجھے یہ حق حاصل ہے کہ اگر چاہوں تو ابھی ایسا کر سکتا ہوں۔''

زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا:

''ہرگز نہیں۔ تمہیں اللہ نے ہرگز یہ حق نہیں دیا۔ البتہ اگر تم ہماری ملت سے نکل جاؤ اور اسلام کے سوا کوئی اور دین اختیار کر لو تو بات دوسری ہے۔''

زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی یہ جرأت و دلیری دیکھ کر یزید کو اور زیادہ طیش آیا اور اُس نے کہا۔

''میرے سامنے تم ایسی باتیں کہتی ہو؟ دین سے تمہارا باپ اور بھائی نکل چکا ہے۔''

زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جواب دیا ''تم نے، تمہارے باپ نے اور تمہارے دادا نے اللہ کے دین سے، میرے باپ کے دین سے، میرے بھائی کے دین سے اور میرے نانا کے دین سے ہدایت پائی ہے۔''

یزید نے کہا ''اے اللہ کی دُشمن! تو جھوٹی ہے۔''

اس پر زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا ''تو زبردستی حاکم بن بیٹھا ہے، ظلم کرتا ہے، گالیاں دیتا ہے اور اپنی قوت سے مخلوق کو دباتا ہے۔''

یہ سن کر یزید شرمندہ ہو گیا اور کچھ نہ بولا۔ شامی نوجوان دوبارہ کھڑا ہوا اور کہا ''امیر المومنین! یہ لڑکی مجھے عنایت کیجیے۔'' یزید نے اُسے ڈانٹا اور کہا:

''اللہ تجھے موت دے اور تجھے کبھی بیوی نصیب نہ ہو!''

Marfat.com

مدینہ طیبہ میں شہادت کی خبر:

جب مدینہ میں حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آپ کے جاں نثار ساتھیوں کی شہادت کی خبر پہنچی تو وہاں ایک ہنگامہ برپا ہوگیا۔ بنو ہاشم کی عورتیں چلاتی ہوئی باہر نکل آئیں۔

عقیل بن ابی طالب کی صاحبزادی کی زبان پر یہ اشعار جاری تھے:

ماذا تقولون ان قال النبی لکم

ماذا فعلتم و انتم آخر الامم

بعترتی و باھلی بعد مفتقدی

منھم اُساری وقتلیٰ ضرجوا بدم

ماکان ھذا جزائی اذ نصحت لکم

ان تخلفونی بسورنی ذوی رحمی

(تم اُس وقت کیا جواب دو گے جب رسول اللہ تم سے پوچھیں گے کہ اے لوگو جو سب سے آخری اُمت ہو تم نے میری وفات کے بعد میری اولاد اور میرے اہل بیت سے کیا سلوک کیا کہ ان میں سے بعض قیدی ہیں اور بعض خون میں نہائے ہوئے مردہ پڑے ہیں۔ میں نے تم سے جو سلوک اور خیر خواہی کی اس کا تم نے یہی بدلہ دیا کہ میرے رشتہ داروں کے ساتھ بدسلوکی سے پیش آئے اور اُنھیں اذیتیں پہنچائیں۔)

جب عامل مدینہ ابن سعید نے خواتین کی آوازیں سنیں تو وہ ہنسا اور منبر پر چڑھ کر لوگوں کو حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کی خبر دی۔

جب عبداللہ بن جعفر کو اپنے دونوں بیٹوں عون رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کی خبر ملی تو اُن کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ ان کے رشتہ دار اور دوسرے لوگ اُن کے پاس تعزیت کے لیے آنے لگے۔ ایک شخص نے کہا:

"حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خیر خواہی کا یہ بدلا ملا۔"

Marfat.com

یہ سن کر ابن جعفر نے اُسے جوتا کھینچ مارا اور کہا ''کیا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق تو ایسی بات کہتا ہے؟ واللہ! اگر میں اُس موقع پر موجود ہوتا تو اس وقت تک حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جدا نہ ہوتا جب تک اُن کے ساتھ قتل نہ ہو جاتا۔ میرے دونوں بیٹوں کے مارے جانے سے جو مصیبت مجھ پر پڑی ہے اس خیال سے اس میں کمی ہو جاتی ہے کہ وہ دونوں میرے بھائی اور میرے چچا کے بیٹے کی حفاظت کرتے ہوئے شہید ہوئے۔ اگرچہ میں اپنے ہاتھ سے حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مدد نہ کر سکا لیکن میرے بیٹوں نے وفاداری کا حق ادا کر دیا۔''

یزید کا مزید ظلم وستم:

یزید نے دنیاوی اقتدار اور اپنی جھوٹی آن بان کی خاطر اپنے ایمان کی بھی پرواہ نہ کی جس نے بھی صدائے حق بلند کی وہ اس کے ظلم سے نہ بچ سکا۔ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے ساتھیوں کے ساتھ جو سلوک کربلا کے میدان میں کیا گیا اس کی مثال تاریخ میں نہیں ملتی۔ حضور سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے نواسے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد بھی یزید کے ظلم وستم اور شقاوت قلبی میں کوئی فرق نہ آیا۔

مکہ مکرمہ سے یزید کی حکومت ختم ہو چکی تھی وہاں پر لوگوں نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی تھی جب حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کی خبر مکہ مکرمہ میں پہنچی تو لوگوں میں غم وغصہ کی لہر دوڑ گئی اس موقع پر حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں کو جمع کیا اور ان سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا'

''لوگو! دنیا میں عراق کے آدمیوں سے بُرے کہیں کے آدمی نہیں ہیں اور عراقیوں میں سب سے بدتر کوفی لوگ ہیں کہ انہوں نے بار بار خطوط بھیج کر باصرار امام حسینؓ کو بلایا اور ان کی خلافت کے لیے بیعت کی لیکن جب ابن زیاد کوفہ میں آیا تو اُسی کے گرد ہو گئے۔ اور امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جو نماز گزار' روزہ دار' قرآن خواں اور ہر طرح مستحق

Marfat.com

خلافت تھے قتل کر دیا اور ذرا بھی خدا کا خوف نہ کیا۔"

یہ کہہ کر عبداللہ بن زبیرؓ رو پڑے۔ لوگوں نے کہا کہ اب آپ سے بڑھ کر کوئی مستحق خلافت نہیں ہے آپ ہاتھ بڑھایئے ہم آپ کے ہاتھ پر بیعت کرتے اور آپ کو خلیفہ وقت مانتے ہیں چنانچہ تمام اہل مکہ نے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ بیعتِ خلافت کی یہ خبر یزید کو پہنچی تو اُس نے ایک چاندی کی زنجیر بنوا کر دو آدمیوں کے ہاتھ ولید بن عتبہ کے پاس مدینہ میں بھیجی اور لکھا کہ عبداللہ بن زبیرؓ کے گلے میں یہ زنجیر ڈال کر اور مکہ سے گرفتار کر کے میرے پاس بھیجو لیکن بعد میں وہ اپنی اس حرکت پر خود ہی متاسف ہوا۔ کیونکہ وہ جانتا تھا کہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آسانی سے اپنے گلے میں زنجیر ڈلوانے والے نہیں ہیں۔ چنانچہ ولید بن عتبہ نے اس حکم کی کوئی تعمیل نہیں کی۔ یزید بھی سوچتا رہا کہ کس طرح عبداللہ بن زبیرؓ کو قابو میں لایا جائے اور خانہ کعبہ کی حرمت کو بھی کشت و خون سے نقصان نہ پہنچایا جائے۔ ماہ ذالحجہ 61ھ میں حج کے لیے مکہ میں اطراف و جوانب سے لوگ آنے شروع ہوئے۔ یزید کی طرف سے ولید بن عتبہ عامل مدینہ امیر حج ہو کر مکہ میں گیا۔ اُدھر عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جدا امیر حج تھے۔ غرض دونوں نے جُدا جُدا اپنے گروہ کے ساتھ حج کیا اور کسی نے کسی کی مخالفت نہ کی۔ ولید بن عتبہ نے ایسی تدبیریں شروع کر دیں کہ کسی طرح عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو گرفتار کر کے یزید کی خوشنودی حاصل کر سکے۔ عبداللہ بن زبیرؓ ولید کے ارادوں سے واقف ہو گئے اور انہوں نے ایام حج کے بعد مطمئن ہو کر یزید کو ایک خط لکھا کہ:

"ولید اگرچہ تیرا چچا زاد بھائی ہے لیکن بہت ہی بے وقوف ہے اور اپنی بے وقوفی سے کاموں کو تباہ کر رہا ہے مناسب یہ ہے کہ کسی دوسرے کو مدینہ کا عامل بنا۔"

اس خط کے پڑھنے سے یزید بہت متاثر ہوا۔ اس نے سمجھا کہ عبداللہ بن زبیرؓ کا دل میری طرف سے صاف ہے اور وہ ہرگز میرے مخالف نہیں ہیں۔ اس سے پیشتر چونکہ مروان بن حکم بھی ولید کی شکایت میں اس قسم کے الفاظ لکھ چکا تھا۔ اس لیے عبداللہ بن زبیرؓ

Marfat.com

کے اس خط کی نسبت یزید کو کسی بدگمانی کا موقع نہیں مل سکتا تھا۔ لہٰذا اُس نے فوراً ولید بن عتبہ کو معزول کر کے اُس جگہ اپنے دوسرے چچازاد بھائی عثمان بن محمد ابی سفیان کو مدینہ کا حکم بنا کر بھیج دیا۔

عثمان بن محمد نے مدینہ میں آ کر شراب نوشی شروع کر دی جس سے لوگ بہت ہی ناخوش اور بددل ہوئے عثمان محرم 62ھ میں مدینہ کا عامل مقرر ہو کر آیا۔ چند روز کے بعد اُس نے شرفائے مدینہ میں سے دس شخص انتخاب کر کے یزید کے پاس دمشق کی جانب بھیجے۔ اس وفد میں منذر بن زبیر رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن حنظلہ اور عبداللہ بن عمرو بن حفص بن مغیرہ بھی شامل تھے یہ لوگ جب دمشق میں پہنچے تو یزید نے ان کی خوب خاطر مدارات کی اور اول الذکر دونوں شخصوں کو ایک ایک لاکھ اور باقی آٹھ شخصوں کو دس دس ہزار درم انعام دے کر رخصت کیا۔ انہوں نے دمشق میں یزید کو بھی گانے بجانے کی محفلیں برپا کرتے اور خلافِ شرع کاموں میں مصروف دیکھا تھا۔ واپسی میں سب نے ارادہ کیا کہ یزید کی خلافت کے خلاف کوشش کرنی چاہیے۔ دمشق سے نو شخص تو مدینہ کی طرف واپس آئے تھے اور ایک شخص منذر بن زبیر کوفہ کی طرف چلے گئے تھے کیونکہ عبیداللہ بن زیاد اور منذر بن زبیر کے درمیان دوستی تھی انہوں نے عبیداللہ کی ملاقات کے لیے کوفہ کا عزم کیا تھا۔ جب عبداللہ بن حنظلہ معہ ہمراہیوں کے مدینہ طیبہ میں آئے تو لوگ حالات معلوم کرنے کی غرض سے اُن کے گرد جمع ہوئے۔ لوگوں کو اس بات کا اشتیاق تھا کہ پتہ چلے انہوں نے وہاں پر کیسے حالات دیکھے ہیں اور صورتحال کیا ہے چنانچہ اس موقع پر جناب عبداللہ نے اہل مدینہ سے مخاطب ہو کر کہا کہ یزید ہرگز مستحق خلافت نہیں کیونکہ وہ خلاف شرع کاموں میں مصروف دیکھا جاتا ہے۔ اُس کے مسلمان ہونے میں بھی کلام ہے اُس سے تو مسلمانوں کو جہاد کرنا چاہیے۔ اہل مدینہ نے کہا کہ ہم نے تو سنا ہے یزید نے آپ کو خوب انعام واکرام دیا ہے۔ عبداللہ نے کہا کہ ہم نے اس لیے قبول کر لیا کہ ہم میں مقابلہ کی طاقت نہ تھی ان باتوں کو سن کر لوگ یزید سے بے حد متنفر ہو گئے۔ عبداللہ بن حنظلہ نے تجویز پیش کی کہ یزید کو معزول کر دیا جائے۔ چنانچہ قریش نے عبداللہ بن مطیع کو اور انصار نے عبداللہ بن حنظلہ کو اپنا اپنا

Marfat.com

سردار منتخب کر کے یزید کی خلافت وحکومت کا انکار کیا۔ عثمان بن محمد ومروان بن حکم اور تمام بنی اُمیہ جن کی تعداد مدینہ میں ایک ہزار کے قریب ہوگی یہ رنگ دیکھ کر کچھ تو مدینہ سے باہر چلے گئے اور کچھ مروان بن حکم کی حویلی میں پناہ گزین ہوئے۔ اہل مدینہ نے تمام بنو امیہ کو جو اُن کے ہاتھ آئے گرفتار وقید کرلیا۔ صرف مروان کے بیٹے عبدالملک کو جو حضرت سعید بن المسیب فقیہ مدینہ کی خدمت میں ہمہ وقت موجود رہتا اور مسجد سے باہر کم نکلتا تھا اور بہت ہی عابد زاہد اور نیک سمجھا جاتا تھا کچھ نہیں کہا۔ ان حالات کی اطلاع بنو اُمیہ نے یزید کے پاس دمشق پہنچائی یزید نے فوراً ایک خط عبید اللہ بن زیاد کو لکھا کہ منذر بن زبیر تمہارے پاس کوفہ میں آگیا ہوا ہے فوراً اُس کو گرفتار کر کے قید رکھو اور مدینہ کی طرف ہرگز نہ جانے دو۔ عبید اللہ بن زیاد چونکہ یزید سے خوش نہ تھا کیونکہ اُس کی کوئی قدر دانی اور عزت افزائی قتل حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صلہ میں یزید نے نہیں کی تھی لہٰذا اُس نے منذر کو فوراً مدینہ کی طرف رخصت کردیا اور یزید کو لکھ دیا کہ آپ کا خط آنے سے پہلے منذر مدینہ کی طرف روانہ ہو چکا تھا۔ منذر نے مدینہ میں پہنچ کر عبداللہ بن حنظلہ اور عبداللہ بن مطیع سے کہا کہ تم کو چاہیے کہ علی بن حسینؓ (امام زین العابدین) کے ہاتھ پر بیعت خلافت کرو۔ چنانچہ یہ سب مل کر علی بن حسینؓ کے پاس گئے انہوں نے صاف انکار کردیا۔

مدینہ منورہ پر یزیدی فوج کا حملہ:

یزید۔ مدینہ طیبہ کے حالات سے آگاہ ہو کر نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ انصاری کو بلا کر کہا کہ "تم مدینہ جا کر لوگوں کو سمجھاؤ کہ ان حرکات سے باز رہیں اور مدینہ میں کشت وخون کے امکانات پیدا نہ کریں۔ نیز عبداللہ بن حنظلہ کو بھی نصیحت کرو کہ تم یزید کے پاس گئے اور وہاں سے انعام واکرام حاصل کر کے خوش وخرم رخصت ہوئے لیکن مدینہ میں آ کر یزید کے مخالف بن گئے اور بیعت فسخ کر کے یزید پر کفر کا فتویٰ لگا کر لوگوں کو برانگیختہ کیا یہ کوئی مردانگی اور دانائی کا کام نہیں کیا۔ علی بن حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ (امام زین العابدین) سے مل کر میری طرف سے پیغام پہنچاؤ کہ تمہاری وفاداری وکارگزاری کی ضرور قدر کی جائے گی۔ بنو اُمیہ سے جو وہاں موجود ہیں کہو کہ تم سے اتنا بھی کام نہ ہوا کہ مدینہ میں

Marfat.com

فتنہ پیدا کرنے والے دو شخصوں کو قتل کر کے اس فتنے کو دبا دیتے۔" یہ باتیں سن کر نعمان بن بشیر ایک سانڈنی پر سوار ہوئے اور مدینہ طیبہ کی طرف چلے۔ مدینہ طیبہ میں آ کر انہوں نے ہر چند کوشش کی اور سب کو سمجھایا مگر کوئی نتیجہ پیدا نہ ہوا مجبوراً وہ مدینہ طیبہ سے دمشق واپس گئے اور تمام حالات یزید کو سنائے۔ یزید نے مطلع ہو کر مسلم بن عقبہ کو طلب کیا اور کہا کہ ایک ہزار چیدہ جنگ جو ہمراہ لے کر مدینہ پہنچو۔ لوگوں کو اطاعت کی طرف بلاؤ' اگر وہ اطاعت اختیار کر لیں تو بہتر ہے نہیں تو جنگ کر کے سب کو سیدھا کر دو۔

مسلم نے کہا کہ میں فرماں بردار ہوں لیکن آج کل بیمار ہوں۔ یزید نے کہا تو بیمار بھی دوسرے تندرستوں سے بہتر ہے اور اس کام کو تیرے سوا دوسرا انجام دینے کی قابلیت نہیں رکھتا۔ مجبوراً مسلم نے فوج انتخاب کر کے اپنے ہمراہ لی اور تیسرے روز دمشق سے روانہ ہو گیا۔ یزید نے رخصت کرتے وقت مسلم کو نصیحت کی کہ جہاں تک ممکن ہو نرمی اور در گزر سے کام لے کر اہل مدینہ کو راہِ راست پر لانے کی کوشش کرنا۔ لیکن جب یہ یقین ہو جائے کہ نرمی اور نصیحت کام نہیں آ سکتی تو پھر تجھ کو اختیار کامل دیتا ہوں کہ کشت و خون اور قتل و غارت میں کمی نہ کرنا مگر اس بات کا خیال رکھنا کہ علی بن حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کوئی آزار نہ پہنچے کیونکہ وہ میرا وفادار اور خیر خواہ ہے اور اس کا خط میرے پاس آیا ہے جس میں لکھا ہے کہ مجھ کو اس شورش اور بغاوت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ یزید نے مسلم بن عقبہ سے یہ بھی کہا کہ اگر تیری بیماری بڑھ جائے اور تو فوج کی سپہ سالاری خود نہ کر سکے تو میں مناسب سمجھتا ہوں کہ حصین بن نمیر تیرا قائم مقام ہو تو بھی اس کو اپنا نائب مقرر کر دے اس فوج کو رخصت کرنے کے بعد اُسی یزید نے عبید اللہ بن زیاد کے پاس ایک قاصد خط دے کر بھیجا خط میں لکھا تھا کہ تو کوفہ سے فوج لے کر مکہ پر حملہ کر اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فتنے کو مٹا۔ عبید اللہ بن زیاد نے جواباً لکھا کہ دو کام مجھ سے نہیں ہوں گے میں امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قتل کرنے کا ایک کام کر چکا ہوں اب خانہ کعبہ کے ویران کرنے کا دوسرا کام مجھ سے نہ ہو گا۔ یہ کام کسی دوسرے شخص کے سپرد کرنا چاہیے۔ مسلم بن عقبہ جب فوج لیے ہوئے مدینہ کے قریب پہنچا تو مدینہ والوں نے عبداللہ بن حنظلہ سے کہا کہ بنی اُمیہ جو مدینہ

Marfat.com

میں موجود ہیں یہ دمشق کی فوج آنے پر سب دشمنوں سے جا ملیں گے اور ہم کو اندرونی لڑائی میں مبتلا کر کے سخت نقصان پہنچائیں گے۔ مناسب یہ ہے کہ ان سب کو مسلم کے پہنچنے سے پہلے ہی قتل کر دیا جائے عبداللہ بن حنظلہ نے کہا کہ اگر ہم نے بنی اُمیہ کو قتل کیا تو یزید تمام شامیوں کو اور عبید اللہ بن زیاد تمام عراقیوں کو لے کر چڑھ آئیں گے اور ہم سے اُن کا قصاص طلب کریں گے۔ مناسب یہ ہے کہ ہم تمام بنی اُمیہ کو بلا کر اُن سے اُقرار لیں اور اس بات کی قسم دیں کہ وہ ہم سے نہ لڑیں گے اور ہمارے خلاف کسی قسم کی مدد حملہ آور فوج کو نہ دیں گے۔ یہ عہد و اقرار لے کر ہم اُن کو مدینہ سے باہر نکالے دیتے ہیں۔ سب نے اس رائے کو پسند کیا اور عبداللہ بن حنظلہ نے تمام بنی اُمیہ سے مذکورہ عہد و اقرار لے لے کر مدینہ سے رخصت کر دیا بجز عبدالملک بن مروان کے کہ اُس کو مدینہ میں رہنے کی آزادی حاصل رہی۔ ان لوگوں کی وادی القریٰ میں مسلم بن عقبہ کے لشکر سے ملاقات ہوئی۔ مسلم نے ان سے پوچھا کہ ہم کو مدینہ پر کس طرف سے حملہ آور ہونا چاہیے۔ انہوں نے اپنے عہد و اقرار کا لحاظ کر کے مسلم کو جواب دینے سے انکار کیا۔ اور اپنے عہد و اقرار کا عذر پیش کیا مسلم نے پوچھا کہ تم میں کوئی ایسا بھی ہے جس نے کوئی عہد نہ کیا ہو اور اس سے قسم نہ لی گئی ہو انہوں نے کہا کہ ہاں عبدالملک بن مروان ایک ایسا شخص ہے اور وہ مدینہ میں موجود ہے۔ مسلم نے کہا کہ وہ نوجوان بوڑھوں سے بہت بہتر ہے چنانچہ مسلم نے کسی کو بھیج کر مدینہ سے عبدالملک کو بلوایا اور اُس کے مشوروں کو سن کر حیران رہ گیا اور انہیں پر عامل ہوا۔ اُس نے مدینہ کے قریب پہنچ کر اہل مدینہ کے پاس پیغام بھیجا کہ "امیر المومنین یزید تم کو شریف سمجھتے اور تمہاری خونریزی کو پسند نہیں کرتے ہیں۔ بہتر یہی ہے کہ تم اطاعت اختیار کرو ورنہ مجبوراً مجھ کو شمشیر نیام سے نکالنی پڑے گی۔" یہ پیغام بھیج کر تین دن مسلم نے انتظار کیا۔ مگر اہل مدینہ لڑائی پر آمادہ ہو گئے۔ آخر مسلم نے حرہ کی جانب سے مدینہ پر حملہ کیا۔ اہل مدینہ نے بڑی بہادری سے مقابلہ کیا۔ اور لشکرِ شام کا منہ پھیر دیا۔ لیکن مسلم بن عقبہ کی بہادری و تجربہ کاری سے اہل مدینہ کو شکست ہوئی۔ عبداللہ بن حنظلہ۔ فضل بن عباس بن عبدالمطلب۔ محمد بن ثابت بن قیس۔ عبداللہ بن زید بن عاصم۔ محمد بن عمرو بن حزم انصاری۔ وہب بن

Marfat.com

عبداللہ بن زمعہ۔ زبیر بن عبدالرحمٰن بن عوف عبداللہ بن نوفل بن حرث بن عبدالمطلب وغیرہ بہت سے سردارانِ مدینہ جنگ میں کام آئے۔ فتح مند فوج مدینہ میں داخل ہوئے۔ مسلم بن عقبہ نے تین دن تک قتل عام اور لوٹ مار کا سلسلہ جاری رکھا۔ اس لڑائی اور قتل عام میں ایک ہزار کے قریب آدمی مارے گئے جن میں تین سو سے زیادہ شرفائے قریش وانصار شامل تھے۔ چوتھے روز مسلم نے قتل عام کو موقوف کر کے بیعت کا حکم دیا۔ جس نے مسلم کے ہاتھ پر آ کر بیعت کی۔ وہ بچ گیا۔ جس نے بیعت سے انکار کیا وہ قتل ہوا۔ 27 ذوالحجہ 63 مسلم بن عقبہ فاتحانہ مدینہ میں داخل ہوا اور قتل عام کا حکم دیا۔ علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ ''تاریخ الخلفاء'' میں تحریر کرتے ہیں کہ جب مدینہ طیبہ پر لشکر کشی ہوئی تو مدینہ طیبہ کا کوئی شخص ایسا نہ تھا جو اس (یزیدی) لشکر سے پناہ میں رہا ہو۔ بے شمار صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم ان لشکریوں کے ہاتھوں شہید ہوئے مدینہ طیبہ کو خوب خوب لوٹا گیا ہزاروں کنواری لڑکیوں کے ساتھ زنا بالجبر کیا گیا۔ یزیدی فوج نے اہل مدینہ پر ظلم وستم کی انتہا کر دی۔

سیدنا رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ

''جو شخص اہل مدینہ کو ڈرائے گا اللہ تعالیٰ اس کو ڈرائے گا اور اس شخص کے اوپر اللہ تعالیٰ اس کے فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہوگی۔ (مسلم شریف)

یزید کے ظلم وستم اور فواحش میں مبتلا ہونے کا یہ عالم تھا کہ ہر طرف برائی پھیلتی جا رہی تھی لوگ گناہوں میں سرعام مبتلا ہوتے جا رہے تھے چونکہ یزید خود گناہوں اور فواحش میں بری طرح پھنس گیا ہوا تھا لوگ یزید کو بداعمالیاں کرتے دیکھتے اور پھر گناہوں پر دلیر ہوتے تھے معاشرتی برائیوں کو فروغ مل رہا تھا۔ حضرت عبداللہ بن حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ ''واللہ! ہم نے یزید پر اس وقت حملہ کی تیاری کی جب ہم کو یقین ہو گیا کہ اب ہم پر آسمان سے پتھروں کی بارش ہوگی کیونکہ فسق وفجور کا یہ عالم تھا کہ لوگ اپنی ماں، بہنوں اور بیٹیوں سے نکاح کر رہے تھے شرابیں پی جا رہی تھیں اور لوگوں نے نماز ترک کر دی تھی۔ (واقدی)

Marfat.com

مکہ مکرمہ پر حملہ اور بیت اللہ کی بے حرمتی:

ذہبی تحریر کرتے ہیں کہ یزیدی لشکر نے جب اہل مدینہ کے ساتھ یہ زیادتی اور ظلم کیا ان کے گھر بار اور عزت و ناموس کو پامال کیا لوٹ مار کی تو چونکہ لوگ یزید کی بد کرداریوں شراب نوشی اور دیگر منکرات سے تو آگاہ تھے ہی اور پھر مدینہ طیبہ میں لوٹ مار سے اہل مکہ بہت زیادہ آگ بگولا ہوئے اور پورے مکہ مکرمہ سے یزید کے خلاف آوازیں بلند ہونا شروع ہو گئیں لوگ چاروں طرف سے اُٹھ کھڑے ہوئے کیونکہ مدینہ طیبہ کی بے حرمتی اور بربادی ان کی برداشت سے باہر تھی اس صورتحال کی خبر یزیدی لشکر کے سپہ سالار کو بھی مل چکی تھی چنانچہ مدینہ طیبہ سے فارغ ہو کر مسلم بن عقبہ اپنی فوج کو لے کر مکہ کی جانب روانہ ہوا۔ مسلم بیمار تو تھا ہی راستے میں بیماری نے اور ترقی کی اور مقام ابوا میں اس کی حالت نازک ہو گئی تو اس نے حصین بن نمیر کو بلا کر اپنی جگہ فوج کا سپہ سالار مقرر کیا اور خود مر گیا۔ مدینہ سے جو لوگ فرار ہوئے تھے وہ بھی مکہ میں آ کر جمع ہو گئے تھے اُدھر خوارج نے بھی عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مدد کرنی مناسب سمجھی اور وہ بھی مکہ میں آ گئے تھے۔ اس سال حج کے موقعہ پر تمام اہل حجاز نے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت کر لی تھی۔ حصین بن نمیر لشکرِ شام کو لیے ہوئے مکہ کے قریب پہنچا اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھائی منذر بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو مدینہ سے مکہ میں آ گئے تھے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فوج کے ایک حصہ کے سردار مقرر ہوئے۔ سب سے پہلے انہوں نے میدان میں نکل کر اہلِ شام کو للکارا اول مبارزہ کی جنگ میں منذر بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ سے کئی شامی مارے گئے۔ پھر جنگ مغلوبہ شروع ہوئی۔ شام تک لڑائی جاری رہی اور کوئی فیصلہ شکست و فتح کا نہ ہوا۔ یہ لڑائی 27 محرم 64ھ کو شروع ہوئی تھی۔ اگلے روز حصین بن نمیر نے کوہ ابو قیس پر منجنیق نصب کر کے خانہ کعبہ پر سنگ باری شروع کر دی اور مکہ کا محاصرہ کر لیا۔ یہ محاصرہ سنگباری 3 ماہ ربیع الاول 64ھ تک جاری رہی 3 ربیع الاول کو شامیوں نے روئی اور گندھک اور رال کے گولے بنا بنا کر اور جلا جلا کر پھینکنے شروع کیے جس سے خانہ کعبہ کا تمام غلاف جل گیا اور دیواریں سیاہ ہو گئیں۔ دو منجنیق رات دن سنگباری

Marfat.com

اور گولہ باری میں مصروف تھیں۔ مکہ والوں کے لیے گھر سے باہر نکلنا دشوار تھا۔ پتھروں کے صدمہ سے خانہ کعبہ کی دیواریں شکستہ ہوگئی تھیں۔ اور خانہ کعبہ کی چھت اور اس دُنبہ کا سینگ جو حضرت اسماعیل علیہ السلام کے فدیہ میں جنت سے بھیجا گیا تھا اور وہ کعبہ کی چھت میں آویزاں تھا سب کچھ جل گیا۔

یہاں مکہ مکرمہ میں یزیدی لشکر حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے برسرِ پیکار تھا کہ عین اس وقت حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ خبر پہنچی کہ یزید کو ملک الموت نے دبوچ لیا اور وہ دنیا وآخرت کی رسوائی سمیٹ کر مر گیا ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس وقت جبکہ یہ خبر ان تک پہنچی پکار کر کہا' اے شامیو! تمہارا گمراہ کرنے والا مر گیا۔ یہ خبر جب یزیدی لشکر میں عام ہوئی تو تمام یزیدی لشکر بھاگ کھڑا ہوا۔

یزید کا انجام:

تاریخ کے اوراق کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یزید نے اپنی زندگی میں ظلم وستم اور فواحش کا جو بازار گرم کیا اس کی مثال نہیں ملتی حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آپ کے ساتھیوں کو جس بیدردی سے شہید کر دیا اہل بیت کی خواتین کو خون کے آنسو رلایا۔ مدینہ طیبہ اور مکہ مکرمہ پر حملہ کر کے اپنے ناپاک ارادوں کی تکمیل کی خاطر ہر وہ حربہ استعمال کیا جو کسی بھی طرح جائز نہ تھا۔

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یزیدی حکومت کے نظامِ باطلہ کی مخالفت کی' اور ظلم واستبداد اور باطل حکومت کے خلاف آپ نے اپنے عمل سے ایک ایسی شمع روشن کی کہ جس کی روشنی میں قیامت تک حق پرستوں کے قافلے آگے بڑھتے رہیں گے۔ چنانچہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس حقیقت کو اپنے مختلف خطبوں میں بھی جو آپ نے میدانِ کربلا اور دورانِ سفر کربلا میں دیے تھے بیان فرمایا۔ مقام بیضہ میں آپ نے حُر کے ساتھیوں اور اپنے ہمراہیوں کے سامنے ایک خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ

Marfat.com

لوگو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے' جس نے ایسے بادشاہ کو دیکھا جو ظالم ہے خدا کی حرام کی ہوئی چیزوں کو حلال کرتا ہے' خدا کے عہد کو توڑتا ہے' سنت رسول اللہ کی مخالفت کرتا ہے' خدا کے بندوں پر گناہ اور زیادتی کے ساتھ حکومت کرتا ہے' اور دیکھنے والے کو اس پر اپنے عمل اور قول سے غیرت نہ آئی تو خدا کو یہ حق ہے کہ اُس بادشاہ کی بجائے اس دیکھنے والے کو جہنم میں داخل کر دے۔ تم اچھی طرح سمجھ لو کہ ان لوگوں نے شیطان کی اطاعت قبول کر لی ہے اور رحمٰن کی اطاعت چھوڑ دی ہے اور زمین پر فتنہ و فساد پھیلا رکھا ہے' حدود الٰہی کو معطل کر دیا ہے اور مالِ غنیمت میں اپنا حصہ زیادہ لیتے ہیں' خدا کی حرام کی ہوئی چیزوں کو حلال اور اس کی حلال کی ہوئی چیزوں کو حرام کر دیا ہے اس لیے مجھے ان باتوں پر غیرت آنے کا زیادہ حق ہے۔'' یزید نے اپنی عملی زندگی کا جو نمونہ لوگوں کے سامنے پیش کیا اُس میں چونکہ فسق و فجور اور خلاف احکام شرع اعمال بھی تھے لہٰذا عام طور پر مسلمانوں کی مذہبی خصوصیات اور عملی زندگی کو نقصان پہنچا اور ضعیف الا یمان لوگ گناہوں کے ارتکاب میں شاہی نمونہ دیکھ کر دلیر ہو گئے۔ یزید ہی کے بدنما نمونہ نے مسلمانوں کو گانے بجانے اور شراب پینے کی بھی ترغیب دی ورنہ اس سے پہلے عالم اسلام ان خرابیوں سے بالکل پاک تھا۔

یزید کو اپنی بد اعمالیوں کو سزا اس دنیا میں بھی ملی اس کی موت نہائیت عبرتناک ہوئی وہ جوانی میں ہی عبرت کی تصویر بنے اس دنیا سے رخصت ہو گیا۔ یزید کی موت کے بارے میں بات کرتے ہوئے کتاب ''نور العین'' کے مصنف علامہ ابو اسحاق اسفرائنی تحریر کرتے ہیں کہ یزید ایک دن بہت سے سواروں کے ہمراہ سیر کی غرض سے گیا شکار کی تلاش میں وہ کافی دور تک نکل گیا اسے ایک ہرن دکھائی دیا تو اس نے اپنا گھوڑا ہرن کے پیچھے لگا دیا ہرن کے پیچھے بھاگتے بھاگتے ایک جنگل میں جا پہنچا وہ اپنے ساتھیوں سے بچھڑ چکا تھا ہرن بھی غائب ہو چکا تھا اسے شدید پیاس لگی تھی مگر پانی وہاں پر دور دور نہ تھا پیاس کی شدت کے باعث تڑپ تڑپ کر مر گیا۔

ایک روایئت میں ہے کہ یزید اپنے بچپن کے دوست سرجون بن منصور کے ہمراہ

Marfat.com

شکار کی غرض سے گیا اثنائے راہ میں اس کی نظر ایک رومی النسل لڑکی پر پڑی جو ایک راہب کی بیٹی تھی اس لڑکی کو دیکھتے ہی اُس پر فریفتہ ہو گیا۔لڑکی سمجھدار تھی اس نے سوچا کہ یہ تو وہ ظالم ہے جس نے اپنے نبی کے نواسے کا بھی لحاظ نہیں کیا اور بیدردی سے شہید کیا چونکہ یہ اس وقت حاکم وقت ہے مجھے زبردستی بھی اُٹھا کر لے جا سکتا ہے۔اس خیال کے ساتھ ہی اس لڑکی نے اس سے اپنا پیچھا چھڑانے کے لیے خاموشی سے ایک منصوبہ تیار کیا اور یزید کو اپنے جال میں پھانستے ہوئے اس کے ساتھ اچھی اچھی باتیں کی۔ایک دن یزید اور سرجون پھرتے پھراتے پھر ادھر آ نکلے یزید نے لڑکی کو گھوڑے پر سوار کیا لڑکی نے اسے اشارہ کیا کہ وہ اکیلا اس کے ساتھ آئے لڑکی نے اپنے لباس کے اندر ایک چھوٹی سی تیز تلوار چھپا رکھی تھی وہ اسے دشت جوازین میں لے گئی لڑکی نے مناسب موقع دیکھ کر اس کی کمر پر ایسا بھرپور وار کیا کہ یزید نیچے گر پڑا وہ پھرتی کے ساتھ یزید کے سینے پر سوار ہو گئی اور کہنے لگی او ظالم! اب پکار کسے پکارتا ہے؟ یزید نے کہا' تو مجھے چھوڑ دے میں تجھے اپنی ملکہ بنانے کو تیار ہوں۔لڑکی بڑے غصے میں تھی کہا' تو نے اپنے نبی کے نواسے سے اور ان کے چھوٹے بچوں تک کو نہ چھوڑا تجھے ان پر کوئی رحم نہیں آیا تجھے میں کسی قیمت پر نہیں چھوڑوں گی یہ کہتے ہوئے اس نے تلوار سے یزید پر وار کرنے شروع کر دیے اور اس کی لاش کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے۔کئی دنوں تک اس کی لاش کے ٹکڑے وہاں پر پڑے مختلف جانوروں کی غذا بنتے رہے اس کے لشکری اس کو تلاش کرتے کرتے وہاں پر پہنچے تو انہوں نے بچی کھچی ہڈیوں کو دفن کر دیا۔

یزید کی موت کے بارے میں ایک روایت یہ بھی ہے کہ یہ مرض قولنج میں مبتلا ہو گیا اسے پیاس بہت تنگ کرتی تھی مگر پانی نہیں پی سکتا تھا پانی کے چند قطرے اس کے منہ میں ڈالے جاتے تو وہ تیر بن کر اسے لگتے تھے جس کے باعث وہ تڑپ کر رہ جاتا حتیٰ کہ اسی حالت میں مر گیا۔

''عقد الفرید'' اور طبری میں یزید کی موت کے متعلق تحریر ہے کہ شراب نوشی کی کثرت کے باعث یزید کے پھیپھڑے بیکار ہو گئے تھے جس کی وجہ سے اسے سانس لینے میں بھی تنگی ہوتی تھی اسے سخت تکلیف محسوس ہوتی تھی اسی دوران وہ اسہال کے عارضہ میں

Marfat.com

مبتلا ہو گیا اور اس مرض میں مر گیا۔

معاویہ بن یزید:

معاویہ بن یزید اپنے باپ یزید کے مرنے کے بعد ربیع الاول 64ھ میں مسند اقتدار پر بیٹھا۔

معاویہ بن یزید کی کنیت ابولیلیٰ اور ابوعبدالرحمٰن تھی۔ یزید کی وفات کے وقت اس کی عمر بیس سال اور چند ماہ تھی۔ یہ جوان صالح اور عابد زاہد شخص تھا۔ اہل شام نے یزید کی وفات کے بعد اس کے ہاتھ پر بیعت کی۔ حصین بن نمیر جب لشکر شام اور بنی اُمیہ کو لیے ہوئے دمشق پہنچا ہے تو معاویہ بن یزید کے ہاتھ پر بیعت ہو چکی تھی۔ معاویہ اپنی خلافت اور لوگوں سے بیعت لینے کا خواہش مند نہ تھا۔ وہ کچھ بیمار بھی تھا اور اس حالتِ بیماری ہی میں اس کے ہاتھ پر بیعت کی گئی اس نے لوگوں کے اصرار پر مجبور ہو کر بیعت لی اور صرف چالیس روز یا دوسری روایت کے موافق دو ماہ' تیسری روایت کے موافق تین ماہ خلافت کر کے فوت ہوا۔ اس قلیل مدت میں کوئی قابل تذکرہ کام نہیں کر سکا۔ معاویہ کے مرض نے جب ترقی کی تو لوگوں نے کہا کہ اپنے بعد کسی کو خلافت کے نامزد کر دو۔ معاویہ نے کہا کہ میں پہلے ہی اپنے اندر خلافت کی طاقت نہیں پاتا تھا۔ تم لوگوں نے زبردستی مجھ کو خلیفہ بنایا۔ میں نے سوچا کہ کوئی شخص عمر فاروقؓ کی مانند مل جائے تو اس کو خلافت سپرد کر دوں لیکن نہیں ملا۔ پھر میں نے چاہا کہ جس طرح حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چند شخصوں کو نامزد کر دیا تھا کہ اُن کے بعد وہ خلیفہ کو منتخب کریں۔ اسی طرح میں بھی چند شخصوں کو نامزد کر دوں۔ لیکن میری نگاہ میں ایسے اشخاص بھی نہیں آئے۔ لہٰذا میں اب اس معاملہ میں کچھ نہیں کہتا تم کو اختیار ہے جس کو چاہو خلیفہ بناؤ مجھے کوئی سروکار نہیں۔ یہ کہہ کر معاویہ نے لوگوں کو باہر نکلوا کر اپنی محل سرائے کا دروازہ بند کرا لیا اور اس کے بعد اس کا جنازہ ہی محل سرائے سے نکلا۔

معاویہ بن یزید کی خلافت کو صرف اہل شام اور اہل مصر نے تسلیم کیا تھا۔ اہل حجاز

Marfat.com

نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ یزید کے مرنے کی خبر جب عراق میں پہنچی تو اُس وقت عبیداللہ بن زیاد بصرہ میں تھا اُس نے اہل بصرہ کو جمع کر کے کہا کہ امیر المومنین یزید کا انتقال ہو گیا ہے اب کوئی ایسا شخص نظر نہیں آتا جو خلافت کے کاموں کو چلانے کی قابلیت رکھتا ہو۔ میں اسی ملک میں پیدا ہوا اور یہیں میں نے پرورش پائی۔ میرا باپ بھی اس ملک کا حاکم تھا اور اب میں بھی اسی ملک کا حاکم ہوں۔ آمدنی پہلے سے زیادہ ہے خزانہ پہلے سے زیادہ مضبوط ہے۔ لوگوں کو تنخواہیں اور وظیفے بھی اب پہلے سے زیادہ ہیں مفسد اور شریر لوگوں سے ملک پاک وصاف ہے۔ تم لوگ اگر چاہو تو اپنی خلافت الگ قائم کر سکتے ہو کیونکہ تم اہل شام کے محتاج نہیں ہو۔ یہ تقریر سُن کر سب نے کہا کہ بہت مناسب ہے ہم آپ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کو تیار ہیں۔ چنانچہ اہل بصرہ نے عبیداللہ بن زیاد کے ہاتھ پر بیعت کر لی مگر دل سے وہ عبیداللہ کو ناپسند کرتے تھے۔ اہل بصرہ سے بیعت لے کر عبیداللہ کوفہ کی طرف گیا کہ وہاں کے لوگوں سے بھی بیعت لے لیکن کوفہ والوں نے صاف انکار کر دیا۔ اہل بصرہ کو جب معلوم ہوا کہ اہل کوفہ ابن زیاد سے منحرف ہو گئے تو انہوں نے بھی اپنی بیعت فسخ کر دی ابن زیاد مجبور اور مایوس ہو کر عراق سے بھاگا اور دمشق پہنچا۔ یہ دمشق میں اُس وقت پہنچا تھا جب کہ معاویہ بن یزید فوت ہو چکا تھا۔ اور انتخاب خلیفہ کے متعلق ملک شام میں جھگڑا اور نزاع برپا تھا۔

دیگر قاتلانِ حسین کا انجام:

تاریخ اسلام اس بات کی شاہد ہے کہ واقعہ کربلا کے بعد بہت سے لوگ ایسے تھے جو میدان کربلا میں یزیدی فوج کے ظلم کا شکار ہونے والے امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے ساتھیوں کی شہادت پر اُن لوگوں سے انتقام لینے کے خواہاں تھے جو یزیدی لشکر میں شامل تھے۔

دیگر لوگوں کی طرح مختار ثقفی نے بھی اس مقصد کے لئے ایک اچھی جمعیت تیار کر لی تھی۔ اس نے لوگوں سے کہا کہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھائی محمد بن حنفیہ

Marfat.com

رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا نائب مقرر کیا ہے لہٰذا تم لوگ میرے ہاتھ پر بیعت کرو اور خون حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا بدلہ ان کے قاتلین سے لے لو۔ یہ سن کر لوگ مختار ثقفی کے ہاتھ پر بیعت کرنے لگے۔ مختار نے اس کام کو تقویت دینے کے لیے کوفہ کے مشہور رئیس ابراہیم بن مالک بن اشتر کو بھی اپنے ساتھ ملا لیا اور اپنی جمعیت کو مزید مضبوط کر لیا۔ مختار ثقفی نے لوگوں کو جمع کر کے تمام ایسے لوگوں کی ایک فہرست تیار کرائی جو عبید اللہ ابن زیاد کے لشکر میں قتل حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے وقت موجود تھے یا جنہوں نے کسی قسم کا کوئی حصہ میدان کربلا میں لیا تھا۔ شمر ذی الجوشن، سنان بن انس وغیرہ تقریباً اڑھائی سو سرکردہ اشخاص کو طرح طرح کی اذیتیں دے کر ہلاک کیا۔ خولی بن یزید کے پاؤں کاٹ کر سولی پر لٹکایا گیا اور مرنے کے بعد اس کی لاش کو جلا دیا گیا۔

عمرو بن سعد نے مختار ثقفی سے امان حاصل کر لی تھی مگر مختار ثقفی نے اس پر قابو پا کر اپنے قول و قرار کا لحاظ نہ کیا اور اس کا سر اُتروا دیا۔ عمرو بن سعد کا بیٹا حفص بن عمرو مختار ثقفی کے مصاحبوں میں شامل تھا۔ جس وقت عمرو بن سعد کا سر دربار میں لایا گیا تو مختار نے حفص بن عمرو سے کہا کہ تم اس کو پہچانتے ہو کہ یہ کس کا سر ہے؟ حفص نے کہا کہ ہاں میں پہچانتا ہوں لیکن اب اس کے بعد زندگی کا لطف جاتا رہا۔ اس پر مختار نے اسی وقت حکم دیا کہ حفص کا سر بھی کاٹ لیا جائے چنانچہ عمرو بن سعد کے بیٹے کا سر بھی تن سے جدا کر دیا گیا اس قتل و گرفتاری کا سلسلہ کئی دنوں تک جاری رہا لوگ گھروں سے گرفتار کر کے لائے جاتے تھے اور قتل کر دیے جاتے تھے عمرو بن سعد اور شمر لعین کے سر مختار نے مدینہ طیبہ میں محمد بن حنفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بھجوا دیے تھے۔

روایات میں آتا ہے کہ جابر بن یزید ازدی جس نے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عمامہ پاک آپ کی شہادت کے بعد اُتار کر اپنے نجس سر پر رکھا تھا وہ مخبوط الحواس ہو گیا پاگلوں کی طرح نالیوں کا گندہ پانی پیتا اور گندگی کھاتا بالآخر دیواروں سے ٹکراتا ہوا ذلت کی موت مرا۔

Marfat.com

اسی طرح عبدالرحمٰن بن حصین اور جعونہ حضرمی کی موت بھی نہائیت عبرتناک ہوئی ان دونوں نے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پیراہن مبارک اتار کر پہنا تھا اور دونوں کا جسم گل سڑ گیا اور وہ سسک سسک کر مرے۔

اسود بن حنظلہ جس نے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تلوار کو اپنے قبضہ میں کر لیا تھا جذام کے مرض میں مبتلا ہو گیا اس کا بھی جسم گل سڑ گیا کوئی اس کے پاس نہیں جاتا تھا نہائیت بے بسی کی حالت میں عبرت کی تصویر بنے اس دنیا سے چلا گیا۔ حرمل بن کاہل وہ ظالم تھا جس نے میدان کربلا میں معصوم علی اصغر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حلق میں تیر مار کر شہید کیا تھا۔ اس کو اس دنیا میں یہ سزا قدرت کی طرف سے ملی کہ اس کی ناف کے اردگرد کی جگہ ہمیشہ جلتی رہتی اور پشت ہر وقت سردی سے ٹھٹھرتی رہتی تھی جس کے باعث وہ ہر وقت تکلیف میں رہتا کسی بھی لمحہ سکون اسے نہ ملتا پیاس کا یہ حال تھا کہ ہر وقت پانی پیتا رہتا مگر اس کی پیاس نہ بجھتی تھی حتیٰ کہ پیاس کی شدت سے تڑپ تڑپ کر مر گیا۔

عبیداللہ بن زیاد کا انجام:

تاریخ کے صفحات میں رقم ہے کہ یزید نے اپنے ساتھیوں کی کوئی اضافی قدر نہیں کی عبیداللہ بن زیاد کو توقع تھی کہ قتل امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد میری خوب قدردانی ہوگی۔ لیکن یزید نے واقعہ کربلا کے بعد مسلم بن زیاد کو خراسان کا حاکم مقرر کر کے ایران کے بعض وہ صوبے بھی جو بصرہ سے تعلق رکھتے تھے مسلم کے ماتحت کر کے اس کو کوفہ کی جانب روانہ کیا اور ایک خط عبیداللہ بن زیاد کے نام لکھ کر دیا کہ تمہارے پاس عراق کی جس قدر فوج ہے اُس میں سے چھ ہزار آدمی جن کو مسلم پسند کرے اس کے ساتھ کر دو۔ عبیداللہ کو یہ بات ناگوار گزری اور امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قتل پر افسوس کرنے لگا کہ اگر وہ زندہ ہوتے تو یزید کو میری احتیاج رہتی اور وہ میری عزت و مرتبہ کے بڑھانے میں کوئی کمی نہ کرتا۔ لیکن اب وہ بے فکر ہو گیا ہے اسی لیے اُس نے ملک اور فوج دونوں میرے تصرف سے نکالنی شروع کر دیں۔ مسلم نے جب لشکر کوفہ کی موجودات لے کر سرداران لشکر سے کہا کہ تم میں سے کون کون میرے ہمراہ خراسان کی طرف چلنا چاہتا ہے۔ تو ہر ایک شخص نے جانے کی

Marfat.com

خواہش ظاہر کی۔ عبید اللہ بن زیاد نے رات کے وقت سرداران لشکر کے پاس اپنا آدمی بھیجا اور کہا کہ تعجب ہے تم مسلم کو میرے اوپر ترجیح دیتے ہو۔ سردارانِ لشکر نے جواباً کہلا بھجوایا کہ آپ کے پاس رہ کر تو ہمیں اہل بیت نبوی کے خون سے اپنے ہاتھ رنگنے پڑے ہیں لیکن مسلم کے ساتھ جا کر ہم کو ترکوں اور مغلوں کے ساتھ جہاد کرنے کا موقع ملے گا۔ اگلے دن مسلم چھ ہزار چیدہ آدمی لشکر کوفہ سے لے کر خراسان کی جانب روانہ ہوا اور عبید اللہ بن زیاد کو واقعہ کربلا کے بعد ندامت وافسوس کے سوا اور کچھ حاصل نہ ہوا۔

یہ 66ھ کا واقعہ ہے کہ مختار ثقفی نے کوفہ سے ابراہیم بن مالک کی قیادت میں عبید اللہ بن زیاد کے مقابلے کے لیے ایک لشکر روانہ کیا۔ ابراہیم بن مالک نہائیت تیز رفتاری سے سفر طے کرتے ہوئے اپنے لشکر کو لے کر موصل میں داخل ہوا۔ جہاں عبید اللہ بن زیاد عبدالملک بن مروان کی طرف سے گورنر کے طور پر تعینات تھا۔ عبید اللہ بن زیاد کو جب اس لشکر کی آمد کی خبر ملی تو وہ بھی ایک لشکر لے کر مقابلے کے لیے نکلا نہر خازر کے متصل دونوں لشکر ایک دوسرے کے مقابل خیمہ زن ہو گئے۔ رات آرام سے گزری۔ نماز فجر کی ادائیگی کے فوراً بعد ہی دونوں لشکروں نے ایک دوسرے پر حملہ کر دیا۔ زبردست خونریزی ہوئی۔ عبید اللہ بن زیاد مارا گیا۔ حصین بن نمیر بھی شریک بن جدیر تغلبی کے ہاتھوں مارا گیا۔ جب لڑائی ختم ہو گئی اور عبید اللہ بن زیاد کا لشکر شکست کھا کر راہ فرار اختیار کر گیا تو ابراہیم بن مالک نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ نہر کے کنارے علم کے نیچے ایک شخص کو میں نے قتل کیا ہے اس کے لباس سے مشک کی خوشبو آ رہی تھی، میں نے تلوار سے اس کے دو ٹکڑے کر دیے ہیں جا کر دیکھو کہ وہ کون شخص تھا۔ اس پر چند لوگ اس طرف گئے اور دیکھا تو وہ عبید اللہ بن زیاد تھا چنانچہ اس کا سر کاٹ کر جسم کو آگ لگا کر جلا دیا گیا فتح کی خوشخبری کے ساتھ عبید اللہ بن زیاد کا سر بھی کوفہ میں مختار کے پاس بھیج دیا گیا۔

تاریخ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ عبید اللہ بن زیاد اور دیگر مجرمین کے سر مختار ثقفی کے سامنے پڑے تھے تو اچانک ایک سیاہ ناگ نمودار ہوا جسے دیکھ کر وہاں پر موجود لوگ ایک دم پیچھے کو ہٹ گئے اس سانپ نے کسی کو کچھ بھی نہ کہا اور تمام سروں پر

Marfat.com

سے گزرتا ہوا ابن زیاد کے سر کے پاس آیا اور اس کے نتھنے میں گھس گیا پھر منہ سے نکلا اور دوبارہ منہ میں گھس کر نتھنے سے نکل گیا۔ اس طرح اس سانپ نے تین مرتبہ چکر لگایا اور پھر غائب ہو گیا۔

حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قاتلین کے متعلق تاریخ سے پتا چلتا ہے کہ ان میں سے کوئی بھی عذاب الٰہی کی گرفت سے بچ نہ سکا۔ بعض مارے گئے اور بعض کو ایسے دردناک مصائب کا سامنا کرنا پڑا کہ موت ان مصائب کے مقابلے میں کہیں زیادہ آسان تھی۔

ابن الجوزی زہری سے روایت کرتے ہیں کہ قاتلین حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں سے کوئی بھی شخص دنیا میں سزا سے نہ بچا۔ بعض کو قتل کی سزا ملی، بعض اندھے ہو گئے اور جو لوگ برسر اقتدار تھے بہت تھوڑی مدت میں اُن کا اقتدار جاتا رہا۔

ابن کثیر لکھتے ہیں ''حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد جو فتنے برپا ہوئے اور جن کا ذکر تاریخوں میں آتا ہے ان میں اکثر بالکل صحیح ہیں۔ آپ کے قاتلوں میں سے کوئی شخص ایسا نہ بچا جو کسی نہ کسی عذاب میں مبتلا نہ ہوا ہو۔ بعض لوگ دردناک امراض میں مبتلا ہو گئے اور اکثر لوگ مجنون اور مخبوط الحواس ہو گئے۔''

قاتلین حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں سے جو لوگ جان بچا کر بھاگ گئے تھے بعد میں مختار نے اُن کے گھروں کو منہدم کرنے اور اُنھیں آگ لگا دینے کا حکم دیا۔

ایک روایت میں آتا ہے کہ مختار نے ابن زیاد اور عمرو بن سعد کے سر علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں بھیج دیے جب سر پیش کیے گئے تو وہ سجدے میں گر پڑے اور کہا:

''اللہ کا شکر ہے جس نے میرے لیے میرے دشمنوں سے میرا انتقام لے لیا۔''

اس طرح اللہ نے ہر اُس شخص کو ہلاک کر دیا جو کربلا کے میدان جنگ میں موجود تھا اور اس نے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف لڑائی میں حصہ لیا تھا۔

Marfat.com

وحدتِ اسلامی کی اپیل

حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سیرت کے متعلق جو کچھ میں نے لکھا ہے وہ جذبات سے بالکل بالا ہو کر لکھا ہے۔ ان واقعات کی روشنی میں، جو صفحات ماسبق میں بیان کیے جا چکے ہیں، کوئی تاریخ دان بجا طور پر یہ پوچھ سکتا ہے کہ کیا اس زمانے میں، جب یہ درد ناک حادثہ ظہور پذیر ہوا، کوئی بھی ایسا شخص نہ تھا جو حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے موقف کو سمجھ کر اس آگ کو بجھا سکتا جو کربلا میں روشن ہوئی اور جس نے دیکھتے دیکھتے سارے عالم اسلام کو لپیٹ میں لے کر اسلامی وحدت کو بھسم کر کے رکھ دیا اور ابنائے اسلام میں تفرقے کی ایسی خلیج حائل کر دی جو روز بروز وسیع سے وسیع تر ہوتی جا رہی ہے؟

کیا اس وقت کوئی ایسا مرد میدان نہ تھا جو حق کی خاطر میدان میں نکلتا اور مظلوم کی مدافعت کرتا؟

کیا زمین زیر وزبر ہو گئی تھی اور وہ لوگ، جو ظلم پر کبھی صبر نہ کر سکتے اور مصیبت کو کسی صورت میں برداشت نہ کر سکتے، بالکل معدوم ہو گئے تھے؟

کیا پوری اسلامی سرزمین میں اس مختصر سے گروہ کے سوا جو حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ تھا اور کوئی شخص ایسا نہ تھا جو اس بات کا اعلان کرتا کہ حق حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ہے اور اسلام کی کشتی کے صحیح طور پر ناخدا بننے کے حق دار آپ ہی ہیں؟

لیکن مقدر یہی تھا کہ یہ سانحہ عظیمہ برپا ہو۔ اس واقعے میں مسلمانوں کے لیے غور وفکر کی بہت سی راہیں کھلی ہیں۔ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک مقصد اور ایک نظریہ

Marfat.com

سامنے رکھ کر جہاد کے لیے نکلے۔ اُنھوں نے خلافت کا مطالبہ اس لیے کیا کہ آپ جانتے تھے، آپ بزید او: یزید کے علاوہ دوسرے لوگوں سے خلافت کے زیادہ حق دار ہیں اور اس منصب کو آپ ہی اچھی طرح نباہ سکتے ہیں آپ کے دل میں یہ خیال جاگزیں تھا کہ مسلمانوں کو تفرقہ اور فساد سے اگر کوئی شخصیت بچا سکتی ہے تو صرف آپ ہی کی ذات ہے اور وحدتِ اسلامیہ کے اسی جذبے کے تحت آپ نے یزید کے خلاف خروج کیا۔

میں نے یہ کتاب اس غرض سے لکھی ہے کہ پڑھنے والوں کے سامنے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آپ کے عہد کی سچی تصویر کھینچ کر رکھ دوں، اعلاء کلمۃ الحق اور اسلام کے جھنڈے کو سربلند رکھنے کے لیے جو کوششیں کی جارہی تھیں اُن کا ذکر کروں اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دل میں اتحاد اسلامی کے لیے جو تڑپ موجود تھی اس پر لوگوں کی توجہ مبذول کراؤں۔

یہ حقیقت ہے کہ اگر حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ یزید کے خلاف نہ بھی اُٹھتے تو یہ ناممکن تھا کہ مسلمان یزید کی خلافت پر متفق ہو جاتے اور یک دل و یک زبان ہو کر اس کی اطاعت اختیار کر لیتے۔ لیکن اگر حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلافت مل جاتی تو تمام مسلمان دل و جان سے آپ کی تائید کرتے اور ایک بار پھر اتحاد کا وہی منظر سامنے آجاتا جو ابتدائی خلفاء کے عہد میں دنیا نے دیکھا۔ اسی طرزِ عمل کو دوبارہ قائم کرنے کے لیے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ گھر سے نکلے اور اسی اصول کی خاطر انھوں نے کربلا کے میدان میں جان دے دی۔ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت مسلمانوں کو یہ سبق دے رہی ہے کہ وہ بھی باہمی وحدت و اخوت کے لیے جانیں لڑا دیں اور آپس کے جھگڑوں میں پڑ کر قوت ضائع نہ کریں۔ دعا ہے کہ میری کتاب سے بھی مقصد پورا ہونے میں مدد ملے اور مسلمانوں میں باہمی اتحاد کی سچی تڑپ پیدا ہو جائے؟

Marfat.com